



روایتان میں میرے کہیں پرس کا سلسلہ

# حیات نادر

(شاہ قازی شہید)

مع

سولہ نوح برادران (قازی شاہانہ)

سیرت علامہ حضرت محمد ظاہر شاہ (دام ملک)

محمد حسین خان اسحاقی رئیس تدریسات عمومی افغانستان

مطبعہ ہانڈہ پریس جالندھر

۵۱۳۵۲  
۱۹۳۳

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U9569

## دیباچہ

امیر تیمور اور رابرٹ بروس کے قصوں میں مکرپی کے جانے کا توارد ہے کہ دونوں نے اس کو بننے اور بار بار بگڑنے پر پھر تننتے دیکھ کر ہاری جوئی ہمت کو پھر یاد کیا۔ ان سے اعظم وجود کو اسی مکرپی کے جانے نے بچایا۔ جسے غار کے منہ میں دیکھ کر قاتل واپس چلے گئے۔ ان اوہن البیوت لبیت العنکبوت۔ ایسی ضعیف چیز تننتے بڑے امور کا موجب ہو سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت غازی محمد نادر شاہ شہید کی حیات ایسے ہی عوام سے بھری ہے اقبال ادبار آگے بڑھنا پیچھے ہٹنا اور پھر کردفران کی مجموعی زندگی میں اور نیز ہر ایک معرکے میں نمایاں ہیں۔ مسافرت سے مراجعت پر فوجی مناصب کو یکے بعد دیگرے حاصل کرتے سمت جنوبی کی بغاوت کو فرو کر کے سپہ سالار بنتے ہیں۔ یہ پہلا اقبال یعنی سخت و زحمت کا نتیجہ ہے۔ پھر سخت قید میں پڑ کر نکلنے ہی حمار برانگریز پر اقدام کرتے ہیں اور ٹھل کو فتح کر کے دشمن سے اپنی بہادری تادیب اور عسکری بہادری کی داد لیتے ہیں۔ یہ آپ کا دوسرا عروج ہے۔ جس میں اپنے ملک کے لئے استقلال جیت کر



منار یادگار کا خراج وصول کرتے ہیں۔ وزارتِ حرب سے استغفہ ادا بار کا آغاز ہے جس سے ہٹ کر پھر بڑھتے ہیں اور سفارتِ فرانس پر مقرر ہو کر پھر ایسے عزت گزین ہوتے ہیں کہ صیادِ تاریخ آپ کو عیناً سمجھ کر دامِ ایک قلم سمیٹ لیتا ہے۔

انقلاب کے وقوع پر آپ سفر کے علاوہ سخت مرض کی حالت میں اٹھتے ہیں اور یکسی و ناداری کے باوجود جمعیتِ فراہم کرتے ہیں جس کے بکھرنے پر پھر اتحاد قائم کرتے ہیں۔ لڑائیوں میں شکستیں کھاتے ہیں۔ اپنی اور اپنے خاندان کی ہلاکت کو متواتر سامنے دیکھتے قربان کرنے کی نذر مانتے ہیں تاکہ ان کے صدقے سے ہی وطن دوبارہ آزاد و آباد ہو جائے۔ ان سب مراحل میں آپ کے برادرانِ شجاعان جیسے جنگِ انگریز میں شامل تھے اب بھی ہم تنِ شریک ہیں اور معادنت و فداکاری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ آخر کو دفرہ پہ کابل فتح کرتے ہیں مگر قلعہ مسخر نہیں ہو تا جب تک کہ اپنے عزیزوں پر گولہ باری نہیں کرتے۔ اب جو بیس سیزر کی تخت نشینی کا اعادہ ہوتا ہے آپ بہ اصرار بادشاہی سے انکار کرتے اور ملتِ باصلاحِ تکرار سے التجا کرتی ہے۔ انجامِ کا وحشی بروٹس کا نمونہ بھی نمودار ہو جاتا ہے۔

چار سال کی سلطنتِ اعظم حضرت غازی محمد نادر شاہ کے لئے پھولوں کی بیج نہیں تھی جو آپ ایک دم بھی آرام کر سکتے اور نہ ہی استراحت آپ کا نصب العین تھا بلکہ چوروں کی دستبرد اور غارتگری سے تباہ ہو چکا تھا اس کو از سر نو علم و عرفانِ جنت و حرمت

اور تجارت و زراعت سے معور کیا۔ خلفائے راشدین اور بعض بزرگ سلاطین نے  
تھوڑے عرصے کی شاندار حکومت سے جاودانی شہرت ترکے میں چھوڑی ہے ایک  
انگریز ادیب کہتا ہے کہ خوبی سے جینا ہی زندگی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے  
سے البتہ ان باتوں کی تصدیق ہو جائیگی۔

اگرچہ میری کتاب ”انقلاب افغانستان“ میں بعض واقعات درج ہو چکے تھے  
مگر مختلف مقامات میں منتشر ہونے کے سبب اور تسلسل بیان کے لئے مکرر تحریر  
کرنے پڑے۔

(چونکہ ہندوستان میں سنہ علیہ سوی مرنج ہے اور افغانستان میں سنہ  
ہجری شمسی۔ اسلئے دونوں مناسب مواضع پر مرقوم ہوئے۔ ثَلَاثَ مِائَةٍ تِسْعِينَ  
وَأَذْدَادًا وَتِسْعًا مِائِينَ سو برس میں نو یعنی سو میں تین زیادہ کئے جائیں تو قسمی  
حساب ہو جاتا ہے۔)



# باقل

علم حضرت محمد رضا خاں شاہ غازی شہید کی  
یہی مسافت کے بعد تدیجی قوی ترقیا

# فصل اول

## حقیقی قصے کا لطیف

کابلی محاورے کے رو سے انگریزی قوم گویا کھیل کود پر فقط ایمان لاپچی ہے مگر آیت کے مطابق کہ لَيْسَ سَوَاءٌ سَبَّاهُ كِتَابُ يَسْمَايَا نَہیں ہیں سہرا تھڑھیلیس نے لہو و لعب پر عجب فقرے کسے ہیں۔ اکثر لوگ شطرنج اور تاش میں مہمک ہو کر کاغذی یا چوبی بادشاہ اور پیادوں اور سواروں کی چالوں اور رفتاروں سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اُن کی زد و کوب اور ہارجیت کے تماشے میں غرق ہو کر دنیا و مافیہا سے غافل ہو جاتے ہیں۔ کیا جیتے جاگتے انسانوں کی کشمکش لڑائی جھگڑے اور متنازع فی البقا کے معرکے کوئی دلچسپی اور مرغوبیت نہیں رکھتے؟ سلطنتوں کا غرور و زوال و ذرا کا کمال و ادبار ملتوں کا پامال ہونا یا بنی نوع کے لہو میں تیر کر ساحل تسلط پر پہنچنا کیا ایسے دلکش یا دلشکن مناظر ہیں جو ان سے مصنوعی اور مفروضی بازیوں میں اشتغال کی فراغت یا رغبت ہو سکے؟

دلیل پیش کی جاتی ہے کہ ان کھیلوں سے دماغی قوت و لطافت نشو و نما

پاتی ہے۔ لارڈ کرزن جب سیاحت کے دوران میں کابل پہنچا تو محمد خان لنگرے نے اسے شطرنج میں بہیم شکستیں دیں اور امیر عبدالرحمن خان کے ساتھ بھی اس کا ایسا ہی غالبانہ سلوک تھا۔ اس کی یہ بھارت صرف کشت و مات تک ہی محدود تھی۔ امورِ مملکت میں وہ دخل کے قابل ہی نہیں تھا لہٰذا ننگہ شاہ اور وائسرائے سپاہی انجمنوں میں بھٹکتے تھے۔ ان کی خط و کتابت کے حکیمانہ لطیفے مطالبے کی محنت کا بخوش ثمرہ بنتے ہیں۔

سوائے ادبی مثالوں کے شطرنج سے اور کیا دماغی تقفن پیدا ہو سکتا ہے اور یہی اس کی قلیل آگاہی کا فائدہ ہے مثلاً

سفلہ را بیدست و پای خضر را راستی است      ایں پیادہ کج بردی نگزید تا فرس نشد

ہمارے قصبے کے لئے یہ شعر ایک خشیتِ بنیاد ہے۔ ایک جہول آدمی رتبہ کو پہنچ کر اکثر تعدی کا مرتکب ہوتا ہے اور یہی اس کی بربادی کا موجب بنتا ہے مگر اس انجام سے قبل اس کی کارروائیاں جہاں مضحکہ خیز ہیں وہاں اس کے ہاتھوں خلقِ خدا کی فریادیں اشک ریز بھی ہیں۔ ایک نمونہ بچہ سقمای لیجئے اور چھوٹے پیمانے پر ہر جگہ ایسے لوگ نکل پڑتے ہیں جن کا مشاہدہ اور جن کے حالات کا مطالعہ کیا بے جان اور بے حس بازیچوں سے کم تر کشش رکھتا ہے ؟

ہر ریٹ سپنسر ایک دیہاتی سردار کے ساتھ بلیر ڈکلیٹ ہار گیا۔ حرافیت نے روت

دکھائی تو بولا کہ ہر ہنرمندانہ کھیل کے ساتھ تھوڑی وقفیت منور دل کو زیب دیتی ہے مگر تمہارے جیسی کمالیت ضائع شدہ جوانی پر دلالت کرتی ہے۔ کرکٹ وغیرہ کے مقابلے کا میدان تماشا بینوں سے پٹا پڑتا ہے حالانکہ ان میں عارضی افسری دماختی اور ظاہری مار پیٹ کے سوا حقیقت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

ڈراموں اور نادلوں میں بھی سراسر تصنع اور تخیل ہوتا ہے۔ ایک شخص اپنے قیاس کے مطابق اور اپنے تجربوں مشاہدوں اور پڑھی یا سنی سنائی باتوں کا بنگٹا بنا کر کہانی گھڑ دیتا ہے اور لوگ اسے مزے لے لے کر مطالعہ یا ملاحظہ کرتے ہیں حالانکہ دنیا میں واقعی رومانس موجود ہے۔ جہان کے تھمپٹریں بقول شیکسپیر بہر شخص قصے کی زنجیر میں ایک کڑی ہے۔ سہرقلہ فرد بھی ہے جس سے طرہ امور صادر ہوتے ہیں۔ اس کے سوانح میں سنسنیاں پیدا ہوتی ہیں رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی سرور و فرحت کا سماں بندھ جاتا ہے اور کبھی یاس و حسرت کی گھڑیاں طاری ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کی تدبیر و صلاح سے ظلمات دور اور مطلع نور نمودار ہوتا ہے۔ کیا یہ حقیقی داستان کمرہ موجب التفات ہے بقسبت فرضی ڈھکھکوسوں کے جن میں لوگ رات دن مشغول رہتے اور وقت و نقد صرف کرتے ہیں؟ ہم ایسا سچا جیتا جاگتا سلسلہ واقعات پیش کرتے ہیں جس میں عبرت و نصیحت مضبوطی سے قائم ہے اور اس کے ساتھ عداوت و جہالت کی جھجکا بھی ہے جس سے جبلِ مین کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس مجادلے میں جو

حق و باطل کے درمیان ہر جگہ جاری ہے اور جس کی فتح و ہزیمت میں ہزاروں آدمی ہلاک اور تلخے ہی سرشار ہوتے ہیں۔ بول آخر سچ کا بالا ہوتا ہے۔

اس تماشا گاہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ امر مد نظر رکھنا شرط ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار علت و معلول اور سبب و نتیجے پر قائم ہیں۔ عام طور پر کبھی چسب کی سفلہ پروری کا یہاں بے سببی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی سبب سوزی سے سوفسطائی ٹوٹی ہو جاتا ہے۔ فی الحقیقت بندہ اپنے اختیار سے زندہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کے اعمال کے صلے میں اسے وجود جیسی بے بہا نعمت ملی۔ پھر بھی زندگی پاتے ہی خیر و شر کا انجام ملاحظہ ہونے لگتا ہے۔ بلکہ اتنی وسعت پر کھڑا جاتا ہے کہ موت کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے مثلاً خضر و یونس کا خزانہ دیوار پاٹ کر سمیٹا ہے تاکہ بالغ ہو کر اسے بے کم و کاست وصول کریں اور اس کا باعث یہ بتایا گیا کہ ان کا باپ صالح شخص تھا کَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا۔ جب والدین کی جسمانی مشابہت اولاد میں پائی جاتی ہے۔ ان کی مضبوطی اور بلند قامت سے بچے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح نیک افعال کا بیج ان کے بعد بھی پھل لاتا ہے۔ یہ بھی سبب ساز یوں میں داخل ہے۔ جنگل میں دیوار اور بلوط کے درخت ایک دوسرے کے ساتھ تنادری اور بلندی میں ہنسی کر رہے ہیں۔ اسی طرح باغ میں میوہ دارا شجار ایک دوسرے سے سرسبزی اور شرمیلی میں سبقت لے جا رہے ہیں۔ چشم حاضرین کو یہ مرتع سدا بہار دکھائی



دیتا ہے کیونکہ خسرانِ دور ہے اور خشکیِ دہر بادی کے کرمِ آنکھ سے اوجھل ہوتے ہیں  
 نشوونما سے پہلے یہ بتانا مشکل ہے کہ فلاں درخت شہتیروں کے قابل ہوں گے یا  
 چولہے کے اور بعض جوان کے سائے میں زرد ہو رہے ہیں ممکن ہے دھوپ اور ہوا  
 کھا کر قوی ہو سکیں اور بار آور ہو جائیں مگر عموماً پشتِ سہو کے سعدی جیگہ شعراءِ صادق آتا ہے  
 کہ نازنین لڑکا ادب حاصل نہیں کرتا اور سائے کی کھجور میں پھل نہیں لگتا  
 نازدے زوئے داخلِ ادب + اود سورے نخل نہ منی رطب  
 هو الذی انبتکم من الارض نباتاً اس خدا تعالیٰ نے تمہیں نباتات کی طرح  
 زمین سے اگایا ہے

از نباتاتی چون بچواں افتاد + نایبش حال نباتاتی نتیجہ یاد  
 جڑ ہاں میلے کہ دارد سونے آں + خاصہ در وقت بہار و زمیں  
 عظیم الشان بادشاہِ راحت و نعمت کی عادت سے ضعف پذیر ہو کر مغلوب  
 منکوب ہو جاتے ہیں اور وہ لائقِ جوانِ بزرگمت و مشقت میں پرورش پاکر آمادہ  
 مقامِ دست ہوتے ہیں گمنامی کی تاریکی سے نکل کر ظہر کی درخشاں نامداری حاصل کرتے  
 ہیں۔ پھر اگر صلاح و محبت سے آراستہ ہوں تو ایوانِ تاج میں طاقِ شہرت پر اپنے  
 مفید آثارِ ہمیشہ کے لئے یادگار چھوڑتے ہیں۔ برعکس اس کے اگر ظلم و نفس پرستی  
 سے سروکار رکھیں تو یہی تذکارِ ان کے ترکے میں سیاہ دھبہ بارہ جاتا ہے +

## فصل دوم

### الحضرت محمد نادر خان کے آبا و اجداد اور

### ہندوستان میں ورود

افغانستان کی تاریخ کے وہ اوراق پلٹو جو معرفت کردگار کے دفاتر میں آؤ  
 ذرا اٹھاڑھویں صدی عیسوی کی طرف رجوع کرو۔ محمود خان اور اشرف خان قندھار  
 میں رہتے ہیں ایک معزز خاندان کے ہندوستان میں لڑکھائی کو گمان بھی نہیں کہ یہ غلزنئی  
 افغان یکے بعد دیگرے ایران کے تخت پر جلوہ افروز ہو کر اپنے سکے چلائیں گے۔  
 سکند از مشرقی ایران چو قرص آفتاب ۛ شہنشاہ محمود جہاگیر سیادت انتساب  
 ز لطف شہ اشرف حق اشعاع ۛ بزر نقش شہ رسک چار یار  
 پھر ان کے عہد میں نادر نامی افشار قوم کا ایک جوان سرکش ہمایوں کی عت

لے کر اطراف ملک میں لوٹ مار کرتا ہے۔ اس کی بابت بھی وہم نہیں ہو سکتا کہ نہ صرف ایران بلکہ افغانستان اور ہندوستان پر اپنا تسلط چاہئے گا اور اس کا نام نامی اتنا مشہور ہو گا کہ عجیب اشخاص بھی اپنے فرزندوں کو اس کے ندرت سمات۔ اسم سے موسوم کریں گے اور ان میں سے ایک آخر اپنی شجاعتِ شاذ اور مساعی جانباز سے ملتِ افغان کو ظالموں کے پنجے سے چھڑا کر اپنے ملک کو دوبارہ آباد کر لے گا۔ پہلے نادر شاہ کے زمانے میں ملتان کا ایک افغان احمد خان نام قندھا میں مقید ہے۔ اس کے متعلق بھی کسی کو خیال تک نہیں کہ بڑا ہو کر مرہٹوں کو شکست دے گا اور احمد شاہ درانی کے لقب سے ایران ترکستان افغانستان اور ہندوستان کے ایک حصے پر حکومت کرے گا۔ پھر کس کو گمان تھا کہ اس کے پڑوتے کی بیٹی کے لطن سے دی نادر دُرِ شاہ ہوا پیدا ہو گا جس کی چمک دمک سے افغانستان کا ظلمتِ کدہ بقیۃ انوار بن جائے گا۔

لارڈ بالفور نے قدیم عقولے کی تردید کی ہے کہ تاریخ اپنا اعادہ کرتی ہے حالانکہ اختلافات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو انسانوں اور اس کے اعضا و افعال میں فطرتاً قائم ہیں واقعات و سوانح لوٹ لوٹ کر گھومتے ہیں۔ ہندوستان میں لاکھوں افغان آباد ہیں اور ہزاروں یہاں آئے اور پھر چلے جاتے ہیں۔ اس آخری گروہ میں آج سے تقریباً نصف صدی پہلے ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے جو کئی گردشوں کے بعد شاہ

افغان ہو جاتا ہے۔ اس کے بھائی صدر اعظم وزیر جنگ اور فقیر اور اعیان مملکت بنتے ہیں اور ان کے چھپرے رشتہ دار بھی وزارت اور مرتبت کے معراج کو پہنچے ہیں۔ ان کا عالی نصب حسب ذیل ہے :-

### شجرہ پرزہ

وزیر پابندہ خاں

وزیر سخ خاں - امیر دوست محمد خاں - سردار سلطان محمد خاں طلائی وغیرہم

سردار عبدالقدوس خاں اٹما دالہ دلدلہ صدر اعظم - سردار زکریا خاں - سردار کچی خاں -

وزیر اکبر خاں وغیرہم امرا

سردار محمد آصف خاں - سردار محمد یوسف خاں

سردار محمد سلیمان خاں وزیر - سردار احمد شاہ خاں وزیر دربار وغیرہم

سردار محمد عزیز خاں - سردار شاہ ولی خاں - سردار محمد ہاشم خاں - سردار شاہ محمود خاں

سفیر شہید (فاتح کابل) - (صدر اعظم) - (وزیر جنگ)

اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں شاہ فازی و شہید اور ان کے فرزند ارجمند شاہ محمد طاہر بنان

شجرہ متذکرہ میں اشارہ ان اکابر کی طرف ہوا ہے جو موجودہ شاہی خاندان کے ساتھ مربوط و منوط ہیں وزیر پائندہ خاں کے بیٹے سارے کے سارے ہی شجاع شہت اور حکومت میں افغانستان کی تاریخ میں بے مثل حیثیت رکھتے ہیں۔ وزیر فتح خوارزمی فی الحقیقت بادشاہی کرتے تھے اور ان کے بھائی بھی اپنی اپنی جگہ خود مختار تھے۔ ایک بھائی سردار محمد عظیم خاں کشمیر میں حکمرانی کرتے تھے۔ دوسرے بھائی سردار سلطان محمد خاں طلائی پشاور کی حکومت پر متعین تھے۔ ان کے بیٹے بھی بہت نامور شخص ہوئے جن میں سے سردار عبدالقدوس خاں امیر عبدالرحمن خان کے اعما والدولہ اور ایشاک قاسمی تھے اور شاہ سابق امان اللہ خان کے برائے نام صدر اعظم تھے۔ دوسرے سردار زکریا خاں اور سردار یحییٰ خاں جن کو انگریزوں کی تیرہ تے بلا کر امیر یعقوب خاں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ جب انگریزی سفیر قتل ہو گیا اور انگریز افغانستان میں داخل ہو کر لوگر کے قریب خوشی میں پہنچے تو امیر ان کے پاس جا حاضر ہوئے اور زیر حراست رکھے گئے۔ سرداران موصوف نے قوانین اور مشائخ کے ساتھ متحد ہو کر جہاد کا ارادہ کیا اور جوش و خروش اور ذوق و شوق سے لڑائی کی تیاریاں اور زور آزمائیاں شروع کیں۔

سردار یحییٰ خاں کی بیٹی امیر یعقوب خاں کے حرم میں تھی۔ دوسرے بھائی سردار زکریا خاں کے بیٹے کی نامزدگی شہزادی کے ساتھ کنایتہً قرار پا چکی تھی۔ سردار یحییٰ خاں کی زوجہ وزیر اکبر خاں کی بیٹی تھیں جن سے سردار محمد یوسف خاں متولد ہوئے۔ ان کی

شرف تمام شاہی خاندان میں دو بالا ہو گئی اور ان کی نجابت کو چار چاند لگ گئے۔ جیسے ملکہ وکٹوریہ کی قیصرہ وغیرہ کے ساتھ قربت کا اثر یورپ کی سیاسیات پر پڑتا تھا افغانستان کی بعض خواتین ویسے ہی رسوخ بلکہ بیشیزہ برتے صلح و جنگ میں حصہ لیتی رہی ہیں جن میں وزیر اکبر خاں کی والدہ کو اپنے گناہ فرزند کے بنجارا کی قید سے نکالنے کا فخر حاصل ہے۔ انکے نام کابل کابل میں مشہور ہے۔ وزیر اکبر خاں کی بیٹی نے جب امیر انگریزوں کے پاس نظر بند تھے۔ رشتہ داری اور وفا شعاری کے پاس سے اور تیز خانہ جنگی کی تباہیوں کے افساد کے لئے متوقع داماد کو کچھ تحائف دے کر بادشاہی خسر کی خدمت میں بھیجا۔ اس کی اطلاع خازیوں کو ہو گئی اور سردار زکریا کو سب نے مورد ملامت قرار دیا۔ ہر چند وہ اور سردار کچھ خاں اس خانگی واسطے سے بے خبر تھے مگر جمعیت میں پھوٹ پڑ گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں سرداروں کو بھی ہندوستان آنا پڑا۔ یہاں امیر کے ساتھ ویسے ہی ان کی ناموافقت رہی جیسی کابل میں ان کی سیاسی نقل و حرکت کے ساتھ شرکت نہیں تھی۔ اگرچہ ایک شہر میں مقیم تھے۔ مگر کبھی ملاقات نہیں ہوتی تھی۔

سردار محمد آصف خاں اور سردار محمد یوسف خاں فرزند ان سردار کچھ خاں بہت متعین ملت دوست اور وطن خواہ مسلمان تھے۔ انہوں نے اپنے فرزندوں کو اس امید پر کہ جلدی افغانستان میں واپس جانا ہوگا سکولوں میں داخل نہیں کیا اور

گھر پہی ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرایا۔ اس میں یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں بالکل ہندوستان سے مانوس ہو کر اور انگریزی اثرات سے معرب بن کر اپنے وطن کی کوفراغوش نہ کر دیں اور اس کی ترقی سے مایوس نہ ہو جائیں جیسا کہ بعض ذرا پل کی اولاد پر یہ گمان ٹھیک نکلا۔ پھر مذہب کا بھی لحاظ تھا کہ مبادا جدید اور بے لگام تعلیم سے آزادی اور گمراہی کی طرف رخ کر لیں۔ البتہ دیوبند کے علماء و عارفین کی صحبت نے ایک طرف اور منصوری میں قابل انگریزوں کے اختلاط نے دوسری جانب اس خاندان کے افراد پر شرق و غرب کا ملا جلا اور معتدل اثر ڈالا۔ سوائے جنگلوں اور پہاڑوں میں سورج بنی بن بایوں کی طرح سیر و سیاحت اور صید شکار کے جس سے وہ اپنی چستی اور توانائی قائم رکھتے۔ ان کو اور کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ قبیح عادات اور شنیع اطوار سے انہیں نفرت دلانی جاتی۔ اہل و صالح اصحاب کی مجلس کے بغیر اور کسی تماشے نامک ناچ وغیرہ میں جانے کی ان کو سخت ممانعت تھی حتیٰ کہ ایسے ہندوستانی شرفاء بھی کنارہ کش رکھے جاتے جو عیش و عشرت میں مصروف ہو کر ناز و نعم کے لوازم بگڑ رہے تھے۔ اسی معقول و مقبول پرورش کا انجام یہ ہوا کہ اس خاندان کے سب ارکان رشد و ہدایت کے مجسمے اور مردانہ خصائل کے پتے ہیں۔ کوئی معیوب لہذا اور بری خصالت ان میں پائی نہیں جاتی۔

سردار محمد آصف خاں اور سردار محمد یوسف خاں باوجود اس کے کہ مسافرت میں



از طرف است بجا میباید -  
 سرور احمد باقی خان ۳۰ سرور احمد شاه ۳۱ سرور احمد شاه ۳۲ سرور احمد شاه ۳۳  
 سرور احمد شاه ۳۴ سرور احمد شاه ۳۵ سرور احمد شاه ۳۶ سرور احمد شاه ۳۷  
 سرور احمد شاه ۳۸ سرور احمد شاه ۳۹ سرور احمد شاه ۴۰ سرور احمد شاه ۴۱  
 سرور احمد شاه ۴۲ سرور احمد شاه ۴۳ سرور احمد شاه ۴۴ سرور احمد شاه ۴۵  
 سرور احمد شاه ۴۶ سرور احمد شاه ۴۷ سرور احمد شاه ۴۸ سرور احمد شاه ۴۹  
 سرور احمد شاه ۵۰ سرور احمد شاه ۵۱ سرور احمد شاه ۵۲ سرور احمد شاه ۵۳  
 سرور احمد شاه ۵۴ سرور احمد شاه ۵۵ سرور احمد شاه ۵۶ سرور احمد شاه ۵۷  
 سرور احمد شاه ۵۸ سرور احمد شاه ۵۹ سرور احمد شاه ۶۰ سرور احمد شاه ۶۱  
 سرور احمد شاه ۶۲ سرور احمد شاه ۶۳ سرور احمد شاه ۶۴ سرور احمد شاه ۶۵  
 سرور احمد شاه ۶۶ سرور احمد شاه ۶۷ سرور احمد شاه ۶۸ سرور احمد شاه ۶۹  
 سرور احمد شاه ۷۰ سرور احمد شاه ۷۱ سرور احمد شاه ۷۲ سرور احمد شاه ۷۳  
 سرور احمد شاه ۷۴ سرور احمد شاه ۷۵ سرور احمد شاه ۷۶ سرور احمد شاه ۷۷  
 سرور احمد شاه ۷۸ سرور احمد شاه ۷۹ سرور احمد شاه ۸۰ سرور احمد شاه ۸۱  
 سرور احمد شاه ۸۲ سرور احمد شاه ۸۳ سرور احمد شاه ۸۴ سرور احمد شاه ۸۵  
 سرور احمد شاه ۸۶ سرور احمد شاه ۸۷ سرور احمد شاه ۸۸ سرور احمد شاه ۸۹  
 سرور احمد شاه ۹۰ سرور احمد شاه ۹۱ سرور احمد شاه ۹۲ سرور احمد شاه ۹۳  
 سرور احمد شاه ۹۴ سرور احمد شاه ۹۵ سرور احمد شاه ۹۶ سرور احمد شاه ۹۷  
 سرور احمد شاه ۹۸ سرور احمد شاه ۹۹ سرور احمد شاه ۱۰۰





دنیاوی راحت میسر تھی اور وطن میں دینی طاعت کے علاوہ جان کے لالے پڑے رہتے تھے پھر بھی وہاں کے کانٹے وہاں کے سیاہ کنوئیں ان کو ڈرانے کی بجائے غلغلہ شہتیاں کو بڑھاتے تھے ۔

خوشا عشرت سراے کابل دامن کوہ ساراش + کہ ناخن بر دل گلی میزند و ز کمان ہر خار شش شاہ شجاع کی تنہا بلند نہیں تھی اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوَاهُ - زمین کی طرف جھکتا رہا اور ہوائے نفس کی پیروی کی ۔

گرمی ہندم دل جہاں را بسوخت + جنت کابل و ظنم آرزوست سرداران ممدوح کو ڈیرہ دون کی سرسبزی و شاہی اور کوہ منصور کی سردی خوشگوار میں ہر چہ نظا ہری تکلیف و شکایت کوئی نہیں تھی اور افغانستان میں جان جو کھوں کا سامنا تھا پھر بھی وہ اپنا گھر تھا اسے آباد کرنا اور اسی میں رہ کر خاک ہونا مفروضہ نبوت کے آرام پر مرجع سمجھا گیا ۔

امیر عبدالرحمن خاں کا زمانہ ہے جس کی ہیبت سے درو دیوار کانپتے ہیں - خونین اور سرد اردن کا نام و نشان تک نہیں ملتا - جو سراٹھا دہ بار دوش زہا - جو گردن نکلی اڑائی گئی - مفورین ہند روس امیر یعقوب خاں - سردار ایوب خاں اور سردار اسحق خاں وغیرہ کے ساتھ خط و کتابت کا شبہ مرگ کا پروانہ تھا - انگریزی سفارت خانے کے اس پاس گویا عزرائیل پر پھوٹ پھوٹا تھا - کوئی نزدیک پھٹکا اور وہ پھپھٹا - ذرا سے

اشک پر کہ خارجی سلطنت کے ساتھ راہ درسم ہے ہزاروں آدمی راتوں رات موت کے گھاٹ اتارے جاتے اور قرمان میں یہ الفاظ صا در ہوتے کہ جہنم واصل کر دو اسی لئے امیر مرحوم کی تاریخ وفات ایک دلیہ ملتا ہے ”آتش دوزخ“ سے نکالی تھی۔ الغرض یہ دہشتناک حالات میں مشہور و معروف سرداروں کا جو امیر یعقوب خاں کے ساتھ قرا بت رکھتے اور ایک جگہ ان کے نزدیک انگریزی عملداری میں سکونت پذیر ہیں افغانستان میں معاہدات کا قصد بڑی ہی عالی ہمتی اور الوا العزمی وطن دوستی اور دینداری کا نشان تھا

# فصل سوم

## خاندان جلیلم کی وطن میں مرحمت اور درباری ملازمت

بیسویں صدی عیسوی کا سپیدہ دم ہے کہ یہ خاندان شام غربت سے کوچ کر کے کابل میں وارد ہوتا ہے۔ عرض راہ میں حکومت کی طرف سے استقبال شایاں ادا ہوتا ہے اور اعزہ و اکابران کی شان کے مطابق پزیرائی کرتے ہیں۔ غربت محبت اور تپاک سے ان کے رہنے سہنے کا انتظام ہوتا ہے۔ ان کا گھر بار اور املاک داراضی جو سرکار کے قبضے میں تھی واپس ان کے حوالے کی جاتی ہے۔ امیر عبدالرحمن خاں بڑا آدم شناس بادشاہ تھا۔ اس نے ان دونوں سرداروں محمد آصف خاں اور محمد یوسف خاں کو اپنے بڑے شہزادے کی مصاحبت پر مقرر کیا اور اس عہد و عہدے کو انہوں نے ایسا نبھایا اور نبھایا کہ باوجود شاہی تلون کے اس کے اخیر دم تک کوئی رخنہ اور خلل پیدا نہ ہوا۔

محمد سلیمان خان بن سردار محمد آصف خاں کو جو سردار زادوں میں سب سے بڑے تھے۔ بڑی ملکہ کے بیٹے سردار محمد عمر خاں کی صحبت میں رکھا تا کہ ان سے ہوشمندی سیکھے جو اس کی پیشانی میں مقدر ہی نہیں تھی۔ امیر حبیب اللہ خاں کے وقت میں آپ ملٹری

سکرٹری رائلٹک آفاسی نظامی ہوتے۔ پھر ہرات کے گورنر نائب الحکومہ بنے اور اپنی خاندانی روش کے مطابق روشن خیالی رعیت پروری اور صلاح و تقویٰ سے کام کرتے رہے یہاں تک کہ امان اللہ خاں کے جلوس پر آپ کو مجبوس کیا گیا مگر بعد میں وزیر معارف مقرر ہوئے۔ اس حیثیت میں بھی بڑی متانت ہمت اور علم دوستی سے اپنا فرض بجالاتے رہے۔ اخیر میں قلعہ و بدخشاں کے نائب الحکومہ ہوئے۔ رعایا اُن سے البتہ خوش تھی اور یہ حالت اس آیت پر عمل کرنے سے نتیجہ ہوتی ہے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ چنانچہ آپ نے حلت فرمائی تو دوسرا حصہ صادق آیا میرے بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

آپ کے رشید فرزندوں میں سے سردار احمد علی خان پہلے تو امان اللہ خان کی سلطنت میں بیکار رہے مگر آخر ضرورت کے وقت آپ کو غزنی کا حاکم مقرر کیا۔ انقلاب کے مصائب جھیلنے کے بعد آپ اول فرانس میں پھر لندن میں سفیر ہوئے اور اب وزارت معارف کے عالی منصب پر فائز ہو کر ملت کی ترقی کے مقدم مسائل میں مشغول ہیں۔ ان کے بھائی سردار علی شاہ خاں امان اللہ خاں کی حکومت میں منضبط طور پر تربیت پانے کے بعد کرنیل ہوئے اور اب عسکری ادارے میں سکرٹری ہیں۔ انقلاب میں آپ کی خدمات حیرت انگیز ہیں جو ان کو میرد کامرین بنی ہوئی ہیں جیسا کہ بیان ہو گا۔

ان کے چچا سردار احمد شاہ خاں امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں سرسپر پور ہوئے

دہزارہ میرزا دوس کے درباری افسر اگرچہ بڑی محنت اور شرافت سے ایفائے وظیفہ کرتے رہے مگر امان اللہ خاں کا سارا وقت ان سے کوئی کام نہ لیا گیا محض جھٹ کے فخر پر ڈھایا گیا۔ حسرت خدمت میں انقلاب کے منہ میں داخل ہوئے مگر خوش بختی سے جلدی نکل گئے کیونکہ بچہ سقائے آپ کو خام طعمی سے قاصد بنا کر یورپ روانہ کیا تاکہ وہاں سے سردار محمد نادر خاں کو آنے کی ترغیب دیں۔ اس زمانہ مصوبت کے گزرنے پر آپ وزیر دربار مقرر ہوئے اور شہزادہ محمد ظاہر خاں کے خسر بھی بنے۔ اس ازدواج کا نتیجہ ایک فرزند ارجمند ہوا۔ آپ نہایت سرگرمی سے اپنی گذشتہ عہد کی عطاات کی تلافی کر رہے ہیں۔

سردار محمد یوسف خاں کے بڑے بیٹے سردار محمد عزیز خاں کو امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں فارین سکریٹری (ایٹاک آفاسی خارجہ) کا منصب عطا ہوا۔ امان اللہ خاں کے وقت آپ فرانس میں سفارت کے مستشار اور طلبہ کے مفتش مقرر ہوئے۔ جہاں بڑی سختی سے ان کے اخلاق کی نگرانی فرماتے رہے۔ انقلاب کے بعد شاید اسی نازک خدمت کے عہد میں آپ کو برلن کے سفیر کی حیثیت میں ایک شقی القلب تعلیمیاتہ افغان نے شہید کر دیا۔ مجھے اس قاتل کے لڑکپن کا علم ہے کہ اس کی طینت میں قنوت تھی اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تربیت چھوٹی عمر کی عادات کو بدلے مرحوم سردار بہت صالح اور کریم نفس تھے۔ اہل ہند کی ہجرت کے ہنگامے میں آپ نے

بہت ہمدردی سے کام کیا تھا اور اس مجلس کے صدر تھے جو ہاجرین کی خبر گیری کے لئے قائم ہوئی تھی۔ موجودہ سلطنت میں آپ روس کے پایہ تخت میں انسانی سفیر تھے جہاں اپنا فرض نبوی ادا کر کے جرمنی کی سفارت پر مقرر ہوئے تھے۔

ان کے بھائی سردار محمد ہاشم خاں سردار شاہ ولی خاں اور شہ محمود خاں کا ذکر خود اس کتاب میں اکثر جگہ آئے گا۔ ابتدائی زمانے میں سردار محمد ہاشم خاں مسیور حبیب اللہ خاں کے دربار میں سرسروس مقرر ہوئے یعنی شریف زادوں کے ایک گروہ کے سرکردہ جو درباری خدمات پر متعین تھے۔ یہ خصوصاً بہرات کی افواج کے نائب سالار ہوتے تھے جہاں آپ نے بہت سی اصلاحات کیں خصوصاً سپاہیوں کو چوری اور ڈاکے سے روک کر قواحد جزیہ میں مشغول کیا۔ سردار شاہ ولی خاں پہلے حبیب اللہ خاں کے دربار میں رکاب باشتی محض رہے یعنی اسی سردار زادوں کے جو بادشاہی محبت میں رہتے افسر تھے۔ سردار شاہ محمود خاں کی خدمات سرخارین پوری کے عہد سے آئے آغاز ہوتی ہیں یعنی دربارین خانزادگی کے عہد سے ان کے بھائی کی ہمیشہ خدمت و تیرہ امیر حبیب اللہ خاں کے عقد نکاح میں آئیں اور سردار ہمدرد خاں باہمہ رشادت و شہ تامل حسنہ اس ازدواج کا گہرا یادگار ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی داد اور ان کے بھائی کی روشنی آغوش میں پرورش پائی ہے۔







# فصل چہارم

## امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں تاج خانہ کی ترقی و ترقی کرنیل برگڈیر اور کرنیل

سردار محمد نادر خاں بیس سالہ جوان ہیں اور یہ فوجی اور مائیل طفولیت سب  
ہندوستان میں گزری ہے۔ چونکہ بچپن سے انسانی محاربات کے قصے سن رہے ہیں جن  
میں یہ خاندان خود شریک رہا ہے محمد نادر خاں کو فوجی ملازمت کا خیال دامنگیر ہے۔  
جس کے حصول کے لئے وہ مستند اور کوشاں ہیں تاکہ نظر شاہانہ کے انتخاب میں  
آجائیں چنانچہ کابل میں پہنچنے کے دو سال بعد درباری رسالے میں کرنیل مقرر ہوئے  
ہیں۔ ان کے ماتحت سوار جو بادشاہی اردیوں کی حیثیت میں حاضر دربار رہتے ہیں۔  
مقوڑی مدت کی نئی انفری سے تمام فوج میں منظم اور ممتاز نظر آتے لگتے ہیں۔ اس  
منصب کے فرائض کو دو سال اتنی محنت و زحمت سے بحال آتے ہیں کہ بادشاہ اور  
اور معاصرین سب تحسین کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں برگڈیر کا تہہ نعل ہوتا ہے اور

تمنہ خدمت بھی عنایت کیا جاتا ہے۔ آپ درباری عسکر کا امتیاز رکھتے تھے مگر بجائے تفریش کی طرف میلان کے اس سے یہ فائدہ اٹھاتے رہے کہ بادشاہ کے قرب و جوار میں جولانے والے اشخاص جمع ہو کر اپنا خلافت ہنر و فن پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان سے فوجی معلومات فراہم کرتے سیاحوں سے استفسار کر کے نظامی امور ات کی ترقیوں سے آگاہ ہوتے اور ہر ممکن ذریعے سے حربی معاملات کی جدید ترین باتیں دریافت کر کے ان کو عملاً اپنے زیر دست افسروں اور سپاہیوں کو بتاتے۔

۱۹۰۹ء میں جب امیر حبیب اللہ خان نے ہندوستان میں سیاحت کی تو برگڈیر محمد نادر خان غنائندہ عسکری کی حیثیت میں ہمراہ کاہ تھے۔ نہ صرف افغانی دستہ فوج کو شاندار اور باوقار حالت میں دکھاتے رہے بلکہ انگریزی افواج کے اجتماع و تفریط کے نجات کو خود بھی بغیر اطمینان دیکھتے رہے جو پیشادروں سے کرا کر اگر تک آن بان کے ساتھ ٹالٹش کرتی تھیں۔ اس سفر سے جو سبق حاصل کئے ان کو یاد کرنے اور دہرانے کا موقع ہیک سال بعد افغانستان کے دورے میں ملا جو امیر موصوف نے بڑے ترک و احتشام سے سرانجام دیا تھا۔ قندھار ہرات غزنی ترکستان وغیرہ سب جگہوں کی چھاؤنیوں کا ملاحظہ اور فوجوں کا معائنہ کیا اور سارے نظام کے متعلق تفصیلت حاصل کر کے صدر مقام میں لوٹ کر اس کا اصولی اور اصلاحی انتظام شروع کیا۔ ہندوستان اور افغانستان کی سیر و سیاحت میں جو جدت و فعالیت

آپ سے ظاہر ہوئی۔ اس کے اجر میں دو سال کی لگاتار مشقت و مساعی کے بعد جرنیلی کام ترے عطا ہوا۔

افغانستان میں ضرب الثقل ہے کہ فوج چڑیا کی مانند اگر مضبوط پکڑی جائے تو چیخ اٹھتی ہے اور ڈھیلی چھوڑی جائے تو ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ جرنیل محمد نادر خاں اسے آراستہ و پیراستہ کرنا چاہتے ہیں جس کے لئے قواعد و ضوابط کی عملی رجحانات لازم ہیں۔ چونکہ دوسرے افسر بھی رجحانات میں اور ان کی فوجیں آرام سے دن بسر کرتی ہیں اس لئے ان کے قریب ہی انہی کے بھائی بند ضبط و دربط سے طبعاً بگڑتے ہیں پھر بعض فوجی دستے مثلاً پلیٹن محمدی اور اردل سینہ زوری اور خود سری میں مشہور تھے۔ دیرینہ خدمات کے سبب جن کی روایات تازہ رکھتے نئے افسروں کی اطاعت سے جی چراتے۔ اسی طرح قومی پلیٹن جو دشمن کے مقابلے میں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرتے بغیرت سے لڑتی تھیں امن کی حالت میں ذرا سی تحریک پر بغاوت پراتی تھیں۔ ان پر نئی تعلیم و قواعد کا بلو جھنق تھا جہاں کو سہ تالی او بلوے پاکستان تھا۔ سعدی نے عسکری نصائح میں فرمایا ہے کہ ننگ ایش دور رفتن زیر بار و بچنگال دشمن اسیر۔ مگر افغانوں کی خصوصیات میں کسی قدر دوسروں سے تفاوت ہے۔ اس لئے سب مفید اور معزز جمعیتیں اصلاح نظام کی سدا رہ تھیں جو ہمارے نوجوان جرنیل کو کھٹکتی تھیں اور ایک وقت آئے گا

کہ ان کو آہستہ آہستہ برطرف کر کے ان کی بجائے ایسی سپاہ بھرتی کر لیا  
جو تربیت پذیر ہو مگر ابھی اختیار و استطاعت نہیں اس لئے حزم و احتیاط سے  
کام لیتا ہے۔ بتدریج کہنہ گروں کو دوسری پلٹنوں میں یکویہرتا ہے تو وہاں بھی تکبر و  
رعوت کا بیج بوستے ہیں اس لئے موقع پا کر موقوف کرتا جاتا ہے۔ قومی دستوں میں  
دوسرے قبائل کے آدمی داخل کئے جاتے ہیں اور سپاہیوں میں چہ میگوئیاں  
ہو رہی ہیں۔

اس مشکل کے علاوہ سخت تر رکاوٹیں بھی ہیں۔ اول خود بادشاہ کا مزاج نازک  
ہوتا ہے اور پھر بادشاہوں میں فرق بھی ہے چنانچہ کابل کے ایک آزمودہ کار بورڈ  
نے نصیحت کی تھی کہ امیر عبدالرحمن خان بادشاہ تھا اور امیر حبیب اللہ خان شہزادہ۔  
لوگ اُس کے خوف کھاتے تھے حالانکہ اس سے ڈرنا چاہئے۔ اس نے نشیب فراز  
کا تجربہ نہیں کیا کیونکہ بادشاہ کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ علاوہ برآں اس کا بڑا بیٹا  
جو غالباً ولی عہد بھی ہے فوج کا افسر اعلیٰ ہے اور اس میں وہ شہزادگی ہے جس سے  
جرنیل کی سپہ سالار بھی رزتا ہے حالانکہ وہ اس کا نانا ہے۔ ایک دفعہ اس نے  
خوش خلقی کی تاکید کی۔ جواب ملا کہ بس سپہ سالار تاملی نہ کر۔ اس نے کہا یہ لو کلاہ اور  
تدوار فرمایا کہ تو ایک کتنا نہ سہی دوسرا۔

جرنیل محمد نادر خاں کو نہ صرف اس شہزادانہ ذریعہ جنگ سے پالا پڑا تھا بلکہ اس کے

ایک چھوڑ کر نیل محمد دسامی سے بھی سابقہ تھا جو بحیثیت شہزادہ کے استاد کے پہلے  
 سانپ تھا تو اب اُٹا کر ڈرتا تھا۔ اس نے مکتبِ حرمیہ کو ایک مندر بنا رکھا تھا اہل  
 چھوت کے لحاظ سے مسلمان تو پاؤں نہیں دھر سکتا تھا۔ بجائے معاشرت کے  
 محمد نادر خاں کے ساتھ بے اعتنائی کا سلوک کرتا اور ترکی فنِ جنگ کو اپنی خاص ملکیت  
 سمجھتا۔ پھر خالہ بی کی طرح شیر کو درخت پر چڑھنا سکھاتا۔ پھر بھی بعض سپاہیوں  
 میں چھپ کر اس کی قواعد کے نکتے دیکھتے اور جرنیل کو بتاتے جس سے عام سپاہ  
 میں ایک نئی بات مروج ہو جاتی بغیر آپ بڑی تدبیر و دانشوری سے سب مزاہمتوں کو  
 عبور کر کے اپنے کام کی دھن میں لگے رہتے اور تمام ذرائع سے قدیم و جدید جنگی طریقوں  
 کو فوج میں رواج دیتے تاکہ ایک مکمل فوج پیش کیا جائے اور وہ سارے افغان لڑنا  
 کے لیے سر مشق ہو سکے۔

## فصل پنجم

### سمت جنوبی کی پہلی بغاوت اور جنرل محمد نادر خاں کی پہلی فتح

جب جنرل صاحبِ حق کی آراستہ ٹیگوں میں مصروف تھے سمت جنوبی کی وہ بغاوت شروع ہوئی جو اگرچہ ان اطراف میں نئی چیز نہیں تھی مگر ہماری تحریر کے تحت بارے پہلی اہی جائے گی کیونکہ اس سے قبل ہمیں ہرگز کان نہیں اور بعد میں اسکی مانند اور حوادث پیش آتے رہے جو قلمبند ہوں گے۔ یہ پہلا واقعہ سن ۱۹۱۰ء میں ہوا۔ امیر حبیب اللہ خاں کی بارکزائی لکھ معظمہ کے رشتہ دار اس طرف حاکم تھے محمد اکبر خاں خوست میں۔ خواجہ محمد خاں جاہی میں اور دوسرے محمد خاں گردیز میں۔ سب کے سب اپنی اپنی جگہ محصور ہو گئے بلکہ باغیوں نے کوئل تیرہ پر قبضہ کر کے پایہ تخت کے ساتھ ان کی آمد و رفت اور مراسلات بند کر دیئے سمت جنوبی کی فوج عاجز آگئی اور امیر جو اس وقت جلال آباد میں تھے سمت مشرقی کے قبیلوں کو مقابلے کے لئے آمادہ کرنے لگے کیونکہ فوجی مقادیر سے ان کو ایک گونہ

ماریوسی ہو گئی تھی۔

میں اس وقت مجملہ اپنے رفقا کے شاہی قید میں تھا اور چونکار دلیوں کی ٹلٹن ہم پر پہرہ دیتی تھی اس لئے فوجی بچل کی ہم کو پوری آگاہی ہوتی تھی۔ سمت جنوبی کی بنگلو جب شدت پکڑ گئی تو اس کا اثر ہم پر یہ پڑا کہ ہمارے دروازوں کی زنجیریں جھک گئیں پھر بھی ڈاکٹر عبدالغنی نے جو ہماری مجلس اصلاحات کے صدر تھے ایک مضمون لکھ کر ہندوستان کے اخباروں میں شائع کیا جس کا حاصل یہ تھا کہ اگر امیر ہماری تجاویز کو منظور کر لیتے تو یہ نوبت نہ پہنچتی۔ ہر قوم وقبیلے سے نمائندے دربار میں موجود ہوتے اور وہ اپنی اپنی شکایات پیش کر کے وقت پران کو رفع کروائے۔ سمت جنوبی کے متعلق یہ سنا جاتا تھا کہ وہاں کے باشندوں نے بنگلہ راجہ فضل بیگ کو کوئی بھی عرض تقدیم نہ ہوتی آخر تنگ آ کر انھوں نے تلوار پر ہاتھ دھرا۔

حاکم سرطکیں ہوتا تھا اور سرکاری عمارت میں رعایا سے کام لیتا مگر یہ سب بنگار پر ہوتا اور مزدوری دی نہ جاتی۔ فوجی اور سرکاری مطالبوں کے لئے چارہ وصول کیا جاتا اول تو اندازے سے دیا دہ لیا جاتا پھر نرخ سے دس حصے کتر قیمت دی جاتی۔ اسی طرح گداموں میں جمع کرنے کے لئے غلہ اور جنس رعایا سے حاصل کیا جاتا اور اس کی قیمت ادا کرنے میں لیت دہل ہوتی۔ ان تجاویزات سے عوام میں شورش پیدا ہوئی اور اشتعال کے لئے ایک دو تائیں اور روٹھا ہوئیں۔ بعض افغان قبائل میں ختنے کی رسم سے



اس لئے پربہیز کی جاتی تھی کہ دیرینہ دشمن نانی کو طمع دے کر استرے میں زہر لگوا دیتے تھے۔ حاکم نے اچھائے سنت کے لئے سرکاری جہازوں کو مقرر کیا جن کی شکل دیکھ کر لڑکے پہاڑوں پر جا چڑھتے تھے۔ کشمیر کی طرح افغانی عورتیں بھی ایک لمبا پیرا بن ٹخنوں سے نیچے تک اوڑھتیں اور اس کے اندر از انہیں ہنپتی تھیں۔ متدین حاکم نے پاجامے کی تکلیف روا رکھی جس سے مردوں اور بچوں کے سوا عورتوں کو بھی حکومت کے خلاف بھڑکایا۔ فرصت پا کر بعض دولت مند لوگ مثلاً جاندا دھاں مع اپنے جرابیٹوں کے جو گھوڑوں کے سوداگر تھے سرغنہ بن گئے اور ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ یہ سب کے سب سپاہی اور اپنے گھروں میں تھے، فوج دوسرے علاقوں سے بحیثیت مسافر کے وہاں متعین تھی آنا فانا مغلوب و مرعوب ہو گئی۔

جب امیر فوج منظم کی طرف سے ناامید تھے تو جرنیل محمد نادر خاں نے درخواست کی کہ میں اس دستہ فوج کو لے کر جس کی آراستگی میں کئی سال سے منہمک ہوں بلخیوں کی سرکوبی کو اپنے ذمہ لیتا ہوں تو پہلے ذرا تامل سے سنی گئی مگر ان کے اصرار پر بادشاہی منظوری مل گئی۔ چونکہ اس عہد میں یہ پہلا محاربہ تھا اور اس کی تیاری کے لئے پہلے کوئی آمادگی نہیں کی گئی تھی اس لئے لازم جنگ اور رسد رسانی کے ہتیا کرنے میں تاخیر پیش آئی۔ مگر جرنیل موصوف بڑی جدوجہد سے جلدی روانہ ہو گئے اور ایک طرف فوجی نقل و حرکت اور دوسری طرف کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا دوسری جانب سمت

جنوبی کے باشندوں کے نام خطوط اور اشتہارات ارسال کئے جن میں ان کو بتدیہ کی گئی کہ شرارت سے باز آئیں تو حکومت ان کے گزشتہ اطوار سے درگزر کرے گی ورنہ توپوں کے ذریعے سے سزا دے گی۔ اگر کوئی غلط فہمیاں ہوں تو ان کو دودر کرتے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ ان تحریروں میں دینی اور ملی جذبات کی طرف اشارہ کیا گیا اور نوٹ طریقے سے صلح و امن کی ضرورت بتلائی گئی مگر قبل اس کے کہ یہ ابلاغ ہو طلاع ملی کہ باغیوں نے پیش قدمی کر کے کوئل تیرہ میں مستحکم مقامات بنا کر پانچ چھ ہزار آدمیوں کو شہنشاہ مارنے کے لئے اکٹھا کیا ہے۔ ان کے ارادے کے اجراء سے پہلے راتوں رات پہاڑی توپوں کو گھائی ٹی پر چڑھا کر صبح ان پر حملہ کیا گیا جس میں تین سو تلفات دے کر دشمن بھاگ نکلا۔ یہ جرنیل محمد نادر خان کی پہلی فتح اور باغیوں کی پہلی شکست تھی جو اب تک لگاتار کامیابیوں کے نشے میں آگے بڑھتے چلے آتے تھے۔ حتیٰ کہ عنایت اللہ خان معین السلطنہ اغلب دلی عہد اور وزیر حرب نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر وہ اسی طرح گستاخانہ اقدام کرتے گئے تو ہم انگریزوں کو کہیں گے کہ پیچھے سے ان کے گھروں میں گھس کر ہمارا بدلہ لیں۔

ہمارے جرنیل کی مہمیت اس اول مظفریت سے پھیل ائی کہ اکثر قبائل مطیع ہو گئے اور جن کی نیت خراب تھی وہ پہاڑوں پر جا چھپے۔ جانا دخال کا قلعہ تسخیر ہو گیا جس سے بہت سا غلہ ہاتھ لگا۔ اس کی احمد زائی قوم اور نیز مینکل کے بعض ملک حاضر ہو کر

فرمانبرداری کا دم بھرنے لگے۔ جرنیل صاحب نے ان تحریروں کے علاوہ جو تمام سطحات میں شائع کی گئیں لوگوں کو جمع کر کے اطاعت و اتفاق کی نصیحت کی اور پھر کوچ کر کے گردیز میں جا مقیم ہوئے جہاں سے خوست حاجی اور جدران وغیرہ میں قاصد بھیج کر فوج کو تفرص سے منع کیا اور جرگے منعقد کر کے مصالحت کی تجویز کی۔ پالونیر نے اس کے متعلق ایک مضمون لکھا جس میں طنز سے یہ بیان کیا کہ افغانی جرنیل اپنی قدیم جنگی عادت چھوڑ کر برطانوی تہذیب سے دشمن کو تابع بنانا چاہتا ہے۔ اسے ابھی معلوم نہیں تھا کہ جرنیل اپنے ذاتی کام سے اس دشمن کو ایسا رام اور معتقد بنائے گا کہ خود انگریزوں کے مقابلے میں کبھی اس کے کام آئے گا اور اگر لڑائی سے متفاد کرتا تو باغیوں کے مقتولین اس کے اپنے آدمی ہوتے اور کینہہ جہانسلوں تک باقی رہتا۔

ان صلح جو یا زکوشتوں کا فہرہ جلدی حاصل ہو گیا۔ سب رہنایا خوش ہو گئی۔ ان کی شکایات سنی گئیں۔ انھوں نے نائب و نادم ہو کر جو چھاندنیاں اور سرکاری عمارات منہدم کی تھیں ان کو دوبارہ آباد کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ جو مفسد و مجرم جنگلوں میں پناہ گزیں ہو گئے تھے ان کو گرفتار یا حاضر کرنے کا ذمہ لیا۔ جرنیل صاحب کے ساتھ سمجھوتہ کے سات سو تیس آدمی دربار میں پیش ہوئے کو آئے جن میں ایک سو سے زیادہ ملکوں اور خانوں کے بیٹے تھے جو ریغال ہونے کے علاوہ اس مقصد سے لائے گئے تھے تاکہ مکتب میں جو خاص انہی کی خاطر تاسیس کیا جائے گا تعلیم و تربیت سے بہرہ ور

ہو سکیں۔ ایک کرشمے سے دو کام لئے گئے۔ وہ بطور ضمانت کے رکھے گئے جس کا اظہار نہیں کیا گیا اور والدین اسے اپنا خیر سمجھتے تھے۔ نیز آئندہ اپنی اقوام کو علم و عرفان سے متورہ کر خبردار و بیدار کریں گے۔ بانی مکتب علاوہ معینہ پرداخت کے صبح و شام وہاں جاتے اور طلبہ کی ترقی و ترقیع کے متعلق تحقیق کرتے جس سے البتہ بہت جلدی کامیابی کی صورت نظر آنے لگی۔

زمانے کی گردش کا ایک غیر متوقعہ چکریں پھر کہ جب امان اللہ خاں نے مشروع سلطنت میں اس سوسہ کو موقوف کر دیا تو اس کے تعلیمیاتہ طلبہ بیکار۔ پھرتے نظر آئے۔ جب جنرل شاہ محمود خاں سمت جنوبی میں حاکم مقرر ہوئے تو اپنے خاندان کی روشن روایات کے مطابق انھوں نے وہاں بیس تے مکتب کھولے۔ چونکہ اس علاقے میں صرف پشتو زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ہمارے پاس صرف فارسی جانتے والے معلم موجود تھے تو ملک زادوں کے قدیم مکتب کے فارغ التحصیل نوجوان اس آئے اور انھوں نے بڑے موزوں اور ہمدردانہ طریقے سے اپنی قوم کے بچوں کو سنبھالا اور سدھارا۔ کبرطے کے لاث ٹھکانے لگی۔ رست آمد کو ترپشتے راکھد۔

جنرل محمد نادر خاں علاوہ ان اطلاعات کے جو محاربے اور فوجی وقوفی کارڈائیوں کے متعلق راساً علیحضرت کی خدمت میں ارسال کرتے تھے وقتاً فوقتاً سراج الاخبار

میں بھی مقالات بھجواتے تھے اور آخر اپنے تمام حالات اور محرکوں اور جڑگوں کی مفصل کیفیت بھی اس میں درج کرائی۔ خود کابل کے اخبار نگاروں میں اس کے نامہ نگاروں کی طرف سے بھی اکثر مضامین نشر ہوتے رہے جس سے سمت جنوبی کی اس بنیاد اول کا پورا حال معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس قدر دشوار مرحلہ تھا جو جرنیل صاحب کی بہت دشجاعت سے نہایت خوش اسلوبی اور کامنگاری سے طے ہوا۔ بادشاہ اور ملت اس فتح پر نہایت مسرور و تشکر ہوئے چنانچہ جرنیل صاحب کا استقبال جس دھوم دھام سے کیا گیا اس سے ملی فرحت کا قیاس ہو سکتا ہے اور امیر حبیب اللہ خاں نے جس عزت و محبت سے ان کو باریاب کیا اس سے بادشاہی سرشت دمائی کا سراغ ملتا ہے۔ محمد خان اپنے خاندان جلیلیہ کی وجہ سے تو سردار تھے ہی اب منصبی اعزاز میں ان کو سرداری کا لقب عنایت ہوا اور تین نائب سالاری کا بلند عہدہ ملا جو دربار کے ساتھ مربوط ہونے کے سبب اور اتقار کا موجب ہوا۔ سردار محمد خان نے جیسا کہ شرفا کا قاعدہ ہے بلاتاخیر ان تمام افسروں کو جنھوں نے محنت و مجاہدت کا ثبوت دیا تھا اپنی مانند تھے دوائے اور ایک درجہ ان کے منصب میں بڑھوایا۔ عام سپاہ کو بھی بخشش دی گئی تحسین نامہ اور انعامات تقسیم ہوئے۔ قبائل کے ارکان و افراد کو بھی جنھوں نے آپ کی ہدایات کی تعمیل کی تھی فخرہ جلیقیں اور نقد صلے ملے اور یہ مشکل منزل کمال خوبی اور نیکنامی سے انجام کو پہنچی :

# فصل ششم

## سردار محمد نادر خاں کی فوجی اصلاحات

نائب سالار صاحب نے ملک زادوں کے مکتب کی مثال پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان خالص افغانی نسب لڑکوں کے ہم پلہ ایک اور قوم کے بچوں کو بھی آغوش تربیت میں لیا جو نئی مسلمان ہوئی تھی اور جن کا ملک اس لئے کافرستان سے نورستان موسوم ہوا تھا۔ ملک زادوں کی طرح اس مکتب جدید الاسلام میں بھی طلبہ کی اقامت اور کھانے کا انتظام سرکار کی طرف سے ہوتا اور اسکی نگرانی بھی نائب سالار صاحب خود تھیں۔

نتیجہ سے کرتے۔ مکتب جدید کے مسند یافتہ نوجوان ان مکاتیب کی سرکاری اور مدداری پر مقرر تھے اور چونکہ آپ کو ہندوستان کے ساتھ دلی رابطہ تھا ہندی معلموں کو جنہیں ایک پراور جنہوں نے انگریزی فوج میں ملازمت کی تھی ان کو قواعد سکھانے پر لگایا۔ تھوڑے عرصے میں جدیدی نوجوان فن سپاہگری سے واقف ہو کر چھوٹے افسروں کے عہدوں پر نکلنے لگے اور امتحانات میں امتیاز کے موافق تھوڑا داری سے لیکر عہد داری تک انکو دی گئی تھی۔

تجربہ پسند یہ اس کے اہل ثابت ہوئے رہے۔

مکتب حربیہ ایک بغدادی مدیر کے ماتحت جس کی تنگ نظری اور خود سری کی طرف اشارہ ہوا ہے ۱۹۰۸ء سے قائم ہو چکا تھا۔ اب نائب سالار صاحب نے تفتیش کر کے اس شخص کے خلاف بہت سے امور جو فتنہ خیزی اور ملی احساسات سے مغاثر تھے دریافت کئے جن کی پاداش میں وہ افغانستان سے ذلیل ہو کر اخرج کیا گیا۔

فَلَنَنْدِقَهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّ هُمْ يَرْجِعُونَ

یہ مدبرِ امان اللہ خان کی واسطت سے پھر بلایا گیا مگر مکتب حربیہ میں سردار محمد نادر خان نے اسے واپس نہ لیا اور دوسرے ترک افسروں کے ذریعے سے فوجی تعلیم جاری رکھی۔

بیسویں الٹی اور ضابطہ نوجوان یہاں سے فارغ التحصیل ہو کر سپاہ کی رہنمائی پر مامور ہوئے یہاں تک کہ امان اللہ خان کے عہد میں پھر اسی محمود سامی کا ستارہ چمکا وہ جرنیل پاشا کی مرتبت میں دوبارہ باخلاقیوں اور فسادات کا مرتکب ہوتا رہا مگر اس کا مواخذہ نہ ہوا حتیٰ کہ علاوہ افعالِ شنیعہ کے ایک شاہی خاندان کے متعلم کو چھڑیوں سے مار ڈالا پھر بھی بکڑا نہ گیا۔ جیسا محمد نادر خان نے نائب سالار کی حیثیت میں اسے مجرم ثابت کر کے سزا دلوائی تھی آخر بادشاہ کی بمنزلت میں مجلسِ تحقیق کے ذریعے اس کے مزید جرائم کی جزا میں اسے قطعی کفر کردار کو پہنچایا اور مکتب حربیہ کو اپنے معتمد اور صلح جو انوں کی مدبری میں منتقل کر کے سرسبز نیمہ فیضان و معدن شجاعت بنایا۔

پھر عام سپاہ کی طرف تفتیش ہو کر نائب سالار صاحب نے حتیٰ الوسع انکے

تمام امور اس میں اصلاحیں نافذ کیں۔ پہلے ان کی تنخواہ میں جو دس روپے ماہوار اور غیر کافی تھی دو روپے کی ہنس زونی کرائی اور اس میں سے چار روپے ماہوار کا غلہ اڑاں نرخ پر سرکاری گداموں سے سپاہیوں کو دلوا دیا۔ پھر ان کے لباس کی تعمیر و تزئین کا انتظام کیا۔ چھانڈنیوں کو صاف اور آراستہ کر کے ان کے نزدیک بازار کھلائے۔ قلعہ کے لئے میدان ہموار کرائے۔ مساجد بنوائیں۔ اور ان میں امام مقرر کئے۔ الغرض ہر جہت سے عسکر میں ترقی و تازگی کے آثار نمودار ہو گئے اور پستی و چالاکی کی روح بھونک نکلی۔

نائب سالار محمد نادر خاں کی خدمات جبرستہ ایسی ممتاز تھیں کہ اب ان کے لئے سپہ سالاری کا منصب بلا مقابلہ احد سے لازمی حق تھا چنانچہ امیر محمد خاں سپہ سالار کے ضعیف اور ہمیشہ مریض ہونے پر ان کو بھی اسی تنخواہ پر رکھ کر امیر حبیب اللہ خاں نے ان کی بجائے سردار محمد نادر خاں کو سپہ سالار مقرر فرمایا جو اب اختیارات کی وسعت پاکر پیش از پیش سعی و کوشش سے عساکر کی تنظیم و تسلیح کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو امور آپ کی اصلاح کے اول طالب ہوئے ان کی مختصر فہرست یہ ہے :- مرکزی اور تمام ملک کی افواج کے بجٹ میں تعدیل و ترمیم۔ انفرس کی تبدیل و ترمیم۔ ہر عسکری حصہ سے فوری رپورٹ کے علاوہ پندرہ روزہ طبائع طلب کرنا۔ اسلحہ اور لوازم حربیہ کا ہتھیار۔ ارکان حربیہ عمومیہ کی تشکیل۔ امور تقلید اور



رسد رسانی کی تکمیل تنخواہ کی طرف سے سپاہ کا اہلناں۔ حاضری خصمت وغیرہ کے قاعدے۔ فوجی شفا خانے اور حفظِ لصحت۔ ورزشوں اور کھیلوں کا انتظام۔ ہفتہ وار پریڈوں کا اہتمام۔ اسلحہ کی فیکٹری میں ترقی۔ چھاؤنیوں کی تعمیر اور سرحدات میں ٹھانوں کا قیام۔ محاکماتِ حربیہ کی نگرانی۔ محاربہ کی چھتیں کھولنا اور خبر رسانی کو عام کرنا۔ عسکری کتب خانہ اور دارالترجمہ کی بنا۔ عسکری لواحق اور اوراق کا نشر کرنا۔ محاربے کی مختلف صورتوں کے نقشے کھوانا۔ افسروں اور ماتحتوں کے فرائض و تکالیف کی تفصیل محارب غیر محارب اور عسکری صنوف کی ترتیب۔ مصنوعی لڑائیوں کی تیاری۔ گھوڑ دوڑ اور فوجی ورزشوں کے مسابقتی۔ مجالس تفتیشیہ کا تقرر۔ بوڑھے اور ضعیف افسروں اور سپاہیوں اور نیز مفسد و بد اخلاق اشخاص کی برطرفی اور ان میں سے لائق خدام کی قدردانی پنشن یا زمین کی بخشش سے۔ نئے سپاہی بھرتی کرنے کے ضوابط جن کی رد سے تین سال کے بعد پہلے فارغ اور ان کے عوض دوسرے داخل ہوں اگرچہ افغانستان ایک عسکری ملک ہے اور تمام ملت جو بوڑھوں اور عورتوں پر بھی مشتمل ہے فنِ سپاہگری سے واقف ہے مگر پھر بھی منضبط لشکر ایک علیحدہ چیز ہے چنانچہ امیر حبیب اللہ خان نے سراج التوائیج میں نوٹ لکھا ہے کہ ہمارا جو بچہ سیکھنے نے شاہ شجاع کی مدد کے بہانے پر جو فتح پانی اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ نیپولین کے سقوط پر اس کے دو تین آدمی سکھوں کی فوج کو مرتب کرنے پر مقرر ہوتے تھے۔

پیرا لار محمد نادر خاں اس نکتے سے آگاہ تھے اس لئے آپ کی تمام تر مساعی  
 عسکری انضباط پر صرف ہوتی تھیں۔ شیکسپیر نے نقل کیا ہے کہ امن کے زمانے  
 میں بزدل اور ڈرپوک اشخاص کی پرورش ہوتی ہے۔ بہادر اور قومی لوگ تجربے  
 سے بے بہرہ رہ کر اڑے وقت پر کام نہیں آتے چنانچہ امیر عبدالرحمن خاں کے عہد  
 سے ایک نسل کا زمانہ صلح میں گذرا تھا جس کے تقاضے سے فوج کی طرف کما حقہ  
 التفات نہیں ہوئی تھی۔ سردار محمد نادر خاں نے منگل کی بغاوت میں اس خچم نقص  
 کو محسوس کیا اور تیب تین ہزار عسکر کے اغرام میں دیر لگی تو اگرچہ آپ کی ہوشمندی  
 اور وقت کے مطابق روش سے لشکر کشی مظفریت میں نتیجہ ہوئی مگر آپ نے تمام  
 نقص پر علم آدری کر کے ان کو رفع کرنے کی ٹھان لی اور باوجودیکہ قہقنائی سلطنت  
 اور دوران حکومت عیش و طرب کی جانب بہائے لئے جاتا تھا مگر آپ نے موج کے  
 مخالف بلکہ پہاڑی اور پناہ کی طرف صمود کیلئے ہاتھ پاؤں مار کے فوج میں وہ ترقیاں  
 ظاہر کیں جن سے وہ بڑی سے بڑی قوت کے ساتھ ذور آزمائی کے لئے آمادہ ہو گئی۔

# فصل ہفتم

## جنگ یورپ اور اس سے ضمنی استفادہ

اس اثنا میں جنگ عظیم جس میں دیکھتے دیکھتے تقریباً سارا جہاں صف آرا ہو گیا  
 افغانستان پر بھی اپنا اثر کئے بغیر نہ رہی۔ انگریز اور روس جو چندے قبل متحد ہو  
 کر افغانستان کو آپس میں بانٹنا چاہتے تھے حتیٰ کہ بدخشاں کی طرف افغانی سرحد  
 میں روسی مداخلت عملاً شروع بھی ہو گئی تھی اپنی اپنی اور باہمی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے  
 سردار محمد نادر خاں کی محنتوں کا نتیجہ تھا کہ جس جزیرہ در قد میں یہ روسی قبضہ عالمگیر  
 لڑائی کے سبب اٹھ گیا تھا جب امان اللہ خاں کے وقت پھر رونما ہوا تو عسکر  
 اس قابل ہو گیا تھا کہ مقابلے کے لئے حرکت کرے اور روس اس آمادگی کو ملحوظ  
 کر کے دوبارہ مجبور ہو کر دریائے آمو کے درمیان قدم جما کر پھر اس جزیرے سے  
 پاؤں باہر ہٹائے۔ قطبی ریچھ کی متعزنا نہ اوضاع میں یہ پہلے جمعیت کے واقعات  
 بیس در نہ جہاں کہیں اس نے اپنا جسم جیتہ گھسیٹا ایسے پنجے گاڑے کہ پھر سمجھیے  
 پہلے کا نام نہیں لیتا تھا۔ سمرقند بخارا اور خیوا اسی طرح اس کے شکار بنے۔ انگریزی

امور خارجہ کا شیرہ چند اعترافات سے ڈراتا دھمکاتا رہتا مگر کبھی وسط ایشیا کے صیادوں کو چھڑانہ سکتا۔ آخر دو نوئے ملکر ایران اور افغانستان کے حصے بخرے کرنے کی ٹھانی۔ کوہ ہندو کش در فاصل قرار دی گئی اور ایک طرف روس کا اور دوسری جانب انگریزوں کا خلعہ نفوذ ٹھہرا۔

یہ زمانہ تھا کہ چند حساس اور باحمیت افغان جوانوں نے ایک مجلس قائم کی جس کا مقصد اندرونی اصلاحات کے علاوہ یہ بھی تھا کہ افغانستان کو بیرونی اثرات سے محفوظ رکھے چنانچہ اس مجلس نے جو عرفیہ امیر حبیب اللہ خاں کی خدمت میں تقدیم کیا اس میں یہ عبارت تھی کہ سیاسی ابر ملک پر چھائے ہوئے ہیں۔ شمال اور جنوب دونوں طرفوں سے گھٹائیں اٹھ کر مطلع کو تیرہ و مار کر رہی ہیں۔ ملت افغان کو متفق ہو کر مدافعت پر کر بانہ دھنی چاہئے اور جب تک مفسد اور ظالم دست دراز یوں سے باز نہ آئیں۔ شہوت خوریوں سے دست بردار نہ ہوں اور خود غرضی سے اور آزارِ خلق کے کنارہ کشی اختیار نہ کریں اتفاق کی صورت نہیں بندھ سکتی۔ افغانستان کے مطلق العنان بادشاہوں میں سے امیر حبیب اللہ خاں کو تاریخ میں یہ پہلا موقع پیش آیا جو موجودہ اسلامی ممالک میں اس سے قبل مشکل دکھلا چکا تھا کہ ملت کی طرف سے اصلاحات کا مطالبہ ہو۔ اگرچہ بادشاہ بگڑا کیونکہ رعنا نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد اور پھر بات بھی وہ جوان کی شخصی آزادی کو ٹھیس لگائے مگر اس کا اثر ہوئے بغیر نہ رہا۔ ہم لوگ قید میں ڈالے

گئے اور بعض قتل بھی ہوئے مگر امیر نے خارجی احتیال کو رد کیا۔

ہمارے مصلحانہ مقاصد سے متاثر ہو کر سردار محمد نادر خاں اگرچہ بادشاہی عقیدت مندی میں ثابت قدم تھے مگر ہمارے ساتھ بھی ہمدردی کرنے لگے اور یہ ہمارے گیارہ سال کے عرصہ رنجوسیت میں مہربانی اور امداد کے سلوک سے ظاہر ہوتی رہی جو ان کی نینگ نیلتی حق پرستی اور ملت دوستی کی صریح دلیل ہے۔ اسی طرح جنگ عظیم کے چھڑنے پر جب ہندوستان سے چند نوجوان معلم کالجوں سے بھاگ کر کابل میں وارد ہوئے تاکہ افغانوں کے ساتھ شامل ہو کر ہندوستان میں فاسحانہ مرجعت کریں اور وہ اپنی امیدوں کے خلاف نظر بند کئے گئے تو ان کے ساتھ بھی سردار محمد نادر خاں نے شفقت اور مراعات کا معاملہ کیا جس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور ان کے ساتھی ایسے ان کے گرویدہ ہوئے کہ جاں نثاری کی خدمات پر اجدازاں اقام کر کے آخر موردا نفاذات بنے۔ اسی طرح خیر الدین ترک جو افغانی ملازم تھا سرحد میں جا کر آزاد افغانوں کو انگریزوں کے برخلاف اکساتا ہوا پکڑا گیا اور واپس لایا جا کر حراست میں رکھ لیا تو اس کے ساتھ الطاف کا برتاؤ کیا۔

اب دول متحاربہیں سے ترکوں اور جرمنوں نے کاظم بے خان ہینگ مودی برکت اللہ اور راجہ ہندہ پرتاپ کو افغانستان میں بھیجا تاکہ امیر کو لڑائی میں شریک

ہونے کی ترغیب دیں۔ دوسری طرف انگریزوں کی یہ کوشش تھی کہ افغان ان کے ساتھ ملیں یا انقلابی طرف رہیں چونکہ وہ امیر کو پہچانتے تھے اور حضرت صاحب چار باغ وغیرہ کو ہاتھ میں لا کر اپنا بنا چکے تھے۔ اس لئے انھوں نے اطمینان سے اپنی تمام فوجیں فرانس اور عراق کی جانب روانہ کر دی تھیں۔ یہ اطلاع افغانستان میں پہنچی کہ صرف گیارہ بارہ ہزار عسکر ہندوستان میں موجود ہے۔

جنگجو لوگ بیتاب ہوئے۔ غنیمت کا پنجاب انتخاب سہفت کشور اور کشمیر جنت بے نظیر تو احمد شاہی افغانوں کا ترکہ ہی سمجھا جاتا تھا۔ اب افغانستان بندرگاہ کے بغیر خانہ بے در تھا۔ اس لئے کراچی قبضے میں ہونی چاہئے۔ پھر فرصت ملا تو یہاں لگیں گی۔ اب انگریز دوسری طرف مصروف ہیں۔ اگر ہم ہندوستان پر چڑھائی کریں اور انگریز مقاومت کریں تو ضرور ہے کہ مقامات مقدسہ سے افواج واپس بلائیں اور یہ بھی عین مراد ہے۔ ترک بھائیوں کی امداد ہوگی۔

ان باتوں کو بعض لوگ خیالی پلاؤ سمجھتے تھے اور جوانوں کی امنگوں پر پانی پھیرنے کے لئے بخارا کی کہانیاں سناتے تھے کہ جب روس نزدیک آگیا تو امیر نے مجلس مشورت منعقد کی۔ ایک ملا نے کہا ان کی ریل کی پٹری پر صابون مل دیں گے جس سے مع فوج کے وہ پھسل پڑگی۔ دوسرے نے رائے دی کہ اندیشے کا مقام نہیں ہے اگر یہاں ابھی گیا تو کچھ مدت کے بعد گھر یا آئے گا اور واپس چلا جائے گا۔

حب الوطن من الایمان آخر وہ اسپہا تو ایک لاکھ آدمی اس کے مقابلے کو نکلے۔ سب گدھوں پر سوار اور جینکس پیالے اور سداویں لکڑی میدان میں اتر کر چائے پینے لگے۔ روسیوں نے خالی توہیں چلائیں تو موثرانہ رجعت کر کے گدھوں میں آدم لیا اگر کسی نے ڈالی پراقدام کیا تو ان افغانوں نے جو بخارا میں مقیم تھے۔

حسرتی فریق کتا کر مانا انگریزوں کا سرگ ہو کر کابل اور قندھار ضرور لے لینگے مگر حیدر دودھ مجبوراً چھوڑ کر چلے گئے۔ تیسری بار بھی یہی یقین ہے بلکہ تجربہ کار قوم پہلے حادثہ سے سبق لے کر اب کیوں اپنی بدنجی کو دہرائے گی۔ ان کے اپنے مورخ لکھ چکے ہیں کہ وزیر اکبر خاں کے ہاتھوں انگریزوں نے وہ روز بد دیکھے ہیں کہ ایسا سیاہ و مہبان کی تمام تاریخ کے صفحات پر نوٹہ نہیں رکھتا پھر سردار ایوب خاں سے میوند میں شکست فاش کھائی جسے اکثر افغان چشم دید بیانات سے جواؤں کو ابھارتے اور فخر دلاتے ہیں۔

ان ”جنگ“ خیالات کے برعکس امیر داران کے دلی عہد بھی تھے جن کی پیر و مرشد حضرت صاحب چارباغ تھے اور انہیں ترک حرم کعبہ سے بدد کر چکے تھے جس کے جواب میں انہوں نے فیقرہ کسا کھا کہ میں ان کو نہ صرف بلکہ دیتے بلکہ بھرے اور بغداد سے بھی نکال کر چھوڑوں گا۔ سردار نصر اللہ خاں ساری عمر مجاہد اور غازی ہونے کے شوق و شہرت میں گزار کر آخر کھولت و کھالت کے ساتھ عیش و عشرت

میں ایسے پھنس گئے تھے کہ انہیں میدان جنگ میں اترنے کا دیرینہ فہم و میلان ہی نہیں تھا۔ ان کو امیر نے اس کمیٹی کا صدر مقرر کیا جو افغانستان کی روش کا فیصلہ کرنے کے لئے منصف کی گئی۔ سردار محمد نادر خاں اس رو کو دیکھتے تھے اور منج کا چڑھا بد ہی تھا کہ انگریزوں کی طرف اچھل رہا ہے۔ نوشیرواں اور بزرگ مہر کا قصہ سعدی نے انہی مواقع کے لئے بیان کیا ہے۔ بیشک سامان اللہ خاں مخالف تھے مگر اقسوت نقار خانے میں طوطی کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔

آخر بے طرہی کا رویہ طے پایا مگر سپہ سالار محمد نادر خاں نے کمیٹی میں یہ بھی فیصلہ کر لیا کہ ہر چند افغانستان کا موجودہ محاربے میں کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہو گا مگر احتمالی لڑائی کے لئے پوری آمادگی لازمی ہے۔ اگر بحیم کی طرح یہاں کسی محتاج نے دخل دینے کی جسارت کی تو منہ کی کھا کر الٹا ٹوٹا جاسکے۔ عاقلانہ ہمت سے اس فیصلے کو فوراً تعمیل کا جامہ پہنایا اور کاظم بے وغیرہ سے ہی عسکری تیاری کا کام لیا۔ افغان افسروں کی جماعت اس سے درس پڑھتی اور وہ قاعدے جو آخر میں اسی جنگ عظیم کے تجربے سے صحیح ثابت ہوئے تھے سکھلائے جانے لگے۔ افسر اکو سیکھ کر اسی دن اپنے اپنے دستہ رنج میں سپاہیوں پر اس کا عملدراہ کرتے۔ کابل کے نواح میں سنگر یعنی خندقیں کھدوائی جانے لگیں تاکہ سپاہ اس فن حرب کے نئے طریقوں سے آگاہ ہو جائے اور ساتھ ہی پایہ تخت بھی محفوظ بن جائے



مصنوعی لڑائیاں جاری کی گئیں اور جب یہ ضوابط و قوانین جو جسمنی و غیرہ نے  
 معرض ظہور میں پیش کئے تھے فوراً عاید کئے گئے۔ آسٹریا کے افسر بھی روسی  
 قید سے چھوٹ کر افغانستان میں پناہ گزیں ہوئے تھے۔ ان سے بھی  
 طرح طرح کی مدد لی گئی۔ غرض یہ کہ دانشور سپہ سالار نے فرصت کو غنیمت  
 جان کر ہر ممکن ذریعہ سے فوج کی تعلیم و تنظیم میں پوری جدوجہد دکھائی۔

## فصل ہشتم

### مفید اقدامات پریمی اور غیبی بہتلا و بلا

بادشاہ کی طرف سے سپہ سالار کو کوئی تامل یا شبہ نہیں تھا کیونکہ سردار  
 محمد نادر خاں اور ان کا تمام خاندان وفاداری اور عقیدت مندی میں مشہور تھے بلکہ امیر  
 حبیب اللہ خان باوجود اپنے سامان تعیش و استراحت کے فوجی خائنتوں اور کرتبوں  
 میں شریک ہو کر انسروں اور سپاہیوں کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ ملت کے سمجھدار اور  
 روشن انکار شیخ صاحب بھی عسکری تیاریوں کو پسند کرتے بلکہ لازمی جانتے تھے  
 مگر اس لزوم و ضرورت کا بار عسا کر پر پڑتا جو اس کے عادی نہیں تھے۔ اگرچہ وہ بھی قوم  
 میں داخل تھے اور ان کی خیر خواہی سپہ سالار کے لئے بحیثیت ان کے خاص حاکم  
 کے مقدم تھی چنانچہ جیسا پہلے مذکور ہوا ان کی تنخواہ میں منسوختی ان کے غلے کی  
 فراوانی اور ان کے لباس وغیرہ کی آسائش میں مراعات عمل میں لائی گئیں مگر ات دن  
 کی مصروفیت سے اور خصوصاً بڑی عمر میں وہ سبق یاد کرنے سے جن میں مشکل کہات  
 کھوئے ہوئے تھے وہ چلا اٹھے اور مسلح سپاہ کی تنہا بڑی خونخوار چیز ہوتی ہے۔

مجھے قلعے کی اور کوتوالی کی فوجوں کا علم ہے جن کی حراست میں ہم تھے۔ یہ سب دانست پیٹتے تھے۔ جرمزوں کو تو شروع میں گالیاں دیتے ہی تھے حقوڑے دنوں کے بعد باوجود عام احترام کے سلطان کو بھی کو سنے لگے جس کے نوکردوں نے نئی قواعد اور ترکی محاورات سے ان کا ناک میں دم کر دیا تھا۔ سپہ سالار کو اس عسکری بیزاری کا بھی سامنا کرنا تھا اور مصلح اشخاص کو ہمیشہ ان مزاحمتوں سے سابقہ ہوا ہے۔

ہم پر سردار محمد نادر خاں کی نظر عنایت پہلے سے تھی مگر جنگ عظیم میں ہم غیبی زنجیر سے جکڑے گئے۔

چونکہ آسیا پابند کیجاتے ماندم + بگردم گردش گردوں سلامت عالمی ساید  
 مادیات کے قائل اسے اتفاق سمجھیں مگر متواتر قتل ایک منطقی اسباب ذلت کا سلسلہ  
 پکڑ لیتے ہیں جس سے انکار کرنا محمول نہیں ہے۔ ہر مفید کام کے مقابلے میں اس کے  
 افادے کے اندازے سے مصائب جھیلنی پڑتی ہیں جو ہر عقسود در حیب زیاں انداختہ  
 لیںبتولک ماو یقتولک او یخسجولک - قید قتل یا خسار مصلحان قوم کا نصیب ہیں  
 جس سے ہمیشہ ان کو پالا پڑتا ہے۔ سردار محمد نادر خاں بھی اسی بد نصیبی کا شکار ہوئے  
 ہیں اور ہم تو مدتوں سے گرفتار تھے۔ ہر چیز رہائی کے لئے کوشش کرتے مگر غیر متوقع  
 رکاوٹ پیش آجاتی۔ ایک دفعہ امیر نرمی پر مائل ہوئے اور امیر بندھی کہ کچھ چھوڑ دیں گے  
 تو یہ حادثہ پیش آ گیا۔ ایک نیک سپاہی ہم کو مظلوم اور بے گناہ سمجھ کر ہمارے معمولی

کام کاج کرتا تھا۔ اس کی بہن حرمسرائے میں لونڈی تھی جو اکثر بیمار رہتی اور ڈاکٹر غلام محمد اسکے معالج تھے۔ یہ جدیدی سپاہی اپنی قومی خصوصیت سے غنیم کو گاف بلا تا جس کے تلفظ سے غلط فہمی ہوئی کہ وہ گل محمد ہے جو ہم میں سے ڈاکٹر عبدالغنی کے دوست تھے انہوں نے اس سپاہی کو خط دیا جس میں سفارش کی کہ اس کی بہن کا اچھی طرح علاج کیا جائے یا اسے گھر بھیج دیا جائے۔ امیر کو اطلاع ہو گئی جو بہت برا فرد خستہ ہونے میں سپاہیوں کو مجوسین کی حفاظت پر مقرر کروں اور وہ ان کی خدمت بجالائیں۔ اس کو تو گولی سے مار دیا اور ہماری نسبت یہ فرمایا کہ میری حرمسرائے میں دست اندازی کرتے ہیں۔ سردار محمد نادر خاں قلعہ کے افسر تھے ان کو کہا کہ تمہاری غفلت سے سپاہی اور مجوس آشنا ہو جاتے ہیں اسلئے ہم پر سر رزنے سپاہیوں کا پہرہ لگنا شروع ہوا۔ باوجود اس کے ان کی دلی ہمدردی سے ہم محروم نہ ہوئے اگرچہ ہماری کٹاکش کے دروازے چندے اور بند ہو گئے۔

چند سالوں کے بعد پھر بادشاہی ملاطفت کا اظہار ہوا اور ہمارے کاغذات طلب کئے تاکہ ہماری رہائی کے فرمان صادر ہوں۔ جب نشی نے میز پر تمام کیفیت تیار کر کے رکھی اور وہ پڑھنے اور امیر سننے کے لئے بیٹھے تو دفعۃً گھبوا پچال کے شدید جھٹکے نے ہماری آرزوؤں کے ایوان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ امیر زلزلے سے ذرا زیادہ ہی ڈرتے تھے اس کے بعد کئی دن خیموں میں رہتے۔ پھر اس یاد کو تازہ کرنے

کے اندیشے سے ہمیں کسی نے قبر فراموشی سے نکالنے کی جرأت نہ کی اور عرصہ دراز قفس میں گزرا۔

- جب پہلے پہل ہم گرفتار ہوتے تو ہم میں سے ایک نے اپنی آزادی کی یہ تجویز کی کہ محمد ولی خاں غلام بچوں کے سرکردے کو رشوت دے کر اپنا عرفیہ قبل التاریخ بنوایا۔ جس میں یہ لکھا دکھایا گیا کہ ایک مجلس ترکی اور ایران کے نمونے پر قائم ہوئی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ امیر کی رضامندی حاصل ہے اگر ایسا ہو تو میں بھی شامل ہوتا ہوں ورنہ جو حکم ہو اس کی تعمیل کر دنگا۔ یہ مفتری عارض تو رہا ہو گیا مگر ہم پر جلدی ہی اور سختیاں آئیں۔ ایرانی مجلس نے محمد علی شاہ کو ملک سے نکال دیا اور ترکی انجمن اتحاد و ترقی نے سلطان عبدالحمید کو مخلوع کیا۔ امیر حبیب اللہ خاں نے شکر گزاری سے ٹھنڈا سانس لیا کہ جوان افغان عاجز اور بے بس ہیں ورنہ شاید میری بھی وہی گت ہوتی۔ یہ تصادف سالوں میں نسیا نسیا ہو گیا مگر جنگ عظیم میں جرمن اور ترک مع ہندی غاصبوں کے جب کابل میں پہنچے تو کچھ ہٹی بھدردی اور نیز افغان جوانوں کو طرندار بنانے کی خاطر ہماری رہائی کی درخواست دے بیٹھے۔ امیر کو لا محالہ وہی پرانا خدشہ کھٹکا کہ ہم لوگ اگر ترکی مثال پر کارفرما نہ ہوتے بلکہ اگر ہمارا رابطہ ترکوں کے ساتھ نہ ہوتا تو کاظم بیے ہماری سفارش پر کیوں اقدام کرتا۔ ان کی دجوبی کر کے جھوٹ موٹ یہ فرمان لکھ دیا کہ ہماری بابت ایک مجلس تحقیق مقرر کی ہے۔ غرض رابطہ ختم ہو گئی دنیا درہم درہم ہو گئی اور ہم وہیں کے

دیں رہے۔

سپہ سالار محمد نادر خاں نے آخر یہ تدبیر کی کہ قلعے میں جہاں شاہی محلات واقع ہیں سپاہیوں کے لئے جگہ تنگ ہے کیونکہ ہم نے رد کی ہوئی ہے۔ امیر کو ہماری یاد دلانی جائے تو شاید ان کا دل بھی کھلے مگر پھر سے چشمے پھوٹ سکتے ہیں۔ اس سنگدل نے حکم دیا کہ ہم کو شہر میں منتقل کر دیا جائے۔ اس تبدیلی میں بھی کچھ تخفیف تھی جو ایک سال بھی گزرتے نہ پایا تھا کہ مزید شفقت میں مبدل ہو گئی۔ امیر اپنے جشن جلوس کی سالگرہ میں چراغاں کا تماشا دیکھتے جب شور بازار میں گھوم رہے تھے جو ہمارے محبس کے قریب واقع تھا تو کسی نے ان پر پتولی کے فائر کئے وہ تو خطا گئے مگر ہم مارے ہی گئے تھے اگر کچھ ہینے بعد پھر نشانہ ٹھیک نہ پڑتا۔ ہم کو بیڑیوں کے ساتھ ہتھکڑیاں لگا کر جو قتل کا پیش خیمہ ہوتا ہے پھر قلعے میں لے گئے اور خود امیر جلال آباد کی طرف سدھارے تاکہ وہاں پہنچ کر ہمارا کام تمام کرنے کا فرمان صادر فرمائیں۔ نزلہ عضو ضعیف پر گرتا ہے حج کہ ہر جا سنگ بامند بیگماں جو پائے نگاہ افتد در نہ سخت حرمت میں ہماری کیا مجال تھی کہ نفس سے بیٹھے شکار کریں۔

افغانستان میں قاعدہ تھا کہ جن ملزموں کو قتل کی سزا دی جاتی تھی کہ وہ قتل ہو جاتی انھیں جیل میں ہی ہتھکڑیاں پہنائے رکھتے۔ پچھلے دنوں لاہور ہائیکورٹ میں قیدی پیش ہو جس پر بخوبی عدالت سے پھانسی کا حکم صادر ہوا تھا۔ اس نے قید خانے میں دو

آدمیوں کو مار ڈالا۔ ایسی حرکات کے انسداد کے لئے افغانی سیکڑی مفید تھی مگر ہم بیگناہوں کو معلوم ہوا کہ اس سے بڑھکر تکلیف دہ اور کوئی شکنجہ نہیں۔ اس لئے اسکے موقوف کرنے کا حکم بعد ازاں میں نے امان اللہ خاں سے حاصل کیا۔

ظاہر بین لوگ عدل کو سطحی نگاہ سے دیکھتے کہ نہ سبب تک نہیں پہنچتے۔ ہماری مجلس جان نثاران اسلام افغانستان کی صلاح کے لئے قائم ہوئی تھی۔ ہمارے نو آدمی توپ بندوق اور سنگینوں سے ہلاک ہوئے۔ کی نگہرانے ماتم دغم میں مبتلا اور برباد ہوئے ہم گیارہ سال سخت قید و مصیبت میں طرح طرح کی آفتوں کے شکار بنے رہے۔ آخر ہماری بابت بھی یہ فیصلہ ہوا کہ اتنی لمبی گرفتاری صعوبات کے بعد بجائے کشائش کے ناحق مقتول کئے جائیں حالانکہ ارادہ خدا ندی یوں بیان ہوا ہے۔ و سید ان  
 نهن علی الذین استضعفوا فی الارض وجعلهم ائمةً وجعلهم  
 الوارثین۔ ہم قصدرکھتے ہیں کہ ہر بانی کریں ان پر جو دنیا میں ضعیف گردانے گئے  
 ہیں اور ان کو رہنما بنائیں اور ان کو جانشین کریں۔ ہم کہیں گے کہ خداوند کریم نے ہمیں ظلم  
 کے پنجے سے چھڑانے کے لئے اسے ہی تباہ کر دیا اور اس تباہی میں ہمارا ہاتھ نہ  
 کھڑا اور نہ ہو سکتا تھا۔

# باب دوم

زچھترترل کے بعد ترقی کے مدارج،  
جنگ افغان و انگریز اور حصول استقلال



# فصل اوّل

امیر سراج الملک الدین کی شہادت اور

شاہ امان اللہ خاں کا جلاوس

لوگر کے ایک مہترک چشمے میں مچھلیاں ہیں جنھیں ہندو اور مسلمان آٹا ڈالتے اور  
کھاتے نہیں۔ امیر نے ان کو تناول کیا اور وہاں کے لوگوں کو یہ توہم ہے کہ اسی  
جرم میں وہ پڑے گئے۔ باوجود اس کے کہ

بیدل بسعد و بخش ز مال اہتبار نیست ۛ طفلان دے ہشتیہ و آدینہ بستہ اند  
سید علی عباس مرحوم آکسن پشادری نے امیر کو جلال آباد جانے سے اس دن  
رد کا جس روز وہ چلے گئے اور وہ اس سال خجے کو اسی حرکت سے منسوب کرتے  
تھے۔ علیا حضرت کو طلاق مل رہی تھی اور یہ سیاہ بختی ازیں بیشتر نے ہاشد  
کہ بخش دگر سے روشن از چراغ نیست۔ اس کے بیٹے امان اللہ خاں کو بھی  
معتوب و مجبوس کرنے کی خفیہ خبر تھی۔ جوانوں کو پرے درجے کی شکایت تھی کہ

افغانوں جیسی بہادر متدین اور جنگجو قوم بیکار بیٹھی ہاتھ ملتی رہ گئی۔ ایک اسلامی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، ان کو مدد دے سکی اور نہ اپنے منصوبہ ممالک کے استرداد کر سکی جس کا زریں موقع ہاتھ لگ رہا تھا۔ الغرض ترکی محاورہ ہے برکلہ بر خیاں۔ جتنے منہ تہی باتیں اور چھوٹے منہ سے بڑی بات نیکلے تو ناظرین جانچ سکتے ہیں۔ امیر حبیب اللہ خاں کلوگوش میں شکار کر رہے تھے اور ان کے جسم کے اسی حصہ میں گولی لگی۔ قراغہ میں ایک رسم تھی کہ متوفی فرعون کی نعش کو اس کے جرائم کی سزائیں کوڑے لگاتے تھے۔ اس عقیدے سے کہ آئندہ زندگی میں وہ جہان پائے اور اس کے جانشینوں کو عبرت ہو۔ ہمارے امیر کو سوتے میں عقاب ہوا اور اسکے بعد واہٹوں کو اترا تفری پڑ گئی۔ سردار نصر اللہ خاں نے امارت سنبھالی غایت اللہ خاں نے بیعت کی اور اکثر اکان واعیان جو جلال آباد میں تھے مطیع ہو گئے۔ فوج میں پھل مچ رہی تھی دربار میں بھی امان اللہ خاں کے حامی تھے اور باہر علاقوں میں بھی۔ جب کابل سے خبر پہنچی کہ امان اللہ خاں نے عنان حکومت خود ہاتھ میں لیکر سپاہ کی تختہ بٹھا دی ہے اور اپنے باپ کے قانون کو پکڑنے کی قسم کھائی ہے اور جتنے بڑے لوگ جلال آباد میں تھے سب ہی کو ملزم قرار دیا ہے۔ فوج جو اس وقت تک خود سر تھی اب امان اللہ خاں کا دم بھرتے لگی۔ انٹانستان میں جب نئے بادشاہ کے انتخاب میں قطعی فیصلہ نہ ہو تو لشکری روایات عجیب و غریب منظر

غلامبر کرتی ہیں جس کو چار ملکی کہتے ہیں سپاہیوں میں سے جو سست کاہل اور  
 ناقابل ہوں یعنی فوجی کام کی بجائے بات چیت میں کچھ دسترس رکھتے ہوں کیونکہ جو  
 سپاہی اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں وہ عام و فقیرانہ نہیں رکھتے اول الذکر کو اپنے فرائض سے  
 منتخب کر لیتے ہیں۔ فوج کو سیاسی امور میں ممانعت کا ایک سبب یہ ہے۔ یہ  
 سپاہی سبب عسکری اختیارات حاصل کر کے جسے چاہیں پکڑتے اور جسے چاہیں اپنے  
 ساتھ شامل کر کے مستقل یا دشاہ کے تقرر تک سب حکومت خود چلاتے۔ صوفی  
 نامی اسی کیفیت سے مشہور ہوا۔ ایساں غلام قادر نے ایسی ہی حالت میں سک

چلایا تھا۔

میکم دلو انگی تا برسرم غوغا شود \* سکر بر زمزم تا صابن پیداشد  
 اب جلال آباد میں مسرت چری سپاہی برسر اقتدار ہوئے جن میں غلام رسول ہراتی  
 نے نام پیدا کیا۔ بعد میں امان اللہ خان نے اسے حاکم خیشہ مقرر کر کے غائب کر دیا۔  
 انہوں نے مستوفی الممالک کو گرفتار کیا جو افغانستان میں سب سے بڑا اہل کار  
 تھا اور نامی رشوت خوار۔ اسے گوناگوں اذیتیں پہنچائیں۔ پھر اپنے افسروں کو مقید  
 کیا۔ پندرہ سالہ زہد ادرخاں کو نئی قواعد سکھلانے اور عسکر پر تعلیمی بوجھ ڈالنے کے  
 برسے میں مغان کے تمام خاندان کے بڑوں اور چھوٹوں کے گرفتار کر لیا۔ امان اللہ خان  
 کے حکم سے یہ سب پابند بنیہ کابل میں لائے گئے اور جن کو ٹھٹھریوں میں ہم برسوں





اعلیٰ حضرت امان اللہ خان

رہ چکے تھے انہی میں رکھے گئے۔ ہمیں ایک اور قید خانے میں منتقل کر دیا جسے رانی کے بعد میں نے موقوف کر کے ایک مکتب کی صورت میں بدل دیا اور اسی طرح عام بچے جیسا خانے میں بھی مکتب قائم کیا۔

امان اللہ خان نے استقلال کا اعلان کر کے اور خارجی آزادی کے ساتھ ہی داخلی حریت کا وعدہ دے کر تنوراشن خاص اور طبقہ جوانان کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جہاد کی منادی سے باقی سب قوم ان کی محققہ ہو گئی اور یکایک وحدت کی روح سب ملت میں پھونکی گئی۔ اپنے نئے سپریم لارصلح محمد خاں کو جلال آباد کی سرحد پر متعین کیا اور تہایت اعلیٰ درجے کا سامان حرب جو محمد نادر خاں کی لگاتار بجاہات کا نتیجہ تھا اس کے استعمال میں دیا گیا۔ قندھار کی طرف سردار عبدالقدوس خاں نے صدر اعظم کو اعزام کیا جو ہمیشہ جہاد کی خواہیں دیکھتے تھے اور وہ آخر پورمی ہوئیں۔ سب سے زیادہ اہم نقطہ سمت جنوبی تھا جو انگریزی علاقے کے قرب کے سبب بڑا خطرناک تھا چنانچہ لارڈ رابرٹس نے ہمیں سے آکر فوراً امیر یعقوب خاں کو دوبارہ جمع کیا اور بعد میں خاڑی مقابلے کی تیاریوں میں مشغول ہوئے۔ اس جانب کو اشتعال کرنے کیلئے محمد نادر خاں سے بہتر کوئی افسر نہیں تھا۔ امان اللہ خاں نے ان کی طرف رجوع کیا اور اگرچہ وہ سخت سفر و اسارت سے ماندہ و دلزدہ تھے مگر اپنی فطری عالی مقامی اور جلی بلند خصلت سے ملی خدمت سرانجام دینے کے لئے اپنی ذاتی کلفتوں اور رنجشوں کو بالائے طاق رکھ کر

بلا تامل کام کرنے کو آمادہ ہوئے اور اگرچہ اچھے لوازم جنگ دوسری جگہوں میں تقسیم ہو چکے تھے اور عمدہ افسر بھی اور مقامات میں مامور ہو گئے تھے پھر بھی حسب معمول خدا کی ذات متعال پر بھروسہ کر کے آپ نے بُری مشکل ہم کا بیڑہ اٹھالیا۔

آپ کے بھائی سردار محمد ہاشم خاں جو اپنی صداقت و دیانت میں ہمیشہ جوان تھے ہرات میں ان افواج کے جو روسی و ایرانی سرحدات پر بڑی تعداد میں موجود تھیں نائب سالار تھے اور ان کے چچا زاد سردار محمد سلیمان خاں مرحوم نائب الحکومہ تھے۔ اس اتفاق و استقامت سے جو اس حلیل القدر خاندان کا خاصہ ہے تعاون اعلیٰ البر و التقویٰ - احسان اور پرہیزگاری کے کاموں میں باہم معاونت کرو۔ ان کی ملکی اور فوجی انتظامات سے ہرات کا علاقہ سرسبز و شاداب اور قوم آسودہ و آبادان ہو گئی عموماً نائب الحکومہ اور نائب سالار کے درمیان نزاع و جدال ہوا کرتا تھا اور امان اللہ خاں کے دوران میں بھی ایسا ہوتا رہا حتیٰ کالی گلوچ مکہ نوبت پہنچتی۔ چنانچہ اسی ثبوت پر نائب الحکومہ کو دو مہینے قید کی سزا ہوئی تھی۔ یہ نائب الحکومہ تعلیم کا بھی مخالف تھا اور نائب سالار موید چنانچہ اس کی خدمات دیکھ کر میں نے رئیس تدبیریات کی حیثیت سے اسے نشانِ معارف دلویا تھا۔ بعد میں ہرات کی بربادی اس درجے تک فاش ہوئی کہ امان اللہ خاں کی ایران سے مراجعت پر جب سارے یورپ نے انھیں سر پراٹھا لیا تھا ہراتیوں نے ان کے خیر مقدم پر دوا دلا پچایا اور فریادیں برپا کیں کہ کام

لاکھوں روپے رشوت کھاتے ہیں اور چوروں دھاڑو یوں نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا ہے اور کوئی انہیں روکنے والا نہیں۔ امان اللہ خاں اس خوف سے کہ دنیا میں بدنامی ہوگی ان کی داد رسی نہ کر کے سیدھے کابل آ پہنچے۔

غرض یہ کہ جتنی ہرات کی تباہی کے سامان پیدا ہوئے اتنی ہی نائب الحکومہ محمد سلیمان خاں اور نائب سالار محمد ہاشم خاں کا نام روشن ہوا اور لوگ انھیں احترام و محبت سے یاد کرنے لگے۔ ایسے حکمرانوں پر یہ ابتلا نازل ہوئی کہ دونوں گرفتار کر کے کابل کی طرف روانہ کئے گئے۔ امان اللہ خاں کہتے تھے کہ سپہ سالار صالح مجاہدین نے حسب الحکم کا لفظ لکھ کر بغیر میری اجازت کے انھیں مقید کیا تھا۔ قارئین عاقل خود قیاس کر سکتے ہیں کہ اتنے بڑے اشخاص کو کبھی بادشاہ کے بغیر دوسرا موقوفہ مجوس کر سکتا تھا؟ بہر کیف ان کی غیر حاضری میں سپہ سالار محمد نادر خاں مجبور ہوئے کہ ان کے بغیر اور باوجود ان کی بیجا سرزنش کے خدمت بجالائیں۔



# فصل دوم

## جنگ استقلال کا مہم

پہلے سالار دوسرے بھائیوں سردار شاہ ولی خاں اور سردار شاہ محمود خاں کو اپنے ساتھ لیکر ۱۲۹۷ھ میں عازم جنگ ہوئے۔ حضرت صاحب ثور باز اچھی ان کی مصیبت میں تھے۔ ان کی نسبت ہندوستان میں سر پانغلط خبریں شہر ہوئی تھیں۔ اس لیے ضمنیاً تو بیچ مناسب ہے۔ انھوں نے امان اللہ خاں کے اعلان استقلال و حریت و جہاد کی تائید و حمایت کی تھی۔ جس سے ان کی روشن ضمیری اور آزادی پسندی ہوتی ہے افغانستان میں اور نیز باہر دوسرے ممالک میں ان کے ڈاکھوں نقشبندی مرید جیسے نگرہاں سے یہ گمان نہ ہو کہ ساری ملت ان کی معتقد تھی۔ اول تو قوری مشائخ کے پیروان کے متعصبانہ خوف تھے۔ پھر اکثر سپاہ درعیت کے لوگ اندھا دھند کسی کے بھی قائل نہیں ہوتے اور اپنی عقل کے بل پر دہ گستاخی سے بھی کام لے لیتے ہیں چنانچہ اسی سمت جنوبی کے دو واقعوں سے اس کا ثبوت مل جائیگا جب انگریزی فیلڈوں نے بم پھینکنے شروع کئے اور کچھ انسان و مویشی مجروح و

مقتول ہوئے تو بعض آدمی حضرت صاحب کے پیچھے پر جا کر چلائے کہ اگر دلی اور بزرگ ہو تو باہر نکل کر اس بلا کو رد کرو۔ پھر سمیت تہذیبی کی دوسری بغاوت پر جب دشمن لوگ میں آہنچے جہاں حضرت صاحب صلاحت کے لئے وارد تھے تو باغیوں نے آپ کو بے عزت نہیں کیا بلکہ جس قالین پر آپ بیٹھے تھے نشست کی جگہ چھوڑ کر باقی چھوڑ دیں سے تسخر کی وضع۔ سہ کاٹ لی تاکہ اسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھیں۔ اماں اللہ غفران کی بے اعتدالیوں سے تنگ آکر بڑے حضرت صاحب شور بازار توہمستان چیلے آئے چھوٹے قیدیں ڈالے گئے۔ جب بچہ سقائے کابل پر حملہ کیا تو ان کو ہار کے اس کے پاس اپنی بنا کر بھیجا کہ اس کے ساتھ سمجھوتہ کریں مگر وہ چور بھی اتنا حق نہیں تھا کہنے لگا کہ یہ صلح کی خواہش کمزوری کی دلیل ہے جس سے فائدہ اٹھا کر میں کابل پر کیوں قبضہ نہ کروں۔ ڈاکوؤں کے زمانے میں حضرت صاحب شور بازار شرفاد صلی کا شجا و ماوا تھے۔ ان کا گھر شاہی خاندان کی بیویوں بچوں سے بھرا رہتا مگر ظالموں نے آخر حما نعت کردی اور حضرت صاحب شور بازار کو بھی بے اہر دکر کے بٹھا دیا۔ ان کا ایسی نجابت اور حسبی رشادت سے اب پھر ملت مستفیض ہو رہی ہے۔ سپہ سالار بہادر کے ساتھ صرف ایک پلٹن اور ایک سوشالی سوار دو ہوئیں اور آٹھ قاطری توپیں تھیں۔ اس فوجی جمعیت اور لوازم کو پیچھے آنے کا حکم دے کر آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ لوگر سے تین دن میں گذر کر چوتھے روز گردین کی حدود

میں پہنچے راستے میں لوگ آپ کی خدمت میں جہاں کی شمولیت کیلئے حاضر ہوتے اور آپ کی تقریروں سے متاثر ہو کر اور زیادہ دلیر بننے۔ منگل وغیرہ قبائل کے گروہ اتنے جوش میں آتے کہ آپ کے گرد حلقہ باندھ کر ناچتے کودتے اور بندوبست چلاتے ان کو یہ نصیحت کی کہ باجم رنجشوں کو بھلا کر اب بہادری متفق ہو کر نکلیں چنانچہ سب نے وعدہ کیا۔ گردیز کی فوج کا معائنہ کر کے توپوں کا امتحان لیا اور توپچیوں کو مشق کرنے کی ہدایت کی اور کابل سے عسکر وارد ہونے تک ان کی تعلیم و تنظیم میں مصروف رہے اور نیز آگے بڑھنے کی تیاری کرتے رہے جس میں ان اشتہارات کا چھاپنا بھی تھا جو قبائل میں تقسیم کئے جانے کو تھے۔ دن رات سائیکلو سٹائل جاری تھا گرم اور وزیرستان کے نقشے بھی اس میں نقل کئے گئے۔ توپوں کے لئے جو شیعہ افغانوں کی ایک طاقتور قوم ہے اشتہار طبع کیا گیا جس میں ان کو اتحاد ملی کے سوا یہ وعدہ بھی دیا گیا کہ جو پہلے ان کے علاقے کو سیراب کرتی تھی اور اب بند ہے ان کی خدمت کے صلے میں پھلیر کھل دی جائیگی۔

اس اثنا میں خیبر پختونخوا کے جلال آباد کی جانب بہت سی اتری واقع ہوئی ہے۔ سپاہ صلح پور خاں جب سرحد پر پہنچا تو انگریزی جرنیل نے اس کے آنے کا سبب دریافت کیا جواب دیا کہ پشاور میں چل کر بتاؤں گا۔ طیارے نے ہم بھینکا جو سپہ سالار کے پاؤں پر لگا موٹر میں بیٹھ کر بلال آباد کی طرف بھاگا۔ فوج میں بہت بے نظمی ہوئی۔ رسد بالکل

وقت پر نہیں پہنچتی تھی۔ ان سب واقعات کی اطلاع سے سپہ سالار محمد نادر خاں اور ان کی معیت کے افسروں کو البتہ سخت صدمہ ہوا مگر اس ترقی سے کسی کا نشہ نہ اڑا بلکہ اس کی تلافی کرنے کے لئے حمیت نے اور جوش مارا تا کہ ایک طرف کی سستی اور ہار دوسری سمت کی جیتی اور جیت سے برا اثر نہ ڈالے البتہ لشکر میں مصلحت آمیز افواہ اڑائی گئی کہ افغان، غازیوں نے لنڈی کوتل کو فتح کر لیا ہے جس سے رقابت اور مسابقت کی خواہش نے اس طرف کے مجاہدوں کو بھی آگے بڑھنے کیلئے بیقرار کر دیا۔

سردار شاہ ولی خاں ارگون کی جانب روانہ ہوتے تاکہ وزیروں اور مسعودوں کو اپنے ساتھ شریک کریں اور سردار شاہ محمود خاں کو تل پوار کی طرف بڑھے۔ چھیچھے سپہ سالار صاحب نے غصہ کی جانب کوچ کیا۔ راستے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ سڑک کا نام و نشان نہیں تھا۔ صرف پتھروں پر چلتا پڑتا تھا اور بعض جگہ پیہم نالے عبور کرنے پڑتے تھے۔ گھوڑے تھک کر چرہ ہوتے تھے اور توپوں کے لے جانے میں سخت زحمت ہوتی تھی لیکن عزم اس ابتدائی مرحلے سے کیسے راکھڑا اسکتا تھا بلکہ افسر اور سپاہ گرد و نواح کی سرسبزی اور شان دہانی دیکھ کر محفوظ ہوتے اور خوش و خرم سیر کرتے جاتے تھے۔

جہاں کا علاقہ بڑا زرخیز ہے۔ پہاڑ دیا ربوط اور چلو زدن سے لے کھڑے ہیں۔ اس میں سے گزرتے پھر اناروں، توپوں اور زیتونوں کے جنگل ملاحظہ کرتے جب منزل پہنچتے ہیں تو سہری بھری فصلیں اور باغات سامنے آتے ہیں۔ لوگ جھڑے اڑاتے

استقبال کرتے ہیں قومی نایج شروع ہوتا ہے اور سب ٹھکان اتر جاتی ہے۔ المرہ  
کے گاؤں میں وارد ہو کر پہلا شگون لیتے ہیں۔ پچاس سو مسعودی انگریزی ملازمت  
سے بھاگ کر افغانی خدمت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

# فصل سوم

## انگریزوں کے ساتھ جنگ

اب تمام قبائل کے ہلکے اور خوانین حاضر ہو کر آمادہ جہاد ہوتے ہیں۔ سب کو تاکید کی جاتی ہے کہ غیر علاقے میں داخل ہو کر مسلمان اور ہندو کسی کی جان و مال میں دست اندازی نہ کی جائے۔ اس مضمون کے اشتہارات سب جگہ تقسیم کئے گئے اور پیش قدمی کا حکم دیا گیا۔ پہلا مال غنیمت مسعودوں کے ہاتھ لگا جن کے علاقے میں سب پھینڈاؤ انگریزی چھاؤنی سرحد کی طرف گزر رہے تھے اور ان میں بچیتیں پر غلہ لدا تھا۔ پھر قبیلہ تٹی کے جنگجو حاضر ہوئے جن میں سے بعض نے چھاؤنی میرام شاہ کی تار اور ستون اکھیرے تھے۔ اس کے بعد خبر آئی کہ مسعودوں نے دوسو بیس اونٹ اور بکڑے ہیں

جو غلہ لیجا رہے تھے۔ سردار شاہ ولی خاں مسعودوں کے علاقے میں سرگرم کار ہیں۔ جنھوں نے دانا کی مشکم چھاؤنی کا محاصرہ کر لیا ہے۔ سردار شاہ محمود خاں کی طرف بھی جنگ چھڑ گئی ہے۔ دو گھنٹے لڑائی ہوئی۔ غازیوں نے فتح پائی۔ پھر توڑیوں نے حملہ کیا اور تین گھنٹے کی لڑائی کے بعد شکست کھا کر بھاگے۔ ان کا صوبہ دار میجر زخمی ہوا۔ اور سب خندق میں غازیوں کے قبضے میں آئیں۔

دو کمپنی پیادہ اور دو توپیں مع جد رانی لشکر کے سپین دام کے ٹھانے کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئیں جس میں تین ہوسٹل انگریزی سپاہی تھے جو بھاگ نکلے اور ان میں سے چھپیں آفریدیوں نے ہتیار ڈال کر اطاعت قبول کی۔ چنے آنا کھانا وغیرہ فراواں مقدار میں پتے پڑے مگر مفورین بارود وغیرہ کو آگ لگا گئے تھے۔ قصبے اور گرد نواح کے لوگوں کو تسلی دی گئی۔ اس سے ٹھل کی سرد رسانی میرام شاہ سے منقطع ہو گئی۔

سپہ سالار بہادر بڑے دشوار گزار راستوں سے ہوتے ہوئے مستوں کی چھاؤنی میں پہنچے جہاں سے آگے بڑھ کر پہلے ہی فوج نے گولہ باری شروع کر دی تھی اور انگریزوں کی فوج تقریباً تین ہزار گز کے فاصلے سے جواب دیتی تھی۔ سردار محمد خاں نے رات کو وہاں پہنچے ہی آدھی رات تک توپوں کے مواقع کو تعین کیا۔ صبح نو بجے سخت گولہ باری جاری ہوئی جس سے انگریزوں کی چھاؤنی قلعہ اور ریلوے سٹیشن کو

بعض جگہوں سے نقصان پہنچا۔ ہو وٹزر کی آگ سے جسے خود سپہ سالار بہادر چلا تے اور نشانہ لگاتے تھے پہلے میگزین جل اٹھا پھر ٹرول کا حوض اور آخر انگریزی توپیں افغانی گولوں کی زد میں آکر سیکار ہو گئیں۔ ساری رات اور دوسرا آدھا دن ٹھل میں شعلہ زنی زور زور سے ہوئی۔ یوں ٹھل فسطح ہوا اور اس کے ساتھ سرحدی چوکیاں بھی ہاتھ آئیں۔ ایک چوکی سے آفریدی جن کی تعداد پچاس تھی بندو قیں لے کر جیسا کہ انھوں نے پہلے عہدہ پیمان کیا تھا افغانی بھائیوں کے ساتھ آئے۔ ان کی چوکی میں آٹا گڑا تیل اور کارٹوس وغیرہ بہت سے نکلے۔

اس اثنائیں انگریزی طیارے آتے اور بم گراتے تھے جن سے ایک دن تین افغان شہید اور چار زخمی ہوئے لیکن غازی اول تو پرواہ نہیں کرتے تھے پھر عسکری ہدایات پھل کر کے محفوظ رہتے تھے۔ توپوں سے بھی طرفین کے گولے برستے تھے مگر انگریزی توپیں آدھے ثابت ہوئیں اور تقریباً سو گزان کے گولے افغانی توپوں سے دور گرتے تھے۔ اسی وجہ سے افغانی گولے خود ان کی توپوں پر پھٹتے اور ان کو خراب کرتے تھے۔ ٹھل کے بازار کی فتح کے دوسرے دن رات کو سپین دام سے افغانی فرج معہ دزیروں کے وارد ہوئی جنھوں نے او خند قوں پر قابو پایا اور پانی کے کارخانے اور چشے کو جہاں سے چھادنی کے آدمی اور مواشی پانی لیتے تھے اپنے قبضے میں لیا۔

آغازی میں تیس آفریدی اور پنجابی ٹھل کے قلعے سے بھاگ گئے۔ ہٹکو کی چھادنی جو



ٹھٹھل اور کواٹ کے درمیان واقع ہے محصور کی گئی۔ چار ٹھٹھانوں سے انگریزی فوج نے  
ٹھٹھکڑ ہتھیار ڈال دئے اور ٹھٹھانے افغانی تصرف میں آ گئے۔

وانا اور سرد کی کی چھاوتیوں پر سردار شاہ دلی خاں نے قبضہ کر لیا جہاں کے  
سپاہیوں نے پہلے عہد کے مطابق اپنے انگریز افسروں کو ٹھٹھل کر کے میگزین کو خود دلوٹ  
لیا تھا۔ دوسری طرف سردار شاہ محمود خاں نے کوئل پیوار پر قابو پا لیا۔ جہاں ٹھٹھن  
کے تیس اور افغانوں کے تین آدمی مقتول ہوئے۔ نیز دو قصبوں پر قبضہ کیا اور دو  
انگریزی توپوں کو خراب کیا۔

اس بیان سے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ سپہ سالار نے خود قلب میں قیام فرما کر  
اپنے بھائی سردار شاہ دلی خاں کو میتہ پرادر دوسرے بھائی سردار شاہ محمود خاں کو  
میسرہ پتھین کیا تھا۔ تینوں کے لئے راستے سخت صعب پٹیں آئے۔ پھر بھی سابقہ منصوبہ  
کے مطابق سب کی فوجیں اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر ٹھٹھل کے نقطہ پر آن جمع  
ہوئیں۔ تینوں درمیان ہے اور افغانستان سے انگریزی علاقے میں داخل ہوتے  
ہوئے ارگوں دائیں طرف اور پیوار بائیں جانب ہے۔ ٹھٹھل سے پھر کواٹ اور ٹھٹھ  
ہوئے میں اور وہاں سے آگے اقدام مقصور تھا جس کے لئے مفتوحہ علاقوں میں ہر طرح  
تسلی دی گئی اور وہاں کے باشندے سب طرفدار ہو گئے۔ جو انگریزی سپاہی ہتھیار  
ڈالتے تھے وہ کابل میں بھیجے جاتے تھے تاکہ دارالسلطنت کے لوگوں کو اطمینان ہو اور

مشرقی سمت کا داغ دھلے گرد ہاں کی بے انتظامی نے امان اللہ خاں اور ان کے وزرا  
 وغیرہ کو متارکہ جنگ پر مجبور کیا جس سے فاتح سپہ سالار محمد نادر خاں کی پیش قدمی  
 لا محالہ رک گئی ورنہ ایسے چھ آغاؤں کا انجام ناظرین خود قیاس کر سکتے ہیں کہ  
 کیا ہوتا اور کہاں تک پہنچتا۔

# فصل چہارم

## انگریزی فوجی بیانات

اب تک جو مذکور ہوا افغانی روایات ہیں اب انگریزوں کی اپنی قلم سے جو کچھ رقم ہوا اس کا خلاصہ بھی درج ہوتا ہے۔

کوئل پویر پرافغانوں نے خنڈ قیں کھودیں۔ اس پاس کے ہم قوم باشندوں کو انگریزوں کے خلاف ابھارا اور درک زائیوں و زیریوں اور مسعودوں میں اپنا سرخ جھانا چاہا۔ سپہ سالار ناد رضاں متون کی طرف بڑھے اس لئے انگریزوں نے خوست پر حملہ کرنے کا قصد کیا مگر ایک تو فوج کے کافی نہ ہونے کے سبب دوسرا ٹھیک تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے کونغان کس جانب پڑتے ہیں یہ ارادہ ملوثی کرنا پڑا۔ ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ زیری اور مسعودیہ معاندت کو باہم جاری رکھ کر ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے رہیں گے یا متحد ہو کر افغانوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ اس طرف کا اہتمام کر کے پارہ چند کی بھی خبر لی گئی اور وہاں بہت سی فوج متعین کی گئی کیونکہ افغانوں کے حملے کا احتمال وہاں بھی تھا۔ جب اطلاع ملی کہ ناد رضاں علی خیل میں پہنچ کر پویر پر چلا آ رہے تھے تو

ہیں تو پارہ چنار سے تو پختہ وہاں منتقل کیا گیا مگر یہ اطلاع غلط ثابت ہونے پر واپس طلب کیا گیا۔ یہی رد و بدل تین ہفتے جاری رہا اور زردخورد ہوتی رہی۔

آخر نادر خاں نے متون سے حرکت کی جس سے ٹوچی کے دزیروں میں جوش ملی پیدا ہوا۔ سپہین دام افغانوں کے قبضے میں آگیا اور انگریزوں کی فوج جو وہاں مقیم تھی اور جو ان کی مدد کو بھیجی گئی تھی دو نوجبت کر گئیں مگر افغانوں نے قاتل کر کے ان میں سے ایک ہندی افسر اور پندرہ سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد اور چوکیاں بھی خالی کر دی گئیں اور ایک چوکی چھوڑے جانے کے بعد وہاں کے باشندوں نے اسے لوٹ لیا اور آگ لگا دی اگرچہ خود انگریزوں نے بھی چونکہ سب کچھ ساتھ لے جا نہیں سکتے تھے بعض اشیاء کو جلا دیا تھا۔ فوج اور ملیشیا میرام شاہ کو آئے مگر اس پر پانی میں ڈیڑھ سو دزیری ملیشیا سے رد گردانی کر کے افغانوں کے ساتھ ملتی ہو گئے جس سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف ٹوچی کے دزیری بلکہ شمالی دزیری بھی انگریزوں کے مخالف ہیں لہذا دوسو ڈوگرے میرام شاہ میں متعین کئے گئے۔ اس کے بعد دوسرے دزیری ایک صوبہ دار اور جہاد کے ماتحت چھاؤنی میں نقب لگا کر ملیشیا سے بھاگ گئے اور دوسری مسلح قوموں کے ساتھ انگریزوں کے برخلاف لڑنے کے لئے بھاگے۔ جنوبی دزیرستان میں بھی ابتری پھیل رہی تھی کیونکہ مشاہدہ دینی تھا وانا پر حملہ کرنے کے لئے ارگون سے بڑھ رہے تھے۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ وہاں

سے بھی فوج کو واپس بلا لیا جائے۔ انگریزی ہواضع پر وزیر یوں اور آفریدیوں نے قبضہ کر لیا اور وہاں سے جو انگریزی فوج بچ کر نکلی ایک انگریزی مہاجر کی راہنمائی میں لڑتے بھڑتے ساٹھ میل کا سفر سامنے قلعہ مندھین کی طرف روانہ ہوئی۔ اس اثنا میں پانچ افسر مقتول اور دزخمی ہوئے۔

سپین دام سے ملیشیا سپاہی تھا کہ نادر خاں منظم فوج اور قومی لشکر کے ساتھ وہاں نمودار ہوئے اور یہ مقام ٹھل بنو وغیرہ سے بیس میل کے فاصلے پر تھا ان کی اس طرف سے آمد ہرگز متوقع نہ تھی کیونکہ انگریزوں کو کامل یقین تھا کہ وہ راستہ فوجی نقل و حرکت کے لئے بالکل ناقابل گذر ہے۔ اب تک بھی معلوم نہیں کہ افغان سپہ سالار کس جانب حملے کا رخ رکھتے ہیں۔ بنو سے جاٹوں کی دو کمپنیاں رسالہ پہاڑی تو پچانہ اور ہود ڈریس بھیجی گئیں۔ جرنیل یسٹیس ایک پلٹن سکھ اور ایک پلٹن گروہ ضوان اور ایک دستہ تو پچانہ لے کر ان کے ساتھ جا ملے۔ ٹھل میں اسلحہ کھات تیار کئے گئے جہاں سوائے اور افواج کے ایک پلٹن گورکھ تھی جو سب چار پلٹیں ہو گئیں اور رسالہ اور تو پچانہ علاوہ تھا۔

۲۷ مئی کو نو بجے صبح افغانی فوج نے ٹھل کا محاصرہ کر لیا اور ان کی گولہ باری شروع ہو گئی جو تین میل دور سے جاری ہوئی۔ ساڑھے تین ہزار گز سے لیکر ساڑھے پانچ ہزار گز تک ان کی توپیں مار کرتی تھیں جس سے ٹھل کے قلعہ عمارات تفصیل

اور چھاؤنی کو بے اندازہ نقصان پہنچا۔ شرمیل بارکوں پر بھٹتا تھا اس لئے قلعہ کے اندر ہی اندر خندقیں کھودی گئیں تاکہ افغانوں کے شدید بمبارڈ منٹ سے انگریزی تلفات کم ہوں۔ افغانوں کی پیادہ فوج ٹھل کے قصبے پر قابض ہو گئی اور قومی لشکر نے گرد فوج کے مواضع پر سب جگہ تصرف کر لیا۔

۲۸ مئی کو افغانی بوڈڑوں کا نشانہ زیادہ صحیح اور سخت تر پڑنے لگا۔ پڑوں کا حوض بھوسے کا ذخیرہ اور ریل کا اسٹیشن آٹا فائنا سب جل اٹھے۔ افغانی گولے سب نشانے پر ٹھیک پڑتے تھے جن سے وائریس کا اسٹیشن بھی خراب ہو گیا۔ اس لحاظ سے اس انگریزی قوتیں افغانوں کی توپوں سے ادنیٰ ثابت ہوئیں اور ہمارا گولہ ان کی فوج تک نہیں پہنچتا تھا۔ ”بڑی کوششوں کے بعد طیاروں نے ہم کو کرا افغانی توپوں کو قدرے خاموش کیا لیکن یہ سکون عارضی نکلا۔ ٹھل کے قصبے سے ٹھکر افغانی فوج نے قلعہ پر حملہ کرنا چاہا مگر وہ توپ بندوق اور مشین گن کے متحدانہ فائر سے مسترد ہو گئے۔ لیکن نزدیک کی چوکیوں پر ٹوٹ پڑے اور پانی کے کارخانے کی طرف پکے جہاں سے ٹھل میں پانی آتا تھا پلین فوج جو وہاں مقیم تھی بھاگ کر ہنگو کی جانب روانہ ہو گئی۔ دوسرے دن قلعے کے اندر انگریز خندقیں کھودتے رہے اور چونکہ ذخیرے کو آگ لگ گئی تھی اس لئے رسد انسان و حیوان کو آدھی آدھی ملی۔ افغانوں نے رات کو ایک اور چوکی پر حملہ کیا لیکن ہمتابی توپ کے ذریعے ان کو شرمیل دستی بم توپ

منشیں گن اور بدوق نے پپا کر دیا پھر بھی ایک لفٹننٹ اور پانچ اور آدمی زخمی ہوئے۔ تمام دن افغانی توپیں گولہ برساتی رہیں اور ان کی ہوٹریزیں تقریباً تین ہزار گز اونچی جگہ سے شدید آتش باری کر کے قلعہ کی تفصیل اور توپخانے کو سخت نقصان پہنچانے میں کامیاب نکلیں۔ محمد نادر خاں کی اس سرگرمی نے انگریزوں کو مجبور کیا کہ جلال آباد کی طرف سے توجہ کم کر کے سب التفات ٹھل کو نجات دلانے میں صرف کریں تاکہ دوسری افغان قوتیں جو ابھی تک علی طور پر حملہ آوروں کے ساتھ شریک نہیں ہوئی تھیں کھلم کھلا مخالف نہو جائیں۔

۲ رجمن کو جرنیل ڈائمر ٹھل کے محاذ پر مقرر ہوئے اور اسی دن سپہ سالار نادر خان کا خط پہنچا کہ علیحضرت کے حکم سے لڑائی ملتوی ہو گئی۔ ۷ رجمن کو بھی دوسرے مقامات پر جنگ جاری تھی۔ اس دن جرنیل بینن نے پارہ چنار سے سردار محمود خاں کو خط لکھا کہ متارکہ واقع ہونے سے افغانی فوجیں واپس بنائی جائیں۔ اگرچہ صلح قرار پاگئی مگر یہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ محمد نادر خان کا اقدام اور حملہ ہنرمندی اور ہمارت سے بھرپور تھا۔ ان کا فوج کو مشکل اور دشوار گزار راستوں سے نقل و حرکت دینا اور لشکر بھی خاصہ بڑا جس میں توپیں ہاتھیوں پر لدی تھیں ان کی بڑی شخصیت عظمت اور اعلیٰ درجے کی فوجی اور مدبرانہ قابلیت ظاہر کرتا ہے۔

## فصل پنجم

### ترکی جنرل سٹاف کا تبصرہ افغانی محاسبے پر

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سپر سالار محمد نادر خاں کتنی تھوڑی فوج کے ساتھ کابل سے روانہ ہوئے تھے کیونکہ زیادہ تعداد جلال آبا و اوقدھا کی طرف مع بہترین لوازم حرب کے روانہ ہو چکی تھی۔ انگریزوں نے اور ترکوں نے بھی انہی کی روایت سے منظم افغانی فوج کو سپر سالار مردوخ کے ساتھ سمت جنوبی میں مہمانی کی مقدار میں بتایا ہے حالانکہ ان کی معیت میں قبائل کے جنگجو اور جزار جو ان تھے جو مقامی لڑائیوں کے نجات میں البتہ ماہر اور عسکری حیثیت سے ہنرمند تھے۔ ان میں سے اکثر خود انگریزی فوج میں کام سیکھ چکے تھے جن نرک چونکہ افغانی حربی معاملات میں پہلے ذیل تھے اسلئے انھوں نے اپنے ارکان حربیہ عمومیہ کو دقتیں ہمہ پہنچی تھیں۔ ان کے خیالات کا تذکرہ مختصراً مفید ہوگا لہذا درج ہوتا ہے:-

۱۔ ارمی کو ہندوستان کے فوجی صدر دفتر میں طالع پہنچی کہ افغانوں کی دہشتیں  
خوست سے نکل کر کوتل پوار میں اور تین بلٹنیں کچھ تو پچانے کے ساتھ علی خیل میں پہنچی





پیچھے سے گزر کر پشاور میں پہنچ سکتے تھے۔ چار بلٹیں لاہور سے اور دو بلٹیں انبالہ سے روانہ کی گئیں جو ۳۰ مئی کو ٹھل کے مشرق میں حاضر ہو گئیں مگر اس وقت کابل سے متارکہ جنگ کا حکم آگیا اور افغانوں نے مقاومت کے بغیر جوت اختیار کی۔ ۲۰ جون کو انگریزوں نے اپنے سرحدی افغانوں کے چھ گاؤں کو جلا کر خراب کر دیا پھر وہ فوراً اس اندیشے سے کہ محمد نادر خاں خیبر کے جنوب سے پشاور میں نہ پہنچ جائیں اپنی پوری قوت کو اس طرف بھیج لائے۔

انگریزوں کی ریزرو (اختیاطی فوج) میں صرف چار بلٹیں رہ گئی تھیں اور زیادہ ہلکے بھی موجود نہیں تھے اور جو تھے وہ خیریں متعین تھے اسلئے ان سے بھی مدد نہیں لیجا سکتی تھی۔ اگر متارکہ واقع نہ ہوتا تو انگریزوں کو ہلک خطرات میں پڑنے کا احتمال تھا کیونکہ خیبری قبائل کے حملوں کی وجہ سے انکے لشکر وہاں سے ہل نہیں سکتے تھے بلکہ عاجز آرہے تھے۔ اگر محمد نادر خاں آگے بڑھتے تو سب سرحدی قبائل انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور خیبر کے پیچھے جو ان کی فوج متعین تھی نرغے میں آجاتی۔ اس وقت تک سپہ سالار محمد نادر خاں نے اور کرنائی قبیلوں کے علاقے میں قدم نہیں رکھا تھا ان کے دہاں دار دہوتے ہی یہ لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے اور ایک بڑی قوت ان کے ذریعے سے مہیا ہو جاتی۔

چند برسوں سے جو انگریزی طیارے نے کابل میں پھینکے افغانی حکومت اگر نہ کھا کر متار کہ نہ کرتی اور اس وقت لڑائی میں جو خیر کی طرف صرف قبائل میں محدود ہو گئی تھی۔ ان کے ساتھ افغانی فوج بھی شریک ہو جاتی تو جرنیل بیرٹ خیر کی فوج میں بے ٹھل کی طرف ایک حصہ نہ بھیج سکتا اور محمد نادر خاں کی کارروائی میں آسانی ہوتی اسکے علاوہ اگر ان کے ساتھ صالح محمد خاں سپہ سالار جلال آیا تو متحدانہ افکار و صلاح سے کام کرتا پھر بھی انگریزوں کی حالت نازک ہو جاتی اور خیبر اور پشاور کی مدافعت سے عاجز آجاتے۔

خیبر اور ٹھل میں انگریزوں کو مئی کے مہینے میں محاذیہ کی بہت قیمت ادا کرنی پڑی۔ جون میں اگرچہ ٹھل کی طرف افغانی فوج برسرِ پیکار نہ تھی صرف قبائل جیسا کہ خیبر میں شمول جنگ تھے فقط اسلامی نقطہ نظر سے لڑتے رہے۔ جولائی میں ان کی سرگرمیاں اتنی بڑھ گئیں کہ انگریزوں نے تنگ آکر چودہ پلٹنوں کے علاوہ جو ٹھل کے نواح میں موجود تھیں دو پلٹنیں اور وہاں بھیجیں اور ان کو خواست کی طرف حرکت دینے کا ارادہ بھٹاکر اولپندہ کی میں مصالحت کا بندوبست ہو گیا۔ متار کہ ہونے پر افغانی فوج نے وانا پر قبضہ کر لیا اور یہ ٹاکہ کے مقابلے میں ایک جواب بھٹا۔ جب انگریز وہاں سے خارج ہوئے تو افغانوں نے بھی وانا کو چھوڑ دیا۔

## فصل ششم

### متارکہ پر سردار محمد نادر خاں کے عہد شکنی کی وجہ

محمد نادر خاں کے حصے میں اپنا عسکر دس ماہ بھی نہ آیا تھا کہ ایک معمولی لڑائی کے لئے اکٹھا کرنا چاہا جسکے تمام سرحدات کے لیے اور پیچیدہ محاذ پر جنگ آزمائی کا کھیل ہوتا ہے۔ پھر سمت جنوبی کے قبائل میں باہم عداوت و عناد اس درجہ بڑھتا ہوا تھا کہ ایک دوسرے پر اعتماد اور اتفاق محال معلوم ہوتا تھا اور حکام کی غفلتوں اور تعدیوں کے سبب ان سے آڑے وقت پر خدمت اور جاں نثاری کی توقع مشکل تھی۔ پھر جلال آباد کی طرف انگریزوں کی فتح کی خبریں اور افغانی فوج کی شکست اور پراگندگی کی افواہیں خوشست میں زبان زد خلایق ہو چکی تھیں اور ان سے جو پست ہمتی اور دل شکنی پیدا ہوئی تھی وہ ترتیب و تنظیم میں سخت سترہاہ تھی۔ نیز مرکز سلطنت سے خود محمد نادر خاں کو پریشانی تھی کیونکہ امان اللہ خاں نا تجربہ کار تھے اور انکے مشیر بلند خیال نہیں تھے۔

بادوجود ان تمام موافقہ کے سردار سپہ سالار نے اپنے بھائیوں کی معاونت اور حضرت صاحب شہر بازار کی مساعدت سے سب سرحدی ٹھانوں چوکیوں اور چھاؤنیوں

پر قبضہ کر لیا جو افغانستان کے جنوب اور وزیرستان میں جدید ترین اہولوں پر نہایت مستحکم طور پر قائم تھیں۔ وہاں سے اسلحہ ذخیرے اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور وہ خود انگریزی سپاہیوں کے ساتھ جو برصا اطاوت قبول کرتے تھے کابل میں بھیجا جاتا تھا تاکہ مایوسی کی بجائے امید اور تازہ روح پیدا ہو۔ ایک طرف اراکین جو اس باختہ کی دلہی و خاطر چینی کرتے دوسری طرف سرحدات کے باشندوں کو دینی و ملی جذبات سے ابھارتے جن سے سب کے سب ہر طرح کی خدمات اور میل بدایا پیکر بستہ ہو گئے۔ جس طرف سپہ سالار نے رخ کیا کامیاب ہوتے اور غنیمت نے اکثر مقامات ہی امیدان چھوڑا جس سے غازیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ آگے بڑھنے کے لئے بیتاب ہو گئے۔ یقین ہوتا تھا کہ عنقریب سپہ سالار بہادر کی تجاویز کے مطابق افغانی فوج کا ایک حصہ وزیرستان میں اور دوسرا دستہ اتیراہ کی جانب سے فاتحانہ حملے کر لگا۔ اور ان کیلئے سپاہی تڑپ رہے تھے کہ پاتخت کے سبکساروں نے ساحل سلامت ہی کو گرداب سمجھ کر صلیح کالنگر ڈال دیا اور سردار محمد نادر خاں اور ان کی جمعیت کے ارادوں منسوبوں اور متناؤں پر جو حقیقت پر مبنی تھیں پانی پھیر دیا۔

میں بھی اس مجلس شورعی میں شامل تھا جو دران جنگ میں ملکی و عسکری امور است کے حل و فصل کیلئے ہر روز منعقد ہوتی تھی۔ اس کے اکثر ارکان ایسے جاہل تھے کہ بعض استقلال کے معنوں ہی کو نہیں سمجھتے تھے اور کچھ دلیل کی توضیح ہی نہیں کر سکتے

تھے۔ جب ڈک میں سپہ سالار صالح محمد خاں نے طیارے کے بم سے پاؤں میں ذرا زخم کھایا اور لڑائی کا آغاز ہی ابتری سے ہوا تو شورے میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ آیا جنگ جاری رکھی جائے یا بند کر دی جائے۔ ایک رکن مجلس جو جرنیل بھی تھے یہی بولے جاتے تھے کہ لائٹھی لے کر نکل پڑو جب اس کی توجیہ پوچھی جاتی تو پھر اسی بھینس کی ملکیت کے آلے کو پیش کر دیتے جو بھٹا تو موثر مگر وہ اس کا طریقہ محل استعمال بتانے سے عاری تھے۔

جب انگریزی طیارے نے کابل میں بم پھینکے اور ان سے چند گھوڑے بچا ہٹل سے باہر بندھے تھے ہلاک ہوئے تو وہاں تماشا بینوں کا ہجوم آمو جو دہوا۔ میں نے اس دزیر کو جس کے سپرد گھوڑے تھے موقع پر جا کر کہا کہ ان کو فوراً دبا دینا چاہئے ورنہ شہر کے لوگوں میں ہول دہرا اس پیدا ہوگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ کھالیں اتار لوں ورنہ حساب کس طرح دوں گا۔ میں نے کہا آپ شوریٰ میں شریک ہیں ابھی علیحدت سے خاص اجازت لے لو کیونکہ طیارے نے یہی ایک نقصان پہنچایا ہے اور اس کی آگاہی شہر کے بیخبر لوگوں کو مراسیمہ کر دے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شوریٰ میں ایک عام خواہش باغی کی کا عالم تھا۔ امان اللہ خاں کے ہوش بچا نہیں تھے۔ میں نے استقلال و حریت کی خوبی اور ضرورت پر امداد فائقوں کے خود بخود اور آزادی کے استحقاق و اہلیت پر مسلسل تقریر کے بعد ایک تجویز پیش کی جس کے

جواب میں امان اللہ خاں نے ایک کاغذ جو ان کے ہاتھ میں تھا ایک شخص کے منہ پر مارا جو ان کے پاس بیٹھا تھا اور یہ کہہ کر باہر اٹھ گئے کہ تم لوگوں نے مجھے برباد کیا اور میرے باپ دادا کی طرح بھی نہ چھوڑا۔ میری گفتگو میں کوئی اشتعال کی بات ہی نہیں تھی۔ کچھ مدت بعد واپس آئے اور میری عرض کو معقول فسر ماکر اس عمل کرانے کا حکم دیا۔

محمود طرزی نے مجلس میں یہ بیان کیا کہ شہر کے لوگ اپنی بیویوں اور بچوں کو دہات میں لے جا رہے ہیں۔ بادشاہ بھی انسان ہے چاہئے کہ وہ بھی اپنے خاندان کو کسی محفوظ جگہ روانہ کر دے۔ اس پر قاضی عبدالشکور خاں جھنجلا کر بولے کہ تمہارے جیسے مشیروں نے امیر شیر علی خاں کو مع شہر ہی گھرانے کے شہر سے بھگا کر تباہ کیا اور ملک کو غیر کے حوالے کرنے میں بہت پیدا کی۔ تمہارے جیسے بے شرموں نے حکو غیرت چھو نہیں گئی ملت کو ذلیل کیا۔ اب پھر اسی بے حیائی اور بے ناموسی پر اترے ہو؟

الغرض مجلس ٹھنڈی ہوئی تو یہ قصہ سامنے آیا کہ صلح کن شرائط پر کی جائے۔ امان اللہ خاں فرمانے لگے کہ استقلال حاصل کرنے کی کوشش چاہئے اور انسداد مجلس کی آرا مختلف تھیں۔ ایک برگٹیر می کہتے تھے کہ صاحب بس ہی ٹھیک ہے یہی لینا چاہئے جب پوچھا جانا کہ کیا تو جواب دیتے کہ دی جو امیر صاحب فرماتے ہیں ان کو استقلال کے تلفظ سے بھی نا آشنا تھی۔ جاہل ایسے اور عالم محمود طرزی جیسے!

اس شوریٰ کے نتائج کا اثر محمد نادر خاں پر بڑا جوان کی خط و کتابت اور امان اللہ خاں کے فرمانوں سے واضح ہوتا ہے۔ اگرچہ سپہ سالار کو باوجود غلبے کے لڑائی ترک کرنی پڑی۔ مگر انھوں نے اپنے موکہ اور پرزور مشوروں سے امان اللہ خاں کو لڑکھڑاتے بچایا ورنہ وہ لغزش ان سے سرزد ہوتی جس سے افغانستان محکومیت کی زنجیروں میں پہلے سے زیادہ جکڑا جاتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد نادر خاں نہ صرف میدان رزم میں بلکہ سیاست ملی کی بزم میں بھی یگانہ فرد تھے اور انھی کے طفیل ان کے ملک کو دول دنیا کے زمرے میں مساوی مرتبت ملی ورنہ امان اللہ خاں اور ان کے عیال کی مملکت اکثر مثل سابق تابع رہنے کو تیار ہو گئے ہوتے۔



# فصل ہفتم

## مراسلات میں مصاحبت پر محمد نادر خاں کی راتے عالی

امان اللہ خاں کے فرمانوں اور مکاتیب سے جو محمد نادر خاں کو بھیجے گئے تھے۔  
اور جو جواب انھوں نے دئے بہت سی واقعی معلومات ہو سکتی ہیں :-

امان اللہ خاں کا خط :-

قبلاً سمت مشرق کی بنے ہر نظامی اور وہاں کی فوج کے پسپا ہونے سے آپ کو  
آگاہ کر چکا ہوں۔ وہ فوج کابل میں پہنچی ہے اور اپنے افسروں کی سخت شکایت کرتی  
ہے۔ ہر چند ان کو واپس جانے کی تاکید کی گئی مگر بے فائدہ۔ آخر ان کو چھ آؤنی میں اتارا  
گیا تاکہ بتدیج ان سے بند و قیں لی جائیں۔ اس اثنا میں ایک ہوائی جہاز نے کابل  
میں بم گرائے جن سے چند گھوڑے ہلاک ہوئے۔ اس گولہ باری سے شہر کے لوگوں  
میں ہراس پیدا ہوا اور اکثر معزز اور بڑے آدمی بھگو ملامت کرتے ہیں کہ یہ وقت

لڑائی کا نہ تھا اور سبجا حرکت ہوئی۔ اس حالت میں ارکان شوریٰ سے صلح کی گئی اکثر نے صلح کی رائے دی کہ اگر امیر مرحوم اور امیر شہید کے عہد ناموں کی شرائط پر مصالحت ہو جائے تو قبول کر لو۔ آپ کی مصلحت اس بارے میں کیا ہے؟

### محمد نادر خاں کا جواب :-

افغانستان کی تاریخ میں اس قسم کے واقعات و محاربات کی نظیریں اچھی طرح یاد دلاتی ہیں کہ یہ وطن اس سے قبل سخت تر مشکلات و موانع میں پھنس چکا ہے اور ان کے دور کرنے میں ملت افغان شجاعت و مردانگی کا امتحان دے چکی ہے۔ ایسے مواقع پر حکومت کی تشکیلات منہدم تھیں باقاعدہ فوج کا وجود نہیں تھا اور خزانہ بالکل خالی تھا اس ملت غیر رتے تمام خطرات کا مقابلہ کر کے افغانستاں کی شان و شرف کی نگہبانی میں بیشمار قربانیاں کر کے وطن کو دشمنوں کی پامالی اور اثر سے قایل افتخار طریقے پر بچایا ہے۔ جب وہی آبائی خون موجودہ طبقہ ملت کی رگوں میں پھرتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ ایک ہوائی جہاز کے کابل میں آنے سے یہ گمان کر لیا جائے کہ ملت خوف زدہ ہو گئی ہے اور اس لئے ہم بے عزتی کی شرائط جو سرسبز ملکین و قدامت افغانی کے خلاف ہیں قبول کر لیں حالانکہ روزانہ کئی طیارے ہمارے لشکر پر گولہ بارش کرتے ہیں اور ہمارا ایک فرد بھی مطلق اس سے متاثر نہیں ہوتا۔

اہالی شورش کے نظریہ کی بابت جو آنحضرت نے تحریر فرمایا ہے عرض کرتا ہوں

کہ یہ اشخاص ملت کے تحقیقی نمائندے نہیں ہیں محمود سامی محمود شاہ قاسمی اور ان کی مانند آدمی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ مہربانی کر کے ایسی اہم ملی اور سیاسی باتوں میں جو ملت کی موت و حیات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں نہ خود آپ اور نہ آپ کے دُورا و مایورین خودِ سرانہ تصفیہ کریں بلکہ ضروری فیصلہ خود ملت پر چھوڑیں تاکہ اس میں افغانی ذوق و جذبات کو دخل ہو۔ خدا کے واسطے ذرہ بھر اس بارے میں ملی حیات کے بالکس اقدام نہ کریں ورنہ بہت پیشہ مانی اٹھانی پڑے گی۔

یہ ایک غور و عرائض کا ہے جو سپہ سالار بہادر نے امیرِ مان اللہ خاں کی خدمت میں تقدیم کئے اور معتبر و معتقد قاصد بھیج کر انہی مقاصدِ عالیہ پر اصرار کیا باوجود ان کی متواتر مساعی کے مگر کہ بغیر ان کے مشورے کے عمل میں لایا گیا اور پھر اس کی تشریح بھی ان کی صلاح کے بغیر قبول کی گئی جس کی تصریح مزید فرمانوں اور ان کے جواب سے کی جاتی ہے :-

فرمانِ مبارک اور واسطے ہند کے خط کی نقل ملاحظہ کر کے چند امور جو کلی نقصانات پہنچ رہے ہیں تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔ انگریزوں نے سات شرطیں پیش کی ہیں (۱) ان کے ہوائی جہازوں کی آزادی افغانستان میں۔ (۲) جن مواقع پر انھوں نے قبضہ کیا ہے وہاں آزاد رہیں اور حفظِ مالِ تقدم کے لئے ان جگہوں کو مستحکم کریں (۳) جن مقامات پر افغانی فوج اور قبائل نے قبضہ کیا ہے جیسے

وزیرستان ان کو انگریزوں کے سپرد کر دیں (۴) انگریزی فوج سے افغانی فوج  
بیس میل کے فاصلے پر دور رہے (۵) سرحدوں میں اطلاع دینا کہ افغان مسلح کر  
رہے ہیں تاکہ وہاں کے باشندے ہم سے دل برداشتہ اور تامل نہ ہو جائیں۔

دوسرے مواجز دی معلوم ہوتے ہیں جن کے مضامین سے فی الحال کوئی اثر  
نہیں پڑتا لیکن جب وہی باتیں سیاست کے پردے میں دیکھی جائیں تو ایک  
جہان معنی ان میں پیدا ہو جاتے ہیں اور انہی نکتوں سے افغان تان کا ملابہر آباد  
ہوا ہے۔ اگر انسان کی تین سو ساٹھ رگوں میں سے ایک میں بھی خون ہو تو اس قسم  
کی شہر انطا کو قبول نہیں کریگا۔ اگر جلال آباد اور کابل کی حالت بالکل خراب ہو گئی ہے  
تو مصالحت اس طریق سے کی جائے کہ آپ داخلی اور سرحدی دکلا دربار میں طلب  
فرمائیں ان کے ساتھ گفتگو کر کے صلح کا فیصلہ کریں۔ اہل الرائے اشخاص کو مجلس  
میں شامل کریں اور مجھے بھی اس میں شریک فرمائیں ورنہ آپ مختار ہیں۔

اس قدر عرض کرتا ہوں کہ اگر سمت مشرق کی طرف ہماری کچھ زمین انگریزوں  
کے ہاتھ لگ گئی ہے تو اس سے تین گنا ان کی ملکیت سمت جنوبی کی جانب بڑھے  
تصرف میں آگئی ہے۔ پس بقہ شہر انطا پر مصالحت کرنا سرسر عیب ہے  
تمام وزیرستان آج امید کی آنکھ سے افغان تان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ افغانی  
فوج انگریزوں کی بڑی چھاؤنی وانا میں مقیم ہے اور ہماری حالت یہاں ایسی اچھی

ہے کہ لشکر کا مقام ہے۔ اگر یہ خبر عام ہو گئی کہ آپ نے بے شرفانہ صلح کر لی ہے تو ہماری فوج کو وزیرستان میں سخت ضرر پہنچنے کا احتمال ہے۔ خدا کے لئے فکر و اوریشی اور جوصلے کو ہاتھ سے مت دیجئے۔

اس کے جواب میں امان اللہ خاں نے تسلیم کیا کہ سپہ سالار کی غیر مردانگی اور حسن تدبیر سے سمت جنوبی کی طرف انگریزوں کی نسبت کٹمی حصے زیادہ زمین افغانوں کے نصرت میں آگئی ہے۔ یہ بھی دعویٰ کیا کہ وزیریوں اور مسعودوں کی آناجی کے بغیر صلح کو ہرگز قبول نہ کروں گا اور کوئی ایسی بات نہو گئی جس میں افغانستان کی ذلت متصور ہو۔ پھر اس کے بعد کا فرمان ملاحظہ ہو جو سپہ سالار کے نام بھیجا گیا اور اس سے سراسر سرانگلی ظاہر ہوتی ہے :-

دائیں سرے نے مصالحت کی شرط اعظم یہ قرار دی تھی کہ افغانی فوج بیس میل پر سے ہٹ آئے۔ میں نے دس میل منظور کر لیا ہے۔ لہذا اول عالیجاہ ارجمند شاہ محمود خاں کو خبر کر دو کہ یہ ار میں اپنی فوج کو انگریزی فوج کے مقابلے سے دس میل دور واپس لے آئیں۔ دوسرا عالیجاہ ارجمند عزیز شاہ ولیخان کو بھی تاکید کر دیں کہ وزیرستان میں ان کی فوج انگریزی فوج سے دس میل کے فاصلے پر اقامت کرے۔ آپ بھی خود اسی طرح اپنی فوج کو دس میل کے بعد پر لے آئیں۔ اگر افغانی جنرل اور وزیرستان میں گاڑ دیا ہو تو خیر ورنہ مدت گاڑیں اور یہ اعلان

کریں کہ نیا جھنڈا کابل سے بہترین کرائے گا تو نصب کیا جائیگا۔ اگر اشتہار شائع کر دیتے ہوں تو غیر درنہ ملتوی کر دیں تاکہ انگریزوں کو ہماری جنگجوئی اور قتال میں جوش پھیلانے کے لازم کا موقع نہ ملے۔ شاہ دلیخاں جنرل دزیرستان کو متع کر دیں کہ فی الحال وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔

پیرس لار نے پھر لکھا کہ انگریزوں میں بہت پریشانی دکھائی دے رہی ہے۔ ٹھانوں اور چوکیوں کو خالی کر رہے ہیں۔ پل توڑ کر ان کے گڑ واپس لے جا رہے ہیں اور دریائے اٹک کی مورچہ بندی ہو رہی ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ کھڑ سے کنارہ کشی کا قصد کرایا ہے۔ ان واقعات کو ملحوظ رکھ کر اڈینبراہی کی مجلس صلح کو سمجھا دیں کہ افغانستان کی بہتری اور تمام اہل اسلام کی خیر خواہی میں متعدی ثابت قدمی اور مضبوطی برتیں۔

فرمان مبارک میں یہ امر ہے کہ محمود جاں پیو میں اپنی فوج دس میل پیچھے لے آئے عرض یہ ہے کہ جس موضع پر فوج نے وہاں قیام اور استحکام کیا ہے وہ خاص سرحد پر واقع ہے۔ اگر وہ جگہ خالی کی جائے اور دشمن کے ہاتھ پڑ جائے تو اس کے بعد لوگ اور کابل تک کوئی مقام اس کی مدافعت کیلئے ہمارے پاس نہیں رہتا۔ اگر انگریز خواہش کرے گا کہ چھوٹی فوجت خالی کر دو تو وہ اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنا کوئل پیوار کی سرحد کا قبضہ ہمارے لئے ضروری ہے۔ باوجود اس کے حسب فرمان مبارک

فوج اور توپخانہ وہاں سے واپس بلا لیا گیا اور صرف رعیت کے آدمی وہاں مقرر کئے گئے۔ جب دشمن نے شرائط متارکہ میں میطوب جمل کر لیا ہے دیکھئے شرائط صلح میں کیا مقصد پیش کرتا ہے۔ اگر اس وقت افغانستان میں استقلال کی قدر ہو اور احمد اللہ تعالیٰ ہے انگریز کسی طرح بھی ہمارے مدعا کو نظر انداز نہیں کر سکتا کیونکہ تمام سرحد سے اسکے سرپرہات دن چلے ہو رہے ہیں۔ اس کا راستہ بند ہے۔ اپنی فوج کی طرف سے بالکل ناامید ہے اور اس پر اسے کوئی اعتبار نہیں رہا کیونکہ ہر روز اس کی سپاہ میں افغان اور ہندوئی سب دڑے چلے آ رہے ہیں چنانچہ رسالے کے آدمی جو ابھی بھاگ کر آئے ہیں دارالسلطنت میں روانہ کئے جاتے ہیں۔

پھر عرض ہے کہ پیور سے فوج اور توپخانہ ہٹانے کی بابت امرتانی کا منتظر ہوں۔ پیور کی حد پارہ چنار کی انگریزی چھاؤنی سے پندرہ میل دور ہے اسی کو سندے کریم کو موقع ہے کہ وہاں سے اپنا عسکر منتقل نکریں بعد ازاں افغانوں اور انگریزوں کی طرف سے آدمی مقرر ہوں جو حدود کا نقشہ تیار کریں اور وہ آپ کے ملاحظے سے گذر کر منظور ہو۔ علیحضرت کے حکم سے شاہ دلیچاں وزیرستان کا حاکم اور جنرل مقرر ہوا۔ واناہیں افغانی علم نصب کیا گیا اور بڑی دھوم دھام سے یہ رسم ادا کی گئی۔ اس وقت وزیریں اور مسعود ہمارے طرفدار ہیں اور بڑے جوش و خروش سے اطاعت پر آمادہ ہیں۔ اگر ان کے خیالات ہماری جانب سے بدل گئے اور ان کے دل میں ہماری طرف سے

بے اعتباری پیدا ہو گئی تو بڑے نقصانات کا احتمال ہے۔ باوجود اس کے میں نے شاہ ولیخان کو خواست میں ٹھہرا لیا ہے اور اشتہاروں کے تقسیم کرنے میں بھی تعویق کر دی ہے پھر بھی حکم دوم کا منتظر ہوں۔

اس کے بعد سپہ سالار نے ایک اور عرضیہ لکھا جس میں ذکر کیا کہ انگریزوں کی حالت روز بروز کمزور ہو رہی ہے۔ بنوکوہاٹ اور کرائی میرام شاہ اور ٹانک وغیرہ سے ان پر دھاڑے پڑ رہے ہیں کوئی دن نہیں گذرتا جو وزیری اور مسعودان کے مال و حساب لوٹ کر نہیں لاتے ابھی تین سوڑیں خراب کیں اور ان کے ڈرائیو دل کو ساتھ لائے۔ دس بیس سپاہی جو ان کو مل جاتے ہیں ان سے بند و قیں چھین لاتے ہیں۔ ایک پلٹن پنجابی اور ایک پلٹن سکھ سے پیغام پہنچا ہے کہ وہ افغانستان میں آنے کو تیار ہیں۔ توپ بند و قیں اور مشین گنیں وغیرہ روانہ کی جاتی ہیں جو ہمارے ہاتھ آئی تھیں۔ ان تمام حالات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز تعرض کی جرأت نہیں کرے گا لہذا وفد صلح کو راولپنڈی میں تاکید کی جاتے کہ مصالحت میں سستی اور مغلوبیت دکھانے کی بجائے قوت اور زور سے پیش آئیں۔ ہماری سب خواہشات انگریز مجبوراً مانے گا۔

اس خط کے جواب میں امان اللہ خاں کا جو فرمان صادر ہوا اس میں سپہ سالار کی سب باتوں کی تصدیق کی گئی اور ان کی ہمت و تدبیر کی داد دیتے ہوئے منظور کیا کہ پیو اور وزیرستان سے جو ایک فوج اور توپچی نہ علیحدہ کیا اچھا کیا اور یہ بھی ہدایت



نی کہ اگر انگریزوں نے استعفیٰ کیا تو جواب دیا جائیگا کہ تم نے ڈاکہ اور قندھار کے قلعے  
 نوے سال تک اپنی فوجیں واپس نہیں بلائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد نادر خان کی  
 ترغیبیں آخر کار گر ہوئیں اور ان کی عملی اور تحریری دلیلوں کی یہ تاثیر ہوئی کہ امان اللہ خاں  
 نے اپنے بہت فطرت مشیروں کی پرواہ نہ کر کے وندھلچ کو راولپنڈی میں استقامت سے  
 استقلال کی شرط منوانے کی تاکید کی چنانچہ جو نتیجہ وہاں مرتب ہوا اس میں محمد نادر خان  
 کا شیرازہ حصہ ہے کیونکہ دوسری طرف انگریزوں پر زور ڈالتے تھے ان کی سرحدوں سے  
 گزرتے دوسرے مواقع میں لوگوں کو اکساتے تھے جو پیادے حملوں ڈاکوں اور شجوقوں سے  
 انگریزی فوجوں کو تنگ کرتے تھے جس سے ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر دوبارہ جنگ  
 چھڑی تو افغانی فوج کے علاوہ جو پہلے سے زیادہ آراستہ ہو گئی ہے ان کی اپنی فوج بھی  
 بگڑنے پر آمادہ ہے اور نیز گردنواح کے لوگ ہی ان کی ناکہ بندی کر دینگے لہذا بہر  
 حال مصالحت لازم ہے۔

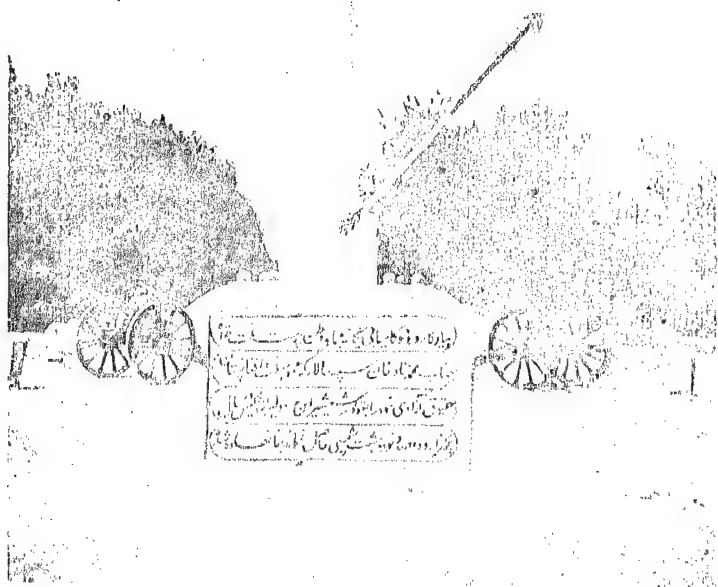
## فصل ہشتم

### پسپہ سالار بہادر کی فاتحانہ مرحمت اور قدرانی

جب راولپنڈی کا دفنہ موتی مصالحت کر کے بعض فیصلہ طلب امور لیکر کابل واپس آیا تو اس بارے میں سردار محمد نادر خاں کا مشورہ مقدم تھا۔ نیز دیگر معاملات میں جن کا تعلق وزارت حربیہ سرحدات اور داخلی خارجی سیاست کے ساتھ تھا ان کی مدد لانا بھی لہذا ان کو دارالسلطنت میں مدعو کیا گیا۔ پس اپنے دو بہادر اور دلاور بھائیوں سردار شاہ ولی شاہ اور سردار شاہ محمود خاں میں سے بڑے شاولیخاں کو اپنی جگہ مکمل ملکی و عسکری اختیارات کے ساتھ مامور کر کے عازم کابل ہوئے۔ نظامی اور قومی لشکر دواع کے وقت جدائی کے خیال سے روتے تھے۔ تمام راہ میں مختلف قبائل اور علاقوں کے گردہ آتے اور آپ کو مبارکباد دیتے اور یہ امید دلاتے تھے کہ ملت ان کی قدر کرتی ہے جو فی الحقیقت وطن کی پاسبانی اور اس کے دشمن کی سرکوبی کی قدر ہے۔ آپ کی محبت میں وہ حصہ فوج ہے جنہوں نے خاص طور پر شجاعت و جاں نثاری دکھائی تھی تیز و افسر اور سپاہی ہیں جو اسلامی اور افغانی حیات سے متاثر ہو کر انگریزی فوج سے فرار کر آئے تھے پھر ایران

جنگ میں اور ساتھ وہ اسلحہ اموال اور دوسری غنیمتیں ہیں جو دشمن سے لگئی تھیں۔ آپ کے استقبال کے لئے میلوں تک سڑک کے دور دراز شہر اور دہات کے باشندے قطاروں میں اشتیاق و احترام سے کھڑے تھے جب غازی فاتح نزدیک آتے تو نعروں سے پہاڑ گونج اٹھتے۔ ان میں مکاتیب کے نوجوان طلبہ کا حصہ البتہ روشن فکری کی وجہ سے زیادہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نہ صرف سپہ سالار کی تلوار نے بلکہ نیران کی قلم نے ملک کو بچایا اور استقلال حاصل کیا ہے۔ درندہ دوسرے تو ہار مان چکے تھے۔ لڑکوں نے عام راستوں میں جھنڈیوں کی جن پر موزوں عبارات مرقوم تھیں بہار دکھائی اور جب آپ وزارتِ حرب میں وارد ہوئے تو سڑک کے دونوں کناروں سے پھولوں کی ایسی موسلا دھار بارش کی کہ ان کے محرابی بادل کے اوپر آسمان دکھائی نہیں دیتا تھا اور رنگ و بو کے قطرے سڑک کے ایک طرف سے دوسری جانب بہتے تھے گویا ہر دامن رہبر گنبدی سقف گل کے نیچے سے گذرتے تھے۔ میدانِ عسکری میں اور پھر محلِ شاہی میں بڑے تپاک اور اعزاز سے خاطر وارات ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے بنگلہ گیری کی سردار مافقہ کو چوما اور طب اللسانی میں بے اختیارانہ فرمایا کہ آپ ہی کی ہمت شجاعت اور تدابیر سے افغانستان کو نجات ملی اور ملت آزاد ہوئی جس کی تائید میں باقی اعیان دربار نے اعتراف کیا کہ ہم تو سب کچھ کھو بیٹھے تھے آپ نے ہی بازی کو جیتا۔ مظلومی مدت کے بعد یہی اظہارِ حکومت کی جانب سے اس منار پر کندہ ہوا جو آپ کی





یادگار میں قائم کیا گیا :- بیا دگار در د کا میابی یگانہ مجاہد وطن پرست، ملت خواہ جناب محمد نادر خاں سپہ سالار کہ عموم ملت افغانستان آزاد می خود را بقوہ شمشیر ایں مرد دلیر از نگلیں در سال بکیز ارد و و صد و نود و ہشت شمشیر حاصل نمودند بنا نہادہ شد۔

بادشاہ کی طرف سے سپہ سالار بہادر کو سب سے بڑا تمغہ (المرئ سوج) عطا ہوا اور ان کے دونو بھائیوں کو جرمنی کے مناصب اور سردار اعلیٰ کے خطاب عنایت ہوئے۔ سردار شاہ ولیخاں کو سپہ سالار غازی کی بجائے اور ان کے دوسرے بھائی سردار شاہ محمود خاں کو سمت جنوبی کا ملکی و نظامی حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح دوسرے افسروں سپاہیوں اور رعیت کے افراد کو جنھوں نے ممتاز خدمات ایفا کی تھیں مناصب نشانات خلعتیں اور انعامات دئے گئے۔ جیسا اخبار پائونیر نے سمت جنوبی کی پہلی لڑائی کے بارے میں نگار کش کی تھی کہ افغانوں نے بہادروں کو تمغے دینے میں بڑی مبادرت کی اب پھر انگریزوں سے بہت مدت پہلے یہ حق لشکر ادا کیا گیا۔

اب سردار محمد نادر خاں نے وزیر حربیہ کی حیثیت میں اس وزارت کی اصلاح میں جدوجہد شروع کی جو امیر حبیب اللہ خاں کے بعد آپ کی جنگی مصروفیت کے سبب دہرم برہم ہو رہی تھی۔ سب پر اگندہ عناصر کو جمع کر کے ان تعلیم یافتہ جوانوں کو جو مکتب حربیہ

سے فارغ التحصیل ہوئے تھے مناسب عہدوں پر مقرر کیا اور سرحد و ذخائر وغیرہ کی فراموشی میں توجہ کر کے فوجی نقل و حرکت کا سامان مکمل کیا۔ چونکہ ابھی انگریزوں کے ساتھ عہد نامہ قرار نہیں پایا تھا اور دوبارہ لڑائی کا احتمال تھا اس لئے فوج کے علاوہ رعیت میں بھی جہاد کے جوش کو قائم رکھنے کی تجاویز کیں۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اپنے بھائی شاہ دلیخاں کو وزارت حربیہ میں اپنا قائم مقام چھوڑ کر اور سمت جنوبی کا خستہ یار شاہ محمود خاں کے سپرد کر کے آپ جلال آباد کی طرف مشقت ہوئے جو بالکل تباہ ہو چکا تھا اور نیز وہاں ان غازیوں کی قدردانی واجب تھی جنہوں نے فوج کی غیر حاضری میں خود اپنی حماست و غیرت سے انگریزوں کی مدافعت کی تھی۔ اب آپ کی معیت و معاونت میں آپ کے بھائی سردار ہاشم خاں تھے جو ہرات میں نائب سالار رہ کر جب وہاں سے واپس آئے تو اپنے سچے مشوروں سے اس شوری کو مستفید کرتے رہے تھے جو لڑائی کے اثن میں منعقد تھی۔

# فصل نہم

## جلال آباد کی مدبرانہ تنظیمات

جلال آباد کے راستے میں تمام منازل پر رعایا کے برگزیدہ افراد کے ساتھ مذاکرات کرتے ضروری مواضع پر نظامی دستے مقرر فرماتے جب جلال آباد پہنچے تو وہاں تمام سرکاری عمارات کو خالی پایا جتنی کہ سفری خیمے سے منتقل ہو کر شاہی مکانات میں قیام کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ سب تاخت و تاراج ہو چکی تھیں مگر ایک عجیب استثناء تھی جو مال جلال کی غنی نگہداشت کی ایک دلیل ہے۔ سردار محمد سیاحاں مرحوم آپ کے چچا زاد بھائی فرماتے تھے کہ ہمارے جلال آباد کے گھروں اور کوٹھڑیوں میں کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا اور ایک شیشہ بھی نہیں ٹوٹا تھا حالانکہ اندر کوئی جگہ لیٹرول کی دست برد سے نہ بچتی تھی

اس لوٹ کا سبب یہ ہوا کہ جب انگریز ڈکھ میں آ پہنچے اور فوج کا بل کی طرف بھاگ گئی تو حاکم نے یہ سمجھ کر کہ اب دشمن جلال آباد میں پہنچ کر ہر ایک چیز پر تصرف ہو جائیگا اسلئے دوست ہی کیوں ان پر قبضہ نہ کرے۔ یہ وہی حضرت تھے جنکی غفلتوں



سے سمت جنوبی کی پہلی لڑائی چھوڑی۔ اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور صلاح محمد نادر خاں نے کی۔ اب پھر اسی واقعے کا اعادہ ہوا۔ حکم حاکم سے افغانوں نے ہی شہر کو لوٹا اور شاہی محلات میں کوئی چیز نہ چھوڑی۔ حاکم کو اپنی ملت ہی کی خصلت سے ناواقفیت تھی جس نے ڈکرا و جلال آباد کے رستوں پر دو طرفہ جمعیت حاضر کی اور انگریزوں کی پیشقدمی کو سختی سے روکا آزمائش کے لئے ان کی کمپنیاں بڑھتی بھٹیں اور منہ کی کھا کر لوٹ جاتی بھٹیں۔ انگریزوں کو یہ بھی لگان بھٹا کہ جلال آباد کی لوٹ خدعہ حرب ہو سکتا ہے کہ ہم وہاں داخل ہوں اور چاروں طرف سے محصور کر لئے جائیں۔ سردار محمد نادر خاں نے جلال آباد میں جلوہٴ فسر زہو کسب خانوں اور علما و مشائخ کو جمع کیا اور ان کو یاد دلایا کہ جب تک انگریزوں کے ساتھ معاہدہ نہ ہو جائے ہم کو چاہئے کہ جہاد کے لئے آمادہ رہیں جو ہماری خود مختاری اور شرافت کی شرائط کے قبول نہ ہونے پر ہر وقت محتمل ہے۔ اسکے لئے اول لازم ہے کہ تمہارے درمیان اتفاق اتحاد ہو اور باہمی عداوت و عناد دور ہو جائے۔ تم اپنے علاقوں میں جا کر سب کو اکٹھا کرو اور اگر کوئی سرکشی کرے تو مجھے اطلاع دو میں اسے سیدھا کر دوں گا۔ دوسرا اپنے میں سے عسکری خدمت کے لئے جس طرح مناسب سمجھو جوان آدمی منتخب کر دو جو پیشہ لڑائی کے لئے تیار رہیں کیونکہ فوری آغاز جنگ کے وقت قومی اجتماع میں تاخیر ہوتی ہے اور عسکر ہر دم آمادہ رہتا ہے۔ تیسرا جو حکومت کے حقوق تم پر واجب الادا

ہیں جیسے مالیات و محصولات ان کو میساق کرنے میں جلدی کرو کیونکہ یہ مدد کا وقت ہے اور نیز جو مال و سبب حاکم کی بداندیشی سے ضائع ہوا ہے اس کے استرداد میں معاونت کرتا کہ کسی کے پاس ایک ذرہ وجہ باقی نہ رہے۔ اتفاق قائم کرنے سپاہی انتخاب کرنے اور حق حکومت ادا کرنے کے بعد پھر آؤ اور میرے ساتھ بیٹھ کر ایک بڑی مجلس ہیں وہ امور طے کرو جو جہاد کی صورت میں ضروری ہیں۔ سب نے رضاد و غبت ان اوامر کو منظور کیا اور علاوہ ان جوانوں کے جو اس وقت سرحدوں میں نگہبانی کے لئے قوم کی طرف سے متعین تھے اور سپاہی بھرتی کرنے کا وعدہ بھی کیا۔

اس کے بعد دونو بھائیوں نے اس بلدہ ویرانہ کو از سر نو آباد کرنے اور اس کے یکھڑے نظم و نسق کو سدھارنے میں رات دن لگاتا محنت و مساعی سے کام لیا مساب مقامات تک ٹیلیفون ڈاک اور دوسرے ذرائع خبر رسائی جتیا کئے صوبے کو مختلف حصوں میں منقسم کر کے حکام کے ہاتھ میں دیا۔ جہاں جہاں قومی جمعیتیں مقرر تھیں ان کی تکمیل کے لئے عسکر اور افسر بھی بھیجے ایک دستہ سیار فوج کا علیحدہ کیا جو تمام سرحدوں میں چکر لگاتا اور لازم تہذیب و تمدن اور عمارتوں کی ترمیم وغیرہ کی نگرانی کرتا۔ خود سردار محمد ہاشم خاں جو سمت مشرق کے گورنر کی حیثیت میں تھے نمان اور شنوار وغیرہ کے ضلع میں دورہ کرتے اور ملکی و عسکری انتظامات کے علاوہ قبائل میں اسلامی افغانی جذبات کی روح پھینکتے تھے۔ ان فعالیتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ سپاہی جو نظامی کام سیکھ

سیکھ کر چلے گئے تھے جو حق و باطل میں داخل ہوئے۔ مالیات و محصولات سب ادا ہو گئے اور مال و اسباب بھی جو تلف نہوا تھا واپس لایا گیا۔ لوگ متفق و متحد ہو گئے اور انھوں نے خود وہ لوگ پکڑ کر پیش کئے جو مفسد اور فتنہ پرداز تھے۔ ان کو حسب ہترائے قتل قید یا تراج کی سزائیں ملیں۔

ان تمام امورات میں مشغولیت کے علاوہ سردار محمد نادر خاں متعدد قبائل کے دکن کو مدعو کر کے ان سے اہم معاملات میں بات چیت کرتے تھے۔ علاوہ سیاسی اور انتظامی باتوں کے جن کا تعلق زمانہ حال کے ساتھ تھا استقبال سے بھی غافل نہ رہتے جب ہر طرف سے رعایا کو امنیت و طمانیت حاصل ہو گئی تو ان کو بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف راغب کیا۔ ایک بڑے مجمع میں جہاں سب بزرگان قبائل حاضر تھے آپ نے معارف کی ازومیت پر تقریر کی۔ اس کے اثر سے جیسا کہ افغانستان میں قاعدہ تھا۔ اپنے مالیات پر اتنا روپیہ اور اضافہ قبول کیا جس سے مکاتب کا خرچہ نکل سکے چنانچہ پہلا مکتب سمت مشرقی میں محمد نادر خاں نے تاسیس اور افتتاح کیا اور ان کے بھائی سردار سردار محمد ہاشم خاں نے ان کی موجودگی اور غیاب میں عرفانی کوششوں کو جاری رکھ کر تمام صوبے میں مکاتب کی داغ بیل ڈالی۔ اسی طرح دوسرے بھائی سردار شاہ محمود خاں نے سمت جنوبی جیسے اکٹھے صوبے میں لوگوں کو سکھایا۔ بچھا کر تعلیم پر آمادہ کیا اور متعدد مکاتب کھولے۔

میں ان دنوں گیارہ سال کی زندہ درگوری اور ایک سال کی آزادانہ خدمت کے بعد رخصت پر گھر چارہا تھا۔ راستے میں بیمار پڑ گیا تو آپ نے مجھے اپنا ہمان رکھا اپنا ڈاکٹر میرے معالجے کے لئے مقرر فرمایا اور دو ہفتے روزانہ میری خبر گیری کیلئے آپ خود تشریف لگا رہے۔ اس اثنا میں مجھے آپ کی وہ مجاہدت اور مدبرانہ کارروائی جس کا ذکر کر رہا ہوں خود ملاحظہ کرنے کا موقع ملا۔ جب میں رخصت سے واپس آیا تو پھر آپ کو اسی جدوجہد میں مصروف پایا۔

ان دنوں مہاجرین ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان سے افغانستان میں وارد ہو رہے تھے کیونکہ امان اللہ خان نے اعلان کیا تھا کہ ہمارا ملک اپنی تمام وسعت کے ساتھ ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ میں نے بڑی شدت سے سپر لارڈ خاں کو آگاہ کیا کہ زبانی جمع خراج اتنے بڑے اہم امر میں کافی نہیں۔ ہزاروں بوڑھے بچے اور عورتیں افغانستان میں کیسے سما سکتی ہیں اور ان کی خوراک اور رہائش کا کیا سامان ہو سکتا ہے۔ چاہئے تھا کہ صرف وہ لوگ بلائے جاتے جن کی افغانستان کو ضرورت تھی اور جن کو ہندوستان زائد سمجھ کر ہجرت پر انعام کرتا۔ موجودہ حرکت طریقین کے لئے موجب آفت ہوگی۔ اس مدعا کو ادراک کر کے آپ نے میری صلاح پر عمل کیا اور جو مہاجرین داخل ہو چکے تھے ان کی خاطر واپارات کو اپنے ذمے لے کر باقی کے لئے امان اللہ خان کو ٹیلیفون میں کہا کہ منع کر دئے جائیں۔ وہ اصرار کیے جاتے تھے اور اس

دھانت کو منسوب نہیں سمجھتے تھے جس پر نائب سالار محمد ہاشم خاں نے اپنی صاحبزادی  
 کی عادت کے بموجب سخت کلامی سے عرض کی کہ انہی ہمسایوں کو سنبھالنا مشاق ہے  
 چنہ چائیکہ اور دلی کو بھی بلایا جائے۔ ربا و خود اس کے سپر سالار نائب سالار اور ان  
 کے دوسرے بھائی سردار محمد عزیز خاں مرحوم ہمسایوں کی دیکھائی اور عملی تسلی میں مصروف  
 رہے اور علامہ اس الفت کے جوان کو اہل ہند کے ساتھ کئی مسافرت کا لحاظ کر کے  
 کوئی دقیقہ ان کی آسائش و مہمان نوازی میں فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔

# فصل دہم

## انگریزوں کے ساتھ معاہدہ

جب حکومت کے سبب تنجبات منظم ہو گئے عمارات بھی ایک حد تک آراستہ ہو گئیں چھانڈیاں سپاہیوں سے ہجر گئیں اور رعایا بھی مطمئن ہو گئی تو بڑی مجلس کے لئے اعلانات صبح کر کے تقسیم کئے گئے جن میں اس بنا پر ملت کو دعوت دی گئی تھی کہ انگریز نے ہمارے استقلال کو قبول کر لیا ہے مگر بعض شرائط جو ہماری کامل خود مختاری کے لئے لازم ہیں ابھی نہیں ماننا بلکہ لڑائی کی تیاری میں مصروف ہے لہذا ہمارا بھی فرض ہے کہ اپنے مقاصد کے حصول اور اپنی عزت و حریت کی حیانت کے لئے آمادگی میں کوئی کسر نہ چھوڑیں تاکہ اگر دشمن کی طرف سے کوئی بے اعتنائی ہو تو ہم بھی پہلے سے زیادہ مقابلے کے لئے تیار ہوں۔

۱۲۹۸ء میں سب بزرگان قوم لٹیکہ کہتے فوراً حاضر ہوئے اور مشہور د  
۱۹۶۱ء معروف ملا صاحب پڑھ (رحم) کے منبر سے کے نزدیک اسس بزرگ مجلس کا انعقاد  
ہوا جہاں بڑی حمیت اور غیرت کے اظہار کے بعد سب نے سپہ سالار خانہ کی کی تائید

کی اور اقرار کیا کہ جب تک انگریز ہماری آزادی کو کاملاً تسلیم نہیں کرے گا ہم تمام  
طوائف اسمار سے لیکر پارہ چنار تک ایک ایسی آگ جلا دیں گے جو دشمن کو راکھ بنا دیگی  
اس میں یہ طے پایا کہ ہر قبیلے کے سپرد اس کے متصل علاقہ ہو جہاں وہ اپنے آدمی  
مسلح و آراستہ رکھیں۔ یہ تقسیم قرآن مجید کے حاشیے پر لکھی گئی اور سب قبیلوں  
کے حصے جتنے سپاہی آتے تھے مع ان کے افسروں کی تعداد کے قلمبند کئے گئے  
ان قومی افسروں کو سپہ سالار غازی نے ایک ایک سپتول جس پر اس طائفے  
کا نام کندہ تھا مع ایک جھنڈے کے جس پر آیات جہاد منقوش تھیں عطا کیا۔

اسی مجلس عالی میں ”اتحاد مشرقی“ نام اخبار بھی شائع کرنے کا حکم دیا جہنفتے  
میں دو بار چھپ کر دست مشرقی میں وحدت اور اصلاح کی ترغیب و تحریض کرتا تھا۔  
ان تمام فیصلوں کو حکومت افغانستان کے پاس بھیجا تاکہ انگریزوں سے جلدی  
جواب طلب کرے اور اگر وہ حاضر خواہ وضع نہ دکھائیں تو جہاد جاری ہو۔ اب یہ  
بڑا جرگہ تو معرض ہوا مگر لوگوں میں اتنا جوش پھیل گیا کہ مذکورہ جواب کا انتظار بھی  
نہیں کر سکتے تھے۔ جامعیت تشکیل کر کے سرحدوں میں پھرنے اور انگریزی علاقے  
میں دھاڑے مارنے لگے۔ سپہ سالار غازی ایک طرف انسداد کرتے تو دوسری  
طرف سرکالے تھے اور یوں چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا جس سے  
البتہ انگریز تنگ آ گئے۔

جب سرحدی اور مشرقی اقوام کی یادداشت سرکاری طور پر انگریزوں کو پہنچی اور اس کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ ایک تو مخبروں نے دوسرا افغانوں کی ضرورت سنانی نے پہلے ہی کافی اطلاع پہنچا دی تھی تو عجلت سے ایک اور افغانی وفدِ صلح کو کوہ منصور میں مدعو کیا۔ یہ سہ سالہ لار کی دورانہ نشی اور تیز فہمی کا نتیجہ تھا کہ جمعیت موصوفتین عینے کے بعد کامیاب واپس آئی اور اس کا ثبوت وہ تقریر ہے جو صدر وفد محمود خاں طرزی نے مرحبوت پر محمد نادر خاں کے سامنے جلال آباد میں بیان کی :-

وہ باشرقانہ مطالبات جو ہم نے انگریزوں سے کئے اور انھوں نے ایک حد تک قبول کئے اور وہ شرائط جو ہمارے وقار و عزت کے منافی تھیں اور ان کی تاکید و اصرار سے انگریز باز آئے اس کا سبب سپہ سالارِ زحمت کزنی و جبار کی شمشیر آبدار اور مساعی قابل افتخار ہیں۔ اگر ہم ان فتوحات کی جو آپ نے سمت جنوبی میں مردانگی سے حاصل کی ہیں سندنہ رکھتے اور انگریز ہماری شیرازہ ادنیٰ کو مشاہدہ نہ کرتے یا موجود وقت میں بھی تلوار براق نادری کا ہم اور آپ کے قدامات کا اثر نہ ہوتا جو افغانی ملت اور خصوصاً جنوبی و مشرقی اقوام شجاع اور ہمارے عام عساکر سے ظاہر ہو رہا ہے ہرگز ہماری اس درجہ پزیرائی نہوتی اور ہمارے جائز مطالبات مانے نہ جاتے۔

البتہ بعض مسائل جو ہمارے استقلالِ حریت اور روحِ افغانیت کو معیوب



منہ قبض کرتے ہیں ابھی حل نہیں ہوئے انہی پر غور و تدقیق کے لئے ہم واپس آئے ہیں تاکہ علامہ حضرت اور جناب کے سامنے جو کہ میری پیری کے عصا ثابت ہوئے ہو اور اعلیٰ مملکت کے دو بروہین لکھے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ علامہ حضرت کی توجہ اور آپ کے فکر رس اور قلم توانا کی مساعدا سے جو آپ کی تشبیہ اور تیز و بلند بین کے ہمسر ہے جلد تر حل کر لیتے ہیں جس سے جانب مقابل بھی راضی ہو جائے اور قانع ہوئی تو اس کو منوانے کے لئے البتہ آپ کی توفیق اور بہترین منصفہ و مصلح ہوگی۔ میں نے اپنا مسئلہ میں داخل ہوتے ہی حضور شاہانہ سے عرض کی تھی کہ ان شکلات میں سپہ سالار حبیب کی فکری مدد ضرور ہے کچھ مدت کے لئے ان کو پایہ تخت میں بنائیں تاکہ حمارے ساتھ معاونت کریں اور ظاہر ہے کہ ان کے گرا کٹ ناخن سے یہ عقدے بھی بخوبی کھل جائیں گے چنانچہ یہ عرض بھی قبول ہوئی ہے۔

اس نطفہ میں اگرچہ مبالغہ کچھ نہیں اور صاف حقیقت پر مشتمل ہے مگر اخیر میں ایک سرشبہ پیدا ہوتا ہے جو ان کے واقعات سے تقویت پا جاتا ہے کہ اللہ جل اور انگریزوں دو ٹھنڈا درخاں سے خوف کھانے لگے تھے اور ان کو ایسی جگہ رکھنا پسند نہیں کرتے تھے جہاں وہ زیادہ مقتدر ہو کر ان کو نقصان پہنچا سکیں۔ وزیر حبیبہ کا رتبہ و ترائیں اول تھا اور حبیبہ ناداری اور ہر دلعزیزی بھی ساتھ متفق ہو تو بادشاہ کو مات کرنے کا شائبہ ہو سکتا تھا۔ اگرچہ ٹھنڈا درخاں میں حبیبہ جاہ

کی بجائے صرف خدمتِ ملت کا دلولہ تھا جس کی بجا آوری میں وہ اطاعتِ امیر کو مطلقاً ماتھے سے نہیں دیتے تھے۔ مگر جب منظریت و منصوریہ کا سہرا بندھا تو دوسری طرف حسد بھی بھڑکا۔ اس کے علاوہ امان اللہ خاں ہر چند انگریزوں سے استغنا برتتے تھے مگر ان کے دل میں ایک طرح کا ڈگر کھ کر گیا تھا جو جیان لطیف آدمیوں میں جیسیا کہ امان اللہ خاں کے بارے میں یہ آخر کار ثابت ہو گیا ایک دفعہ مرعوب کر کے پھر طرح طرح سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ وہ انگریزوں کے ساتھ مصالحت چاہتے تھے اور انگریز بھی اس پر تلے ہوئے تھے کہ جب تک محمد نادر خاں کے ہاتھ میں آتش و شمشیر اور سمتِ جنوبی و مشرقی کے بارود خانوں پر قبضہ ہو اور دونو جانبوں کے پہاڑ آتش فشاں جن کے دھکے ہوتے پتھر دلیں جس جیان اور اوران سے ایجان کے شعلے نکلتے ہوں تو امن کا کیسے امکان ہو سکتا تھا لہذا ان کو کابل میں بلایا۔

پھر اس عذر پر کہ انگریزوں کو شکست دے چکے تھے اب ان کے ساتھ مصالحت میں کیسے شریک ہوں۔ ان کے سامنے حریفِ شرمائی کا جو نزاکت کے منافی ہے ان کو مجلسِ صلح میں شامل نہیں کیا۔ ان کی بجائے سردار شاہ و ایخان کو داخل کیا حالانکہ وہ بھی مستح کا تمنہ و خطاب لے چکے تھے مگر مدعا یہ تھا کہ ان کو سمتِ جنوبی سے بلایا جائے۔ اب رہے سردار محمد ہاشم خاں جو سمتِ مشرقی میں

اپنی صداقت ایمان داری اور فداکاری سے بہادر لوگوں کا دل بھار رہے تھے اور ان کے درمیان عدل و داد و تہنظامات سے اتفاق و اتحاد و جہاد کے موثر جذبے پھیلا رہے تھے۔ ان کو بھی وہاں نہ چھوڑا بلکہ کابل میں وزارت حربیہ کی مصلح پر مقرر کیا تاکہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر کام کریں۔ یہ بھی ضروری تھا اس کے سرانجام دینے میں وہ دل و جان سے مصروف ہو گئے۔ غرض بادشاہ کی طرف سے ان کو جو فرائض مفوض کئے گئے ان کے بحال لانے میں کوئی دریغ نہ کیا اور نیز وطن کی خیر خواہی میں کسی تجویز سے نہ چوکے اور موقع و محل کے مطابق اس کی تعمیل میں کوشش کرتے رہے۔

اگرچہ محمد نادر خاں اس مجلس مصباحت میں جو انگریزوں اور افغانوں کے درمیان کابل میں کئی مہینے منعقد رہی بنفس نفیس شمولیت نہیں رکھتے تھے مگر ان کے بھائی جرنیل شاہ ولی خاں اس مجلس کے نائب صدر رہتے اور پھر معاملات و ذرا کی کیسی تڑپ میں پیش ہوتے جہاں محمد نادر خاں اول وزیر اور بادشاہ کے غیاب میں رئیس ہوتے تھے لہذا ان کو قضیوں کے قصص اور مصلح و مشورے کا اچھا خاصا موقع مل گیا۔ یوں سب ناکرت ملے ہو گئے اور دونوں سلطنتوں کے مابین معاہدہ قرار پایا جس میں افغانستان کی خود مختاری اور خارجی و داخلی استقلال تسلیم کیا گیا۔

# فصل یازم

## قوی اور ملکی انتظامات

اس کے بعد سردار محمد نادر خاں بھر وزارت حربیہ کی اصلاح و تنظیم میں مشغول ہوئے۔ قواعد و نظامات مرتب کئے اور ان کو شائع کرنے کے لئے ایک سالہ بنام مجموعہ عسکری طبع کرنا شروع کیا۔ افغانستان کا ایک مفصل نقشہ تیار کیا جو فنی مت کے سبب چار حصوں میں منقسم کیا گیا۔ حربی فیکٹری کی طرف توجہ ہو کر اس کے مصنوعات کو پہلے سے دوچند کیا۔ نیز اسے غیر ملکی سمجھ کر حکومت کو رضامند کیا کہ یورپ سے اسلحہ خریداجائے چنانچہ جو فرمائشیں آپ نے دی تھیں ان کے مطابق ایک حصہ فوراً پہنچ گیا اور باقی آپ نے خود پیرس میں جا کر ارسال کیا جو سمت خوبی کی دوسری بغاوت میں کام آیا حالانکہ وہ آپ کی محض موجودگی ہی سے فرو ہو سکتی تھی جس کو امان اللہ خاں نے ردانہ ٹھکرا آپ کو فرانس بھیجا تھا۔

ایک قطعہ نمونہ جمال پاشا کی جمعیت کے ادارے میں تشکیل ہوا تاکہ جدید ترین اصولات پر ایک دستہ فوج ہیا کیا جائے اس کے مسابقے میں خود افغانستان کے تعلیمی

افسروں کی نگرانی میں ایک اور بلٹن اسی وضع پر قائم کی سپاہیوں کی تقسیم و تربیت کے علاوہ ان کی تنخواہ اور غلہ کے برداشت پہنچانے میں موثر اقدام کیا۔ سرحدی قبائل کے ساتھ ردِ بطلان اتحاد کے استحکام میں بدستور کوشاں رہے۔ ان کے عمومی حالات اور خصوصی رسم و رواج پر ایک بڑی مفید کتاب تالیف کرانی شروع کی جس کا ایک حصہ طبع ہو گیا۔ اس کے متعلق آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اگر انگریزی کتب سے ترجمہ ہو تو کیا لاگت آئے گی۔ میں نے وزارتِ معارف کے قاعدے کے مطابق جواب دیا تو آپ نے اسے ہنگامہ سمجھ کر اپنے مترجموں کے ذریعے اسے اتمام کو پہنچایا۔ اس بارے میں میرے اپنے ترجمے جیسے کر نیبل سلسلے کی کتاب ”افغانستان“ اور ڈاکٹر سبلیز کی کتاب ”افغانی قبائل“ وغیرہ مع ضروری حواشی کے موجود ہیں جن سے اب مدد لی جاسکتی ہے۔

پہلے مذکور ہوا کہ آپ کو منہٗ المرعطا ہوا جس کے ساتھ پچیس ہزار روپے نقد اور پانچ سو جریب زمین دی جاتی تھی۔ آپ نے پہلی مرتبہ افغانستان میں اس عطیے کو کمالاً ملت کی نذر کر کے ایک مکتب جاری کیا۔ نیچے سراغ ملتا تھا کہ امان اللہ خاں ایسی تعلیم کو پسند نہیں کریں گے جو ان کے وجود کی وابستگی سے خارج ہو۔ اس لئے میں نے ملک کی ضرورت دیکھ کر ریٹائریشن کی کہ یہاں پولیس کا سکول قائم ہو جو حکومت کو فوری امداد دے سکے اور ایک ملی احتیاج کو بھی رفع کرے چنانچہ اس کے متعلق میں نے نکتہ تباہ

بانی غازی کو تفصیل سے تحریر بھی مگر آخر صلاح یہ پھیری کہ ڈاکٹری کے لئے یہاں سے طلبہ تیار ہوں چنانچہ مجھے بھی انھوں نے بڑی شفقت و احسان سے مجلس تنظیم میں منتخب کیا اور میں نے علیگڑھ کے ریڈیڈنٹل سسٹم کے قواعد پر طلبہ کے لئے ضوابط مرتب کئے اور اس پہلے مکتب ملی پر خاص توجہ کی۔ جتن استقلال کے موقع پر اس کے طلبہ کو طبی مضامین بیان کرنے کے لئے گئے اور ساتھ ہی میں نے لازم سمجھا کہ مؤسس مقدس کا بھی ذکر کیا جائے تاکہ اوروں کے لئے نمونہ و نمونہ ہو۔ اس میں یہ بیان کیا کہ سپر سالار شہرت اور تحسین سے مافوق ہیں مگر یہ چیزیں ایک مفید امر کے ساتھ سامنے کی طرح پیچھے لگ جاتی ہیں۔ اس اثنا میں محمود خاں طرزی اور محمد دلی خاں نے ایک دوسرے کے ساتھ سرگوشی کی کیونکہ یہ دونو بھی نشان امر کے ساتھ دہی نقد جنس لے چکے تھے جو اس مکتب کی ٹاسیس کا باعث ہوا تھا۔ پھر انھوں نے بھرخی میں امان اللہ کے کان میں بھی کچھ کہا۔ مجھے کھٹک گیا کہ مکتب کی خبر نہیں چنانچہ کچھ مدت کے بعد اس پہلی ملی درسگاہ کا نام و نشان نہ رہا۔

اب امان اللہ خاں اور ان کے مذکورہ دونو ذریعوں کا ملک میں کچھ پتہ نہیں ملتا بلکہ ساتھ ہی ان کے جانشین چور بھی بادشاہوں کے زمرے میں داخل ہو کر رفق و فکر بن گئے۔ اس تحریر کے بعد خود محمد نادر خاں غازی بھی شہید ہو گئے مگر ملت نے ان کی خدمات کے صلے میں ان کے فرزند اجمند کو اپنا بادشاہ قبول کر لیا۔ اسی طرح زمانہ

گذر تار بیگا مگر نیک نیتی کے ساتھ جو بیج بویا جائے اسکو آفات کا سامنا ہوگا لیکن آخر وہ تناور اور بار آور درخت ہو کر بیگا وہاں اب سل کا شفا خانہ ہے جہاں مریضوں کے لئے ہر طرح کے لوازم معالجہ کھلی ہو اور وسیع فضا اور عمدہ عمارت موجود ہے۔ رابرٹسٹون میں طبی فیکلٹی کا افتتاح ہو گیا ہے۔ یہ اسی تخم کا دوسرا درخت ہے۔ جس کے ثمرات عنقریب وطن کو مستفیض کریں گے۔

اب وزیر صاحب حرمیہ نے یہ رائے دی کہ میرے مشرقی و جنوبی صوبوں کے تجربے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ملت بہت بے انتظامی کا شکار ہو رہی ہے اور اگر ان کی خبر نہ لی گئی تو فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے لہذا تحقیق و تنظیم کے لئے تمام صوبوں میں جمعیتوں کا عہد نامہ کرنا مقدم ہے چنانچہ مجر مشرق و جنوب کے جہاں خود وزیر صاحب مدد فرما رہے ہیں اور ان کے بھائیوں نے کافی انتظامات قائم کر دئے تھے اور سب دلائل میں جمعیتیں بھی گئیں۔ اس وقت روسی ترکستان میں بڑا شور و شر برپا تھا۔ انور بیگ مرحوم ہاں روئی افروز تھے جو اپنی سرزمین سے جنگنی کے بعد دوسرے ملک میں پاؤں جمانا چاہتے تھے۔ وہ انگریزی محاورے کے موافق ”دزرہ کے طعیم کے لئے حد سے زیادہ لطیف ثابت ہوئے۔“ باشندے ان کی قدر کرتے تھے مگر ان کے عالی جذبات پر عمل نہیں کر سکتے تھے۔ اخوت اسلامی کی محبت روسی شوکت و ہیبت کے سامنے کانپ اٹھتی تھی جو نظم لشکروں اور جمہوریت کے سبز باغوں سے جدا روح فرسائی اور دلربائی

کرتی تھی۔

اندریں حالات افغانستان کی وہ سرحد جہاں یہ کارروائیاں جاری تھیں  
 بڑی بحرانی کیفیت میں مبتلا تھی۔ پہلی سلطنت میں اس صوبے کو درتوں ظلم و ستم اور  
 فسق و فجور کا نشانہ بننا پڑا تھا جس کے سہاراوں گھرانے کو بچ کر کے آمو پار چلے  
 گئے تھے۔ ان کو واپس بلانے کے لئے بھی اس حصہ ملک کی آبادانی ورفاہیت  
 پر توجہ لازم تھی لہذا اس طرف سردار محمد نادر خاں کا جانا مناسب تھا پہلے سردار  
 محمد ہاشم خاں کو وزارت حریہ میں اپنا قائم مقام چھوڑ کر سردار شاہ محمود خاں اور  
 سردار احمد علی خاں اپنے چچا کے پوتے کو اپنی معیت میں لیا اور سینہٴ ۳۱۱۱ء  
 میں قلعن و بدخشاں کے متحدہ صوبے کا دورہ کیا۔ جنرل شاہ محمود خاں کو بدخشاں کی حکومت  
 سپرد کر کے ان کو وہاں روانہ فرمایا اور خود پہلے خان آباد میں جو اس لائٹ کا دارالحکومت  
 ہے تفتیش شروع کی۔ ظالموں چوروں اور مفتوں کو بڑے تھے یا چھوٹے قتل و قید  
 کی سزائیں دیں۔ مطیع و صالح اشخاص کو التعمات بخشے اور درباروں میں اتفاق  
 کی نصیحت کی۔ برگزیدہ اشخاص کو جمع کر کے انکے مشورے سے صلاح و تنظیم کے  
 امور طے کئے۔ مالیات و محاسبہ کو جو کئی سالوں سے پرانگندہ و ابتر حال  
 میں تھے درست کیا اور عدل و داد کے قواعد کو صحیح اصول پر جاری کیا۔ زمینداروں  
 اور رمداروں کو مالیات کی مقدار نقد و جنس سے اور مویشی کے ٹھیک محصول سے



آکاہ کرنے کے لئے جدید ضوابط پر عمل کرنے کی تاکید کی۔ یاقیات کے دستروں کو جو رہایا کے ستانے کے لئے آلات رہ گئے تھے یک قلم والہ آلات کی۔ آپ کی توجہ سے اس سال خزانے میں سابقہ برسوں کی نسبت ساڑھے دس لاکھ روپیہ زیادہ وصول ہوا اور رعیت کی دینداری بھی ہوئی۔ محاسب کی طرف شفقت ہو کر طالع کا خود امتحان لیا اور ان کے بزرگوں کو تسلیم کی جو بیاں بتائیں۔ ”اصلاح“ نامی اخبار بھی خان آباد سے نشر کرنے کا حکم دیا۔ ان خبروں سے آوارگان وطن اپنے گھر ورائیں گروہوں کے گردہ واپس آنے لگے۔

بعد ازاں بدخشاں کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے کوچ میں ہر کاہوں کو نقد روپیہ دیا جاتا تھا تاکہ مروج نرخ پر ضروریات خریدیں کسی سے جبر و اکراہ سے توخیر تحفہ و قدرت بھی قبول نہیں کیا جاتا تھا ورنہ پیشتر حکام کا قاعدہ تھا کہ انہی دوروں سے واپس آتے تو لاکھوں روپیوں کے اموال دامتہ کے مالک ہوتے تھے۔ ہاں جب کوئی غریب آدمی روٹی اور دہی لے کر آتا تو اسے قبول فرما کر اسے انعام بخشے تھے۔ سوار اور پیادہ پائیر کی آخری حد تک پہنچے جسے باہم دنیا کہتے ہیں۔ وہاں چار سلطنتوں انگریز روس چین اور افغانستان کی حدود کے مناروں کو ملاحظہ کیا۔ بندرگاہوں سرحدی چوکیوں اور ٹھانوں کا معائنہ فرمایا راہ میں عجیب و غریب اشیاء و مقامات کا انکس لیا جاتا تھا جن پرانی معلومات ملی جاتیں اور مشہور مواضع کے نقشے کھینچے جاتے۔ ادنیٰ چھوٹوں کا

ارتفاع مہا چاہتا۔

یہ سب چیزیں اس کتاب میں مندرج ہیں جو آپ اپنے ”راہِ منہاے مطلق و  
 باطنی“ کے نام سے تالیف کی۔ یہ اذانِ اللہ خاں نے میرے پاس تنقید کے لئے  
 بھیجی تھی۔ فی الحقیقت یہاں یہ مقید و نادر کتاب تھی جس کی سرکاری طور پر شایع  
 روسی مصنفوں سے منکر اپنی تحسین کی تصدیق پائی۔ اس کے طبع ہونے پر ایک جلد شرفِ  
 مولف نے مجھے غناہیت کی مع ایک خط کے جو ایک اور کتاب کے ساتھ پہلی جلد میں  
 درج ہو چکا ہے۔



# باب سوم

دو بار استعفا اور دو دفعہ ملک میں اتیری

# فصل اول

## وزیر حمید کا حاسد و معاند فریق

سلطان سلیم کے دُور کے قتل سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ترکِ ضربِ اہل کے مطابق خدا کسی کو وزیر نہ بنائے۔ کارڈنیل دوزے نے کلی اختیارات کو سلب ہوتے دیکھ کر کہا تھا کہ اگر خدا کی اطاعت کرتا جیسا بادشاہ کی فرزنداری کی ہے تو وہ مجھ ریش سفیدی میں یوں ترک نہ کرتا۔ سعدی نے اسی کو لفظی و معنوی تجنیس سے ادا کیا

ہے

گر دُور از خدا یترسیدے      ہچمنان کز بیک بیک بودے  
شیکسپیر نے اس منصبِ عالی کو ایسی چوٹی سے تشبیہ دی ہے جس سے اوپر چڑھنا محال اور جہاں ٹھہرنے کی بھی مجال نہیں۔ ذرا سا پاؤں پھسلا اور دم نکلا۔ خود افغانستا میں وزیر فتح خاں کی دہشتناک مثال موجود ہے کس جانفشانی اور تدبیر سے انھوں نے سردارِ انجیل کی وسیع سلطنت کو سنبھالا مگر آخر ان کی روشنی طبع ہی بلا ہو گئی۔ جس دُور ان کے بھائیوں کے پنجاب اور کشمیر وغیرہ پر حاکم ہونے کو موجب الزام قرار دیا۔

یہی احادہ سردار محمد نادر خاں پر ہوا۔ امان اللہ خاں کے طرف میں جو حسد اور بدگمانی تھی پسکے لگی اہل دربار جو بادشاہ کے نباض ہونے کی وجہ سے ہی مقرب ہوتے ہیں ہاں میں ہاں ملاسنے لگے اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بادجو سردار محمد نادر خاں کی فتوحات اور ملکی و سیاسی خدمات کے جو بادشاہ کی عین متابعت میں ملت کی ترقی کے لئے ایفا کی تھیں کوئی بھی جرات نہیں کرتا تھا کہ ایک کلمہ خیر ان کے حق میں کہ سکے سراسہنا تو درکنار۔ ایک انگریز جرنیل نے جو جنگ یورپ میں اسٹیمول کی طرف مقرر تھا یہ رائے ظاہر کی کہ فوجی ذلت کی عزت و شہرت کی عمر چھ ہینے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ایک جاپانی جرنیل نے تعجب دکھایا مگر منکلم کے حسن ظن پراس کے خیال میں یہ مدت حرمت محض طوی نہیں بلکہ زیادہ تھی اس لئے کہ لوگ بہت جلد ہی جنگی خدمات کو بھول جاتے ہیں۔

مجھے عرض ہے اس کا احساس تھا مگر عملاً اس وقت پالا پڑا جب میں مدبری مکتب سے ریاست تدریسیات پر مقرر ہوا۔ میں نے پہلا فرض یہ سمجھا کہ مہاراج کے قانون نشانات کی رو سے جن اصحاب نے پانچ سال کے دوران میں تعلیمی خدمات سرانجام دی تھیں ان کو حسب درجات تینے دئے جائیں۔ سردار محمد نادر خاں اور ان کے اقربا کی بابت تاہل اسی لئے تھا کہ بادشاہ برائے ملتے۔ مجھے کبھی اس کی پرواہ نہیں تھی اس لئے میں نے معارف پر ان کے استانات شمار کر کے بے مزین طریقے

سے شاہانہ منظوری حاصل کر لی۔ سردار محمد سلیمان خان مرحوم کو جو قلعہ خن کے گورنر تھے اور سردار شاہ محمود خان کو جو بدخشاں میں جرنیل تھے اور نائب سالار محمد ہاشم خان کو جو ماسکو میں سفیر تھے دیں فرامین اور تمغے بھیجے گئے اور خود وزیر حربیہ سردار محمد نادر خان کو جو کابل میں کنشیریف رکھتے تھے اس مجلس میں اس عرفانی اعزاز سے متنازک کیا گیا جو وزارت معارف میں اسی غرض کے لئے منعقد ہوئی۔ چونکہ تمغہ نصب کرنا میر سپہر اٹھا اور مجھے بھی یہ عطا ہوا تھا۔ اس لئے بڑی دلربائی نہ وضع سے آپ نے ٹھکرا کر خود میرے سینے پر اسے لگایا اور فرمایا کہ سب سے بڑھکر اس نشان بلکہ اس سے بلند تر اکرام کے مستحق تم ہو۔ یہ صرف آپ کا نیک گمان تھا۔

میرے ساتھ بڑی محبت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے چنانچہ ایک دن فرمانے لگے کہ کابل میں انگریزی دان بہت ہیں مگر میں تم سے یہ زبان سیکھنی چاہتا ہوں تاکہ اس بہانے سے ہر روز اختلاط کا موقع بھی مل جائے باوجودیکہ آپ کی مصروفیت بچہ اور عمر بھی تحصیل کے مرحلے سے گزری ہوئی تھی پھر بھی مدت تک ایک مستعد و مجتہد طالب علم کی طرح انگریزی پڑھتے رہے۔ اس اشنا میں ایک دوست کی حیثیت سے جس کا مرتبہ انھوں نے خود مجھے عنایت فرمایا تھا اور نہ میں اس کے تکرار کو گستاخی سمجھتا ہوں اور نیز استاد کی منزلت سے جو اپنے شاگرد کے سب سے زیادہ نظر اٹاتا ہے مجھے ان کی سیرت و سنجیدگی کے مطالعہ کے لئے بہت سادقت میر

آیا۔ جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ ان کا دینی دلی درد تھا اور اہل اسلام اور قوم افغان کے لئے وہ اتنے بیتاب و غمگین رہتے تھے کہ اگر کبھی مسکراتے یا ہنستے تو صرف اسی امید پر کہ کوئی ترقی و تعالیٰ کی یقینی سبیل نظر آنے لگی ہے۔ امان اللہ خاں کی بابت ان کے پس پشت بھی مودبانہ لہجے میں افسوس کرتے کہ سب کام خود رائی سے بگاڑ رہے ہیں مگر رحمت الہی پر توکل کرتے ہوئے مایوس کبھی نہ ہوتے۔ یہی سبب تھا کہ باوجود سخت اختلافات کے آپ ہمیشہ ان فرائض کے ادا کرنے میں سرگرمی سے مشغول رہتے جو آپ کے سپرد کئے جاتے تھے۔

آخر امان اللہ خاں اور ان کے چند شیردہان نے وہ حرکتیں شروع کیں جو قصداً وزیر حریریہ کو ستانے اور ان کے خاص کام میں خلل ڈالنے کے لئے سوچی گئی تھیں۔ پہلے سپاہیوں کی تنخواہ میں کمی کی تجویز پیش کی گئی جس پر وزیر حریریہ نے کہا کہ خود حکومت نے اپنے مطلب کے وقت چار روپے زیادہ کئے اور جب وہ مدعا حاصل ہو گیا تو اب چھ روپے کی تقصیل برائیتجہ دے کر رہے گی۔ ایک نعمہ امان اللہ خاں نے فرمایا کہ بدقتشاں کی فوج نے عرصہ تقدیم کیا ہے جس میں تنخواہ کی کمی کی خواہش کی ہے میں نے عرض کیا کہ ممکن ہے ان کے افسروں نے ملکہ بادشاہ کی خوشنودی کے لئے یہ لکھ دیا ہو اور سپاہیوں کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔ چنانچہ میرے تجربے میں یہ آیا ہے کہ لوگر کے حاکم نے مالیات پر تعلیم کے لئے زیادتی کر دی اور لوگوں سے نہ پوچھا



امان اللہ خاں نے معارف کے لئے قوتا کید کر دی کہ جب تک سب زمینداروں کے دستخط نہ ہوں مکتب نہ کھولا جائے مگر فوجی تنخواہ کے گھٹانے پر اڑے رہے جس سے البتہ سپاہیوں کے دل ٹوٹے اور ان کا حکومت پر اعتبار جاتا رہا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔

علامہ تنخواہ کاٹنے کے خود فوج کو کم کرنے کی سوجھی جس سے وہ افسر جنہوں نے ساری عمر خزانہ مست میں سپر کی تھی اور آئندہ مشاہرے میں افزودنی کے مستحق تھے بالکل بیچار ہو جاتے تھے اور طرفہ یہ کہ ان کو پیشینہ دینے کا بھی قاعدہ نہیں تھا۔ میں نے مکتب جمعیہ میں تنظیم کا وقت بڑھانے کی خاطر تاکہ طلبہ گھر کا کام بھی جماعتوں میں کریں اور جہاں کی صحبت سے بچیں سرکاری کھانا مانگا اور مکتب حربیہ کی مثال پیش کی۔ امان اللہ خاں نے فرمایا کہ فوجی طلبہ میں فرق ہے وہ صرف حکومت کے ہو کر رہینگے اور ملکی طلبہ ہر کام میں مشغول ہو سکتے ہیں۔ ایک لڑکا جس نے مکتب حربیہ میں تعلیم پائی ہو وہ صرف فوج ہی میں زندگی گزار سکتا ہے کیونکہ سپاہی کو سوائے بندوبست کے اور کسی آلے سے آشنائی نہیں ہوتی۔ باجوہ داس دیل کے وہ افسر اور سپاہی جو آئندہ کوئی پیشہ اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ اب موقوف کئے جانے لگے۔ سپر سالر غازی نے بہتیز اور لگایا کہ حقداروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ ان کی دشمنی ہوتی ہے افغانستان اب دوسری دول کے ساتھ مسادیا نہ حیثیت رکھتا ہے جس کے

قائم رکھنے کے لئے زیادہ سپاہ کی ضرورت ہے۔ ملک میں اصلاحات کی جا رہی ہیں۔ ان کو جاری کرنے کے لئے بھی قوت لازم ہے۔ حوادث ناگہماں آتے ہیں ان کو دفع کرنے کے لئے فوری جنگی آمادگی چاہئے جب تک کہ رعایا مکر باندھے مقصد قوت ہو سکتا ہے۔ اس لئے کسی طرح بھی نظامی فوج میں کمی نہیں ہونی چاہئے۔ امان اللہ خاں ادران کے دذرا نے اپنا عزم نہ چھوڑا۔

ذرا ان کے وزیروں کی حکایت سن لیجئے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے گیارہ سال قید میں گزرے۔ میں ان کی تلافی تعطیل کے ایام میں بھی کام کرنے سے کر دنگا۔ اسی طرح ملت افغان چونکہ صدیوں دماغی محنت سے سبکدوش ہی ہے اسلئے انکی اولاد بھی چندے بغیر تعطیلات کے تعلیم حاصل کر سکتی ہے جیسا کہ زمین جو برسوں غیر مزروع رہے بغیر خالی رکھنے کے فصل دے جاتی ہے ہوا الذی انبتکم من الارض نباتاً (خدا نے تمہیں نباتات کی طرح اگایا ہے) امان اللہ خاں نے کہا کہ مجلس میں اس امر کا فیصلہ کر لو۔ میں نے جواب دیا کہ کوئی میرے متفق نہیں ہوگا کیونکہ چھٹیوں میں سب خوش ہیں۔ امان اللہ خاں کو یہ بات پسند آئی اور فرمانے لگے کہ مجلس دذرا ہیں ذرا تماشا دیکھنا کہ تمہارے نظام معارف میں کس طرح دذرا ہل الرے ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے چپکے رہنے کا ایسا کیا پہلا فقر یہ تھا کہ معلموں اور ملازموں کی تنخواہ مقرر کرتے بڑھانے اور گھٹانے میں

اختیار وزیر کو ہو یا انجمن انتظامی کو۔ آپ نے فرمایا کہ انجمن انتظامی میں سب لوگ وزیر کے بلکہ اکثر ایک دوسرے کے ماتحت ہونگے۔ یہ تو بڑی نامناسب بات ہوگی کہ اپنے افسروں کی تنخواہوں میں ماتحت دخل دیں اور اس کو کم کریں۔ چاہئے کہ وزیر قیبل اور اہل ہواور سب اختیارات اسکے سپرد کئے جائیں تاکہ ذمہ داری اور وقار کے ادارہ کر سکے۔ سب نے ”درست درست“ کہہ دیا۔ پھر امان اللہ خاں دفعۃً پیٹے اور جلدی جلدی فرمانے لگے کہ اس میں ایک بڑا نقص ہے۔ فرض کرو وزیر کو کتوں کا بہت شوق ہے اور ایک معلم کو بھی جس کے پاس ایک نفیس کتا ہے۔ وزیر نے اس سے طلب کیا اس نے زد دیا۔ دوسرے دن تنخواہ گھٹادی۔ نہیں وزیر کی مطلق العنانی بہت ضرر پہنچائیگی لازم ہے کہ انجمن انتظامی اس کی روک تھام کے لئے مختار ہو۔ پھر سب نے ٹھیک ٹھیک کہہ دیا تو امان اللہ خاں میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔

یہ عام مجالس کی کیفیت ہے جس میں بادشاہ کی رائے کو بہت وقعت حاصل ہے اور کوئی اس کے خیال کو ٹھیس لگانے کی جرأت نہیں کرتا حتیٰ اس کے خیاب میں بھی خوف طاری رہتا ہے۔ ضمناً ایک اور قصہ بیان کرتا ہوں جس سے افغانستان کے وزراء کے علاوہ دوسرے ملکوں کے علما کے سر بھی الزام تھوپا جائیگا کہ وہ بھی اس شاہانہ لحاظ کے شایعے سے رم کرتے ہیں۔ انجمن معارف میں نصاب تعلیم

پر بحث تھی جو وصفی بیگ مستشار نے ترتیب دیا تھا اور وہ امان اللہ خاں کا ان دنوں بہت منہ چڑھا تھا۔ تاریخ میں اس نے یونان روم اور مصر کے سوا تمام یورپ قدیم کا حال بھر دیا اور ہند ایران اور چین کا ذکر بھی نہ کیا تو میں نے اتنا کہا کہ اس بارک میں ہم کو خیال چاہئے کہ مشرقی ممالک کا قدیم اور مغربی دنیا کا جدید حال تعلیم میں رکھیں اور درمیان کے زمانے کا اسلامی بیان پڑھائیں۔ اس پر ننگ مذکور حوصلہ کر بولا کہ میرا تو یہی نصاب ہے اور اگر اسے قبول نہیں کرتے تو میں ذات شاہانہ کو جا کر کہہ دوں گا کہ مجھ سے اور نہیں بنایا جاتا۔ میں نے کہا کہ مجلس مشورے اور بحث کیلئے ہے پھر آپ خود ہی فیصلہ کر لیں میری اس میں کیا ضرورت ہے۔ میں اٹھ کر باہر چلا گیا۔ وزیر معارف ہربانی سے میرے پیچھے آئے اور بادشاہی مراعات کی مجبوری سمجھا سمجھا کر مجھے واپس لے گئے۔ میرے اتنے احتجاج پر مستشار نے ہند چین اور ایران کے علاوہ ترکستان قدیم بھی ٹھونس دیا اور پہلی چیزوں میں سے کسی کو کم نہ کیا میں بھی اعتراض کرنے کو تھا کہ ساتھیوں نے اکھوں سے خاموشی کے اشارے کئے مجلس ختم ہو گئی۔ وصفی بیگ غصے میں چلے گئے اور ہم بیٹھے رہ گئے۔

پروفیسر بیگ جرمن مسلمان نے جو مشہور مستشرق تھا مجھے کہا کہ تم صحیح رہا۔ دیتے تھے مگر میں اس لئے چپ تھا کہ نائب مستشار ہوں وہ مجھ سے خفا ہوتے پڑتے۔ فوشہ نے جو معروف ماہر آثار عتیقہ تھا یہ تدبیر بتائی کہ جھگڑے سے کیا فائدہ تھا اب

کتابیں تیار کرنے میں اپنی رائے کے مطابق جو دینی تسلیم ہے تالیف کروالینا۔ آذر  
بایجاں کے رئیس جہور نے جو انقلاب کی گردش میں آکر کابل میں مقیم تھا اور بڑا عالم گستا  
جاتا تھا میرے اعتراض کو بجا تسلیم کیا مگر اس وقت زبان نہ ہلائی تھی۔

کتاب کی تالیف میں اسی طرح خود سری ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طلبہ سرٹکے تھے۔  
چار سال کے بعد مجھ سے امان اللہ خان نے سالانہ امتحانات کے نتیجے دریافت کئے۔  
اکثر طلبہ خصوصاً قندھار کے لڑکے تاریخ میں ناکام تھے۔ وہ سبب پوچھنے لگے تو میں  
نے پہلے واقعے کو دہرایا۔ فرمانے لگے پھر انھیں معارف میں طے کرلو۔ میں نے جواب دیا  
مجبور کو تجربے میں لانے کی کیا حاجت۔ آپ مجلس کے اعضا کو حکم دے دیں بلکہ کثرت  
سے کہ دیں تو تاریخ کے مضمون کی اصلاح ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

مگر مجلسوں کے باہر بادشاہ کے صاحب باتوں باتوں میں اپنی مطلب براری کر  
لیتے ہیں اور طرح طرح سے اسکو اپنے دھڑے پر چڑھانے کی کوشش کر کے آخر میں بنا  
لیتے ہیں۔ پھر مجلس میں کان پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتے ہیں اور خود بادشاہ ان کے منصوبوں  
کو اپنی مرضی سے منوالیتا ہے۔ ایک اور کہانی سن لیجئے۔ ایک معلم نے میری سرٹوڑ  
مخافت کی جس سے مکاتب کے انتظام میں فتور آتا تھا۔ یہ ابتدائی سلطنت کا زمانہ  
تھا۔ میں نے امان اللہ خاں کے پاس واقعہ بیان کیا فرمایا کہ اسے برطرف کر دو۔ میں نے  
عرض کیا کہ قابل آدمی ہے صرف منزل سے سدھر جائیگا چنانچہ معلم دوم کیا گیا اور اصلاح

پرا جانے سے پھر اپنے سابقہ عہدے پر آگیا۔ میں اسے کابل کے چند نئے مکاتب کا  
مدیر بنانا چاہتا تھا جہاں اسکی موزونیت تھی مگر بعض اشخاص نے اس اندیشے سے کہ  
وہ میر امنون و معاون ہو جائیگا حالانکہ مجھے اپنے ادائے فریضہ کے علاوہ کبھی اپنی  
جمعیت تشکیل کرنے کا خیال بھی نہیں ہوتا تھا، اسے ہرات میں مدیر مقرر کر کے پرے  
ڈالنے کی ٹھانی۔ یہ تجویز پیش کی کہ وہاں علماء و مشائخ بہت ہیں ایک رشید اور متدین شخص  
بھی بننا چاہئے جو جدید تعلیم کے ساتھ دینی و عربی و فقہیت رکھتا ہو۔ اب جوانوں میں صرف  
وہی شخص اس حلیہ و لباس کا مالک تھا۔ قزو خواہ خواہ اسکے نام پڑا۔ وہ خانگی بھاریوں  
کی وجہ سے باہر جانے پر آمادہ نہیں تھا۔ عرض کی کہ مجھے دشمنی سے فلاں اشخاص نے  
کابل سے کانٹنے کا قصد کیا ہے۔ جواب میں قسم کھانے کا موقع تھا کہ مجھے کسی نے نہیں  
کہا بلکہ میں نے خود تمہیں ہرات کے لئے مناسب سمجھا ہے۔

# فصل دوم

## امان اللہ خاں کے ساتھ اختلاف کے وجوہ

”ٹیمپسٹ“ میں ایک غاصب بادشاہ نے پچھلے سب ملازموں کو موقوف کر کے نئے نوکر رکھے تاکہ وہ اس کے گرویدہ ہوں اور کہیں سابق محسن کی مدد پر نہ اتر آئیں۔ آغا زہبی تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے مگر آخر غیبی اعانتِ حقانی سے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے۔ امان اللہ خاں نے اکثر منصب اردوں کو جو محمد نادر خاں کے ساتھ جہاد میں سہاری دکھا چکے تھے اور ان کے ہاتھ کے نگائے ہوئے نہال تھے اکھاڑ پھینک کا جس سے ان کو سخت صدر مہینچا۔ بادشاہی حکم اور مجلس وزرا کی اکثریت کے سامنے کچھ بس نہیں چلتا تھا۔ ناچار یہ علاج پیش کیا کہ اگر بالضرور یہ خدمت گزار اشخاص برطرف کئے جاتے ہیں تو ان کو بخششِ بڑی یا سرکاری زمین عطا کی جائے جس پر وہ گزارہ کر سکیں۔ اس کی بھی مخالفت ہوئی تو آپ نے استدعا پیش کیا مگر ابھی ان کو جواب دینے کی جرأت نہیں تھی کیونکہ ملت میں سب سے زیادہ نیک نام اور محترم تھے اور ان کی خدمات و احسانات نازہ تھے۔ مگر وہ وقت سے ممرضِ نسیاں میں نہیں آئے تھے۔ ان کی تجویز منظور کی گئی

چنانچہ آپ نے سرکاری اراضی جو کافی موجود تھی خود تقسیم فرمائی اور ایک حد تک  
اشک ثنونی ہو گئی مگر افسردہ سپاہی جو تمام عمر سوائے فوجی ہنر کے اور کسی پیشے سے  
آگاہ نہیں تھے اپنا پیٹ آپ پالنے میں قاصر ہوتے تو زبان شکایت کھوستے  
تھے جس سے ملت میں بھی ان کے طرفدار اور ہمدرد پیدا ہو کر آخر انقلاب کے پورے کو  
نشوونما دینے میں مدد ہوتے۔

امان اللہ خاں نے فرمایا تھا کہ بدخشاں کے سپاہی اپنی تنخواہ خود کم کرنے کے  
آرزو مند نہیں تھوڑی دیر کے لئے اس آرزو کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ملک کے  
اطراف و جانب میں اور کابل میں بہت فرق ہے۔ شہروں میں ہر چیز ہنگامی اور دہات  
میں خصوصاً ہندو کش کے پرے اکثر اشیاء سستی بلکہ کچھ مفت ہاتھ لگ جاتی ہیں  
مثلاً ایندھن جس کی بابت بلا دیں کبھی یہ صادق آتا ہے۔

زغال نیست دریں شہر قدر مقدارے + کہ باز خاں نوسیم یادگار زغال  
تنخواہ تو کم کی مگر ساتھ ہی کوئے تے ہنس کی چال چینی چاہی کہ سپاہ کو مالک متمدنہ  
کی طرح تیار رکھنا دیا جائے۔ سپاہی روکھی سوکھی روٹی پر اکتفا کر کے کچھ اپنے گھر کے  
لئے بھی بچاتے تھے۔ ان کی مسکن کا اندازہ وہ لوگ نہیں کر سکتے تھے جو محلوں میں بیٹھے  
از روئے محاورہ کابلی کھانے باورچی خانے میں اور گھوڑے صہیل میں رکھتے تھے  
تو اسے کبوتر یا مہرم چمے دانی + طہیدن دل مرغان رشتہ بر پارا



سپاہیوں کی چودہ روپے تنخواہ میں سے وہ انسداد و ملازم جن کے ہاتھوں سے نکل کر  
پختہ طعام پہنچا اکثر ایسے پیڑ اور حرام خور تھے کہ فوج کیلئے فاقہ ہی تصور تھا اور بھوکے  
لشکر میں کیا جان ہو سکتی ہے جسے وہ قربان کرنے کیلئے میدان میں نکلے۔ اولاً نہ نکلیگا  
اسی کیوں۔

سپاہی درآسودگی خوش بدار کہ ہنگام سختی بیاید بکار  
پھر ایک نیک دل سرافسر کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ مخلصانہ تعلق ہوتا ہے۔ اس حقیقت  
سے دزیر حربہ نے اس تجویز کی بھی مخالفت کی مگر بے سود۔

ناظرین کو پورا معلوم ہو گیا ہوگا کہ سردار محمد نادر خان اور ان کے بھائیوں نے سرحد  
میں کتنا اچھا کام کیا تھا اور مشرقی و جنوبی فصیلوں کو بنیان مہم و بنادیا تھا! افغانی  
قبائل جو ملک کی ریڑھ اور ملت میں نہ صرف سب سے زیادہ سخت بلکہ مغزدار بھی ہیں ایسی  
خصوصیات سے بھرے ہیں جن کا پہچاننا ایک دورہ تعلیم کا محتاج ہے اور جو شخص اس  
بارے میں سپر سالار غازی کو حاصل تھا اور جس عزت و حرمت سے وہ افغانہ موصوف  
میں مانے جاتے تھے اس کی نظیر کسی اور میں نہیں تھی۔ یہی دوسروں کی نظر میں تیر کی  
طرح کھٹکتا تھا۔ اس کو کھانا بھی ناگزیر ہوا۔ سرحدوں کا انتظام ایسے اشخاص کو تفویض کیا  
گیا جو حیثیت و معلومات اور گفتار و کردار میں ان سے بعد اقطابین کا فاصلہ رکھتے تھے۔  
ایک دفعہ چند مہینوں میں ان کے گھر کو نہ تو وقت پراور نہ ہی اچھا اور نہ ہی

پورا کھانا ملتا تھا جیسا پولینس نے فرانسیسیوں کی لباسی نکتہ گیری کا ذکر کیا ہے افغان  
ایسے دسترخوان کی فراخی پر ایمان لائے ہیں صبح کہ سیرخ در قاف روزی برد سپہ  
ممالار غازی کو اس ابتدائی بے انتظامی پر میں نے ہاتھ ملتے دیکھا ہے۔

نئے منتظم نہ صرف سرحدی شمائل بلکہ پشتو سے بھی بے بہرہ تھے حالانکہ تیرہ اور  
دزیرستان میں دو زبانیں اور بھی بولی جاتی ہیں جن میں سے اردو ہی ہمارے بزرگوں  
کی زبان ہے اسلئے کاننگرام کے باشندے میرے پاس آئے اور اپنی کتابوں کے  
خون ہونے کا ذکر کرتے منجملہ ایک یہ تھی کہ دزیرستان میں مدرسے قائم کرنے اور  
افغانی نصرا ب کے مطابق تعلیم دلانے کا ارادہ رکھتے تھے اول نوان افکار کی تقدیر ہی  
نہیں تھی دوم قندھار اور سمت جنوبی و مشرقی میں جہاں طلبہ سوائے پشتو کے دوسری  
زبان نہیں جانتے تھے فارسی میں تعلیم دی جاتی تھی۔ سرحدات میں ہی غیر طبعی اور  
ناقص ذریعہ مہیا کیا جا رہا تھا چنانچہ سمت مشرقی کی آزاد سرحد میں جہاں چند خوشیلے اشخاص  
نے مکتب کھولے تھے۔ فارسی ہی کی تعلیمی کتابیں بھیجی جاتی تھیں۔ یہ ایشیائی طریقہ ہے  
جیسا انگریز اور پول اور ابرٹین کے بچوں کو فرانسیسی کے توسط سے علوم و فنون پڑھاتے  
گورنر بٹلر نے اسلامیہ کالج جمود میں کہا تھا کہ یہ درس گاہ وسط ایشیا میں دیسی  
مقتناطیسی شہرت پیدا کر گئی جیسی یورپ کے زمانہ وسطیٰ میں قرطبہ کو نہیب تھی۔ کہاں  
یہ منصوبے اور کہاں وہ مفکورے جن میں سرحدی مکتب بھی نہ سما سکے اگر غازی

مچھنا دشمنان کے ہاتھ میں یہ ادارہ رہتا تو جدید لیوں اور ملکزادوں کے محاکب کی طرح  
 کئی مدرسے قائم ہوتے مگر امان اللہ خاں کے اختلاف و حسد کا تو آغاز ہی سے سرخ  
 ملتا ہے کہ یہ دونوں مکتب بھی توڑ دئے گئے تھے۔

وزیر حربیہ کے ساتھ میری اس بار سے میں ہم راہی تھی کہ طلبہ وطن میں تربیت  
 یافتہ ہو مگر تکمیل علوم کیلئے یورپ بھیجے جائیں۔ میں نے ایک ضخیم یادداشت علیحضرت  
 امان اللہ خاں کو پیش کی جسے انھوں نے جال پاشا کے ساتھ اکٹھے مطالعہ فرمایا مگر  
 منظور نہ کی۔ سردار مچھنا دشمنان اپنے لڑکے کو یورپ نہیں بھیجتے تھے مگر آخر کار اسلئے  
 مجبور ہوئے کہ امان اللہ خاں نے طعنہ مارا ”میں اپنے بچے اور بھائیوں کو روانہ  
 کر رہا ہوں اور بعض لوگ مجھ سے بھی بڑھ کر بڑے بنے بیٹھے ہیں اور اپنے لڑکوں  
 کی جدائی گوارا نہیں کرتے“ مجھے بھی بعد میں اپنے بیٹے کو جرمنی میں بھیجنا ضرور ہوا۔  
 یہ وہاں اور سپہ سالار غازی کا فرزند فرانس میں ہی مدفون ہوئے۔

دینی بہوئے تعلیم میں بھی ان کو کلام حق اور مجھے بھی۔ ایک دفعہ پورپی پرنسپل  
 کی کثرت سے آمد پر حیران میں سے بعض نے اپنی دہریت کا اعلان کیا اور سب  
 اپنے اپنے ملی جذبات کی بھی اشاعت کرتے تھے تو میں نے ایک اعلان لکھا جس  
 میں ان کو اسلام و افاغیت کے پاس کی ہدایت کی گئی یعنی ان کے متعلق کوئی کلمہ  
 تنقیر منہ سے نہ نکالیں اور ان دونوں باتوں کی فوقیت و فضیلت طلبہ پر دلائل فراہم

سے واضح کی گئی تاکہ دل سے قائل ہو کر نئی تعلیم کی بیجا آزادی سے متاثر نہ ہوں۔  
یہ اعلان چھپتے نہ پایا۔ امان اللہ خاں طنز سے بچے جو ان افغانوں کا شیخ الاسلام  
کہا کرتے تھے۔

مشائخ اور علمائے دین افغانستان میں خاص مرتبت رکھتے ہیں جس سے  
امن و حرب میں بید فائدہ مرتب ہوتے ہیں۔ ان کے مرید اور شاگرد عبادت و اخلاق  
معاملات حسنہ سیکھ کر اردوں کو اپنی مثال نصیحت سے متاثر کرتے رہتے ہیں  
اور جہاد و شہادت کا ثواب و درجہ معلوم کر کے لڑائی میں ان کے بھجڑے تلے  
لاکھوں غازی جمع ہو کر ملک کی حفاظت کرتے ہیں۔ امان اللہ خاں نے صرف  
مکاتب ملکی و حربی اور عسکر کو کافی سمجھا۔ ایک یونانی حکیم مصلح کی یوں تعبیر کرتا ہے  
جیسے کوئی زمین کے چھلکے کو اتار کر کسی اور خلاف سے بدلنا چاہے۔ ممکن ہے  
کہ اس کے بندوں کے اٹھائیں یا نئی پوشش کی کم قوت کے سبب تختہ الٹ  
سے گندھک لادو اور آگ ٹھکر سب کو بھسم کر جائے۔ علما و مشائخ کو بے رونق  
ذلیل بنانے ہی کو احتمال ہے کہ ملت برداشت نہ کرے اور ان کی حمایت میں  
مخالفوں کے خون کی ندیاں بہا دے اور اگر ان کا اقتدار و تقدس سلب بھی ہو جائے  
تو پھر غالب یہ ہے کہ مکاتب و مصلحان اور جنسات کا حقہ نہ سکھا سکیں جو طریق  
شرعیہ کے مسلک میں یقین ہوتے ہیں اور وہ فتنہ و فسق و فجور برپا ہوں جس سے

ملک و ملت کی جڑ اکھڑ جائے۔ لڑائی میں جب آخرت کی نجات پیش نظر نہوں تو کوئی اس زندگی کی لذت کو کیوں فدا کرے۔ امر واقعی ہے کہ قدیم مجاہدوں ہی کی قربانیوں سے افغانستان اب تک آزاد ہے۔ یقینی ہے کہ جب تک جدید عساکر کا تجربہ عمل میں آئے یا جرح و باجرح سب کچھ ٹرپ کر جائینگے۔ ان کے مقابلے میں اہل دین ہی نے سرسکندری کھڑی کر رکھی ہے و ما استطاعوا ان یظہروہ و ما استطاعوا لہ نقباً نہ تو اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ اس میں سرنگ لگانے کی طاقت رکھتے ہوں۔

امان اللہ خان نے ابتداً مساجد سے اماموں اور موزوں کو کم کرنے سے کی اور مقامات متبرکہ سے حکومت کی اعانت اٹھالی۔ بزرگوں کے وظائف بند کر دئے اور ان کے حق میں امانت کے فقرے کستے شروع کئے جس پر محمد نادر خاں نے غصہ حسد اور حکمت سے اعتراض کیا اور محمد ہاشم خاں نے اپنی معمولہ خشونت صادقہ سے احتجاج کیا۔ ایک دفعہ انھوں نے مجلس میں علانیہ کہا کہ سابق عہد میں شاعر، سلامی کی مراعات زیادہ تھیں اور مساجد پر غلے کے لوگوں کی حاضری لی جاتی تھی اب زبانی جعہ خج ہے اور حقیقت کچھ نہیں۔ جب بڑے بھائی نے اشارے سے قول لیسن کی ہدایت کی تو آپ اور بھڑکے کہ مجلس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ سچی سچی رائے اور اصلاح دی جائے خود وزیر حربیہ خلوت میں اور عزائض کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ادا

کرتے رہے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آپ ملت کے بگڑنے کا اندیشہ ظاہر کر کے ڈراتے رہے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرے پایا تھا کہ قندھار اور غزنی کے نواح میں شورش پیدا ہوئی۔ بدخشاں کی طرف فساد کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ مشرقی اور جنوبی سمتوں میں اس فتنے کی آگ سکنے لگی جس نے آخر وہ شعلے دکھائے جن سے نزدیک کابل مع سفارتخانوں کے جل ہی گیا تھا۔

# فصل سوم

## وزیر حمید کا استعفا اور

## سمت جنوبی کی بڑی بجاوت

سردار محمد نادر خاں اسسٹنٹ سیکرٹری اور پیچیدہ معاملات کی تاب نہ لا کر رنج و غم میں گھلتے گئے۔ بہر وقت محزون اور پریشان رہتے جس کا اثر ان کی صحت پر اتنا زیادہ پڑا کہ سر چکرانے لگا جو متواتر در دسری صورت پکڑ گیا اور اس کے ساتھ سینے اور گلے کی خرابی بھی لاحق ہو گئی۔ آخر تک اگر سبب یہ ہیں آپسے متفائلوں کا مضمون ہے :-

اعلیٰ حضرت! آپ میرے خالص عقیدے اور بے غرض طریقے سے پورے وقت ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ مٹ سے میں طبع طبع کی امراض میں مبتلا ہوں۔ آج اس عرصے میں اپنے آخری قیام کو اس کو خرچ کرتا ہوں کیونکہ مزید رآن مجھ میں حوصلہ نہیں رہا یقیناً کہیں کہ میرے جیسا امراض شخص جس کا جسم و دل دو تو بیمار ہوں وہ بارگراں اور زیادہ دیکھ سکتا نہیں اٹھا سکتا جس کا میں متحمل ہوں خصوصاً اس وقت سے کہ ایک

جمعیت کے ساتھ جو آپ کے گرد فراہم ہو گئی ہے برابر اختلاف رائے واقع ہو گیا ہے اور میں اپنے خیر خواہانہ خیالات کو آپ کے اور ان کے افکار کے برعکس مشاہدہ کرتا ہوں۔

اپنے متعدد تجربوں پر نظر کرنے سے جو مجھے اس ملک میں حاصل ہیں اور ملی جذبات و حیات کی معلومات سے مجھے بہت اندیشہ ہوتا ہے کہ خدا خواستہ ان افکار پریشان سے وطن اور اس کی ترقیات کی عمارت متزلزل و منہدم ہو جائے گی۔ ان خطرات کا هجوم روز بروز میرے ضعف و لقاہت کو زیادہ کرتا ہے اور وطن کی محبت و دردِ جدوار و جفرسا ہے جبکہ خود اہل حضرت میرے عرض کو جو آپ کی بہبودی ملت کے فائدے اور مملکت داری کی طرز کے متعلق تقدیم کرتا ہوں قبولیت نہیں بخشتے ان کو اہمیت نہیں دیتے اور ان بگڑ خراش اوضاع کے ضخیم نتیجے کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ لہذا وجدان اور بیان کی رو سے اس اظہار پر معذور و مجبور ہوں کہ جب یہ اطوارِ حویرے وطن خواہانہ میلان و آرزو کے برخلاف جاری ہیں میرے دل کو صدمہ پہنچا رہا ہے ہیں تو امیدوار ہوں کہ موجودہ مہمے سے لطفاً مجھے مستغفی و منفصل فرمائیں۔ میری کوئی خواہش نہیں کہ داخل وطن میں کسی ماموریت پر کام کروں اور اگر میرے کام کرنے پر ضرور اصرار فرمائیں تو اس حیاتِ مستعار کی شرط پر جسے بار بار وطن کی قابل افتخار خدمات کے لئے نثار کرونگا اور بیماری لاحقہ کے نیچے سے چھوٹنے پر



امورات خارجہ افغانستان کی جس خدمت پر مقرر فرمائیں آپ کی رضامندی کے حصول کے لئے اگرچہ ایک سفارت کی سرکارتی ہونے پر قبول کروں گا اور اس ظاہری غیاب کے وسیلے سے ایک طرف تو روحانی کشمکشوں اور موجودہ نامناسب اوضاع سے ایک گوندہجات پاؤں گا وہ سہرا اپنے معالجے میں کوشش کر سکوں گا۔

امان اللہ خاں نے اس استعفاء نامے کے جواب میں کچھ مدت لیت و لعل کی اور آپ کی تیمارداری میں بھی ساعی رہے مگر آخر آپ کو فرانس کی سفارت پر مقرر کر دیا چونکہ وہاں آپ کا فرزند فوت ہو چکا تھا۔ وزارت معارف میں فائز خونی کی رسم ادا ہوئی جس میں امان اللہ خاں اور سب وزرا و اعیان مملکت شریک ہوئے حضار کی ماتم پر سی کے جواب میں مرحوم کے والد مرحوم نے یہ تقریر کی:-  
واللہ میں اپنی مرگ کے اندیشے سے جو میری بیماری کے سبب لاحق ہوتا ہے اور اپنے بیٹے کی موت سے جس نے طلب علم اور بادشاہ کی اطاعت کرتے ہوئے غربت میں جان دی اس قدر غلگین و حزیں نہیں بنتا ان اوضاع سے پریشان و متاثر ہوں جس نے عزیمت اور حکومت کو ہندک خدشات کے شبکے میں کھینچ رکھا ہے میرا اضطراب و بے چارگی اس مسئلے سے اور بڑھتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امین و خائن کے درمیان تمیز نہیں فرماتے اور ان دوستوں اور خیر خواہوں سے دوری چاہتے ہیں جو اصلاح کی خاطر تنقید کرتے ہیں اور ان خود غرضوں اور خوشامدیوں کے نزدیک ہوتے ہیں

جو روح و تعریف کے سوا ان برے نتائج کو پیش نہیں کرتے جو موجودہ روش پر واقع ہوئے والے ہیں۔ میں اس موقع پر جب میرا دل فرزند کی وفات پر کباب ہے خلوص سے دعا کرتا ہوں کہ خدا مجھ کو اور میرے خاندان کو وطن کے حقیقی شرف و فخر کی راہ میں قربان کرے مگر ایسا دن تو دکھائے کہ ملک میں تفرقہ و نفاق کا بیج بویا جائے اور حکومت ملت سے اور ملت حکومت سے سبزار اور برسر پکیر ہو۔ اہل افغانستان کے سچے ہی خواہوں کو تمام بلیات و آفات سے محفوظ اور اس وطن کے دشمنوں اور خائنوں کو رد کیا کہیجئے اور ہم طبقہ موجودہ کو جن کے ہاتھ میں ملک کی قیمت ہے ایسی توفیق بخشید جس سے خیر و شر کو سمجھ کر وہ راستہ اختیار کریں جس میں تیری رضا اور تیری مخلوق کا آرام اور مینامی مقصود ہو۔

اس کے بعد آپ تو جلدی عازم فرانس ہوئے مگر وہی بات ہوئی جو آپ کے دل میں خطور کرتی تھی۔ سمت جنوبی کی بغاوت نے کابل میں قیامت برپا کر دی اگرچہ یہ واقعات جلد اول میں مفصل بیان ہوئے ہیں مگر مختصر اعادہ تسلسل عبارت کے لئے لازم ہے۔ امان اللہ خاں کی بیجا بلند پروازیاں آخر اپنا رنگ لا کر بیہ ملت مخالف ہو گئی اور اس کا وہ حصہ جو زیادہ بہادر و دلاور تھا البتہ پہلے متاثر ہوا۔ بادشاہ کے مسلک کی پیروی کرتے ہوئے وہاں کے حاکم نے کہہ دیا کہ خبردار ہو یہ زمانہ قانون کا ہے قرآن کا وقت گیا۔ ملا اٹھ کھڑے ہوئے۔ رعیت

ان کے ساتھ ہوئی۔ چھاؤنی محصور کر لی۔ سرکاری فوج کو شکست دی۔ صلح کی  
 کوشش ہوئی تو انھوں نے صاف کہا کہ ہم سوائے غازی محمد نادر خاں کے  
 کسی پر اعتبار نہیں کرتے۔ امان اللہ خاں کے وزیر و علمائے پیغام لائے تو شانہ  
 حسد و شبہ بھڑکا۔ **يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي**۔ کیا  
 جسے میں مقرر کروں اس پر اعتماد نہیں اور صرف محمد نادر خاں پر اعتبار ہے؟  
 میں اسے فوراً ملک سے باہر بھیجتا ہوں تاکہ اس کا نام تک نہ لو اور اس کی بجائے  
 ایسے شخص کو تمھاری مصالحت یا بھگنی کے لئے روانہ کرتا ہوں جس نے کبھی تلوار  
 یا بندوق ہاتھ میں نہیں لی۔ جو بٹافان بھی نہیں۔ جو پشتو کا ایک حرف نہیں  
 جانتا۔ جس نے قبائل کے ساتھ کبھی راہ و رسم نہیں رکھی۔ غرض یکے پس بادشاہ ہوں  
 جسے چاہوں دزیر بناؤں جسے چاہوں اسیر کروں۔ **أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ**۔ جسے  
 چاہوں زندہ رکھوں جسے چاہوں ماروں۔

جب باغیوں نے سنا کہ سپہ سالار غازی فرانس بھیج دئے گئے ہیں تو طیش  
 میں آکر فوج پر ٹوٹ پڑے۔ ان کے علاقے میں ایک عبداللطیف نامی کا دیانی  
 ہو گیا تھا اور امیر حبیب اللہ خاں کے وقت میں سنگسار کیا گیا تھا۔ انھوں نے  
 امان اللہ خاں اور ان کے سپاہیوں کو کیانی کہنا شروع کیا۔ ان کی ہمت کا یہ عالم  
 تھا کہ دفعہ سپاہی کے پاس پہنچ کر چہرہ اسر رہ چکا اور گھما کر فرہ مارتے کہ اکیڈانی

پھینک دے بندوق۔ پھر اس کی مشکیں کسکرے جاتے۔ جب ان کا رعب و غلبہ  
 حد سے بڑھ گیا تو کابل کے ملا گھبرائے اور انھوں نے امان اللہ خاں کو کہا کہ اس  
 دینی ہمت کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کسی کا دیانی کو پکڑ کر سنگسار کر دیا جائے  
 چنانچہ ایک دکاندار کو جو شاید اکیلا ہی اس نئے مذہب کا مستفید تھا پتھروں سے  
 مروا دیا مگر نتیجہ مرتب نہ ہوا۔ باغی کو تل تیرہ کی سخت گھاٹی سے گزر کر نوکر میں داخل ہو  
 گئے اور لوٹ مار بچ گئی۔ تو پچھلے راستے میں جاتے ہوئے روکے اور خراب کئے  
 گئے اور فوج کی وہ گت بنی کہ مولیٰ گاجر کی طرح کاٹی ٹکٹی۔

میں نے یہ تشویشناک حالت دیکھ کر چند اجاب کے مشورے سے ایک  
 مصلحتیہ لکھا کہ نظامی استری و پراگندگی اس امر کی تقاضی ہے کہ اب قومی طریقے سے  
 کام لیا جائے اور ان اشخاص کو گھروں سے نکال کر میدان جنگ میں بھیجا جائے جن  
 کو ملت پہچانتی ہے بلکہ شاک ہے کہ کیوں وہ خانہ نشین ہیں۔ چونکہ باغی اپنے علاقوں  
 سے دور آگئے ہیں سرحد کی طرف سمجھے سے ان کے گھروں پر حملہ کیا جائے  
 اور ان کو ہول دہرا اس دلانے کے لئے ہشت تہرات تقسیم کئے جائیں کہ ایک  
 طرف سرحد و جلال آباد اور دوسری جانب ان پر غزنی و قندھار سے لشکر کشی  
 ہونے کو ہے۔ میں نے پانچ سال پہلے تجویز پیش کی تھی کہ مگتا میں بجائے  
 کرکٹ و فٹ بال کے فوجی قواعد بندوق کا استعمال اور مصنوعی لڑائیاں رائج

کی جاتیں۔ اس پر چندے عمل ہو کر غفلت کی گئی تھی اب بھی فوری تیاری سے ایک ہزار جوان ایسے موجود ہو سکتے ہیں جو آکر ساری سپاہ باہر چلی جائے تو بادشاہ کی اور شہر کی حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ میرے عریضے کی حسرت بحرف تعمیل ہوئی مگر وزیر دربار نے چند روز بعد مجھے مسکراتے ہوئے کہا کہ اگر تمھاری درخواست ضروری ہو تو پیش کر دی جائے حالانکہ شبہ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ پڑھی جا چکی ہے۔

سردار عبدالقدوس شاہ اعظم الدہ کو لوگر بھیجا مگر انھوں نے باغیوں کا قلعہ اور قلعہ کارنگ ہی دگر کوں پایا۔ امان اللہ خاں کابل میں بیٹھے کمان افسری کرتے تھے اور کسی کو میدان میں ذمہ دار نہ خستیار حاصل نہیں تھا۔ بوڑھے آزمودہ کار اور مشہور جنگجو ناچار اپنا سامنہ لے کر واپس لوٹے۔ علما و مشائخ بھی ناکام مرجعت پر مجبور ہوئے۔ اب امان اللہ خاں کو بڑے جرگے کی سوچھی۔ اس میں بھی ملک کے سب صوبوں اور شہروں سے وکلاء علما اور اکابر مدعو کئے گئے مگر محمد خاں کے خاندان میں سے کسی کو شریک نہ کیا۔ سردار شاہ ولیخان جو نقض و جریں تھے اور بڑے بھائی کی طرح تنگ آکر استغاثہ سے چکے تھے مجھ سے بڑی حسرت کے لمبے میں کہتے تھے کہ ہم نے تو امان اللہ خاں سے اختلاف رائے کیا اور ہماری علیحدگی بجا ہوئی مگر ہمارے بزرگوار والد اور چچا جو کسی بادشاہ یا اٹلی اور قائم

ہوتی دیکھ چکے ہیں اور انقلابات مجالس اور جرگوں کے تجربے رکھتے ہیں وہ تو اس  
جرگے میں مصلحت کے لئے شریک کر لئے جاتے۔ جرگہ ختم ہوا اور وہاں باغیوں کی  
بند دفتوں کی آواز پہنچی تھی۔

سردار شاہ ولیناں نے یہ خطرناک حالت دیکھ کر گھبر بیٹھنا گوارا نہ کیا اور لڑائی  
میں جانے کی درخواست دی جو منظور ہوئی۔ آپ کی سابقہ شجاعتیں جن سے سمت  
جنونی کے سب لوگ آگاہ تھے اور مردانہ خصائل و اخلاق جن کا سکد وہاں کے  
پیر و جوان پر بیٹھ چکا تھا آخر اس حکومت کی درد کے دہا بنے جس نے ان سے  
بے اعتنائی برتی تھی۔ اگرچہ آپ بھی محصور ہوئے گند لاپانی پینا اور چنے چبانے پڑے  
مگر باغیوں کو شکست دی اور وہ اس پیشقدمی سے رک گئے جو عنقریب کابل کو  
تباہ کر دیتی۔ ہزاروں جانیں تلف ہوئیں لاکھوں روپوں کا نقصان ہوا مگر امان اللہ خاں  
کی بات رہ گئی فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ ابْوَابَ كُلِّ مَنٍّ  
حَتَّىٰ إِذَا فَرَجُوا يَمًّا أُولُوا إِلَهُائِهِمْ بِنْتَهُ فَإِذَا هُمْ مَبْلُغُونَ  
جب بھول جاتے ہیں وہ نصیحت جو ان کو یاد دلانی جاتی ہے تو سم ان پر ہر چیز کے  
درد اذے کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خوش ہو جاتے ہیں اس سے جو ان کو  
دیا جاتا ہے پھر سم ان کو ناگہاں پکڑ لیتے ہیں اور وہ بیٹھے کے بیٹھے رہ جاتے ہیں۔  
فرانسیسی انقلابیوں سے بھاگنے کی لڑائی نے کوشش کی مگر پکڑا گیا اور مع اپنی

ملکہ کے ہلاک کیا گیا۔ امان اللہ خاں کو پانچ سال اور مہلت دی گئی۔ آخر وہ اپنی بیوی کے ساتھ دوڑ کر زندہ بچ گئے مگر کیا زندگی جس سے پناہ مانگی گئی ہے! عہدِ بادشاہِ من الحور بعد الکوسرا قسطنطنیہ کے بعد بے بسی مرگ سے تیر ہے۔ کسی نے سلطان محمود کو خواب میں دیکھا تھا کہ سارا جسم خاک ہو گیا مگر آنکھ دکھتی ہے کہ اس کا کا ملک دوسروں کے قبضے میں ہے۔ اسی لئے شاہ عالم نے اندھے کیے جانے پر کہا تھا

چشم من کو رشدا ز جور فلک بہر رشدا \* تا نہ بینم کہ کس غیر حب نداری ما

# فصل چہارم

## وطن کے اندر اور پارسا عزت و اکرام

سردار محمد نادر خاں کابل سے روانہ ہو کر جلال آباد میں اور راستے میں لوگوں کا ہجوم ملاحظہ کرتے ہیں جو باوجود ان کے پیچھے رخصت ہونیکے وداع کرنے کو دور دور سے آن موجود ہوتے ہیں۔ پشاور میں گر محوشی کا اندازہ نہیں تھا مگر انگریزوں نے سڑکوں پر پیرے لگا رکھے تھے اور ریلوے سٹیشن پر طیاروں کا احاطہ تھا پھر بھی ڈین ہوٹل میں مسلمانوں کے ازدحام نے آگھیرا اور بڑے تپاک سے ملاقات کی عیداضے کی نماز وہاں گزار کر کیونکہ گھر میں اس کے گزارنے کی بھی فرصت نہیں ملی تھی اسی طرح نوشہرہ اور راولپنڈی کے سٹیشنوں پر آوارہ دین کے استقبال کی موجیں دیکھنے لائے واد ہوئے جہاں خلقت کا سمندر لہریں مار رہا تھا۔ بمبئی تک یہی خیر مقدم اور وداع بڑی شان و احتشام کے ساتھ جاری رہا اور اہل ہند اس عزت و احترام کا اظہار کرنے رہے جو فحاشی اور فاحشہ سالار کے لئے ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ ایک، عالی ہمت خادم بشریت خوش اخلاق صادق اور فداکار شخص وطن میں اور



باہر کیساں مکرم و معظم سمجھا جاتا ہے۔

مشرقی ادیب اکثر معرضِ ہمت ہیں کمال کی قدرِ علم سے زیادہ ہوتی ہے حالانکہ استثنا کو نہ نظر رکھ کر مالِ علم کے بغیر اول تو حاصل ہی نہیں ہو سکتا اگر ہو تو پھر نہیں سکتا۔ مالِ در کھٹ آزاد گاں و آبِ درِ غریباں۔ دولت کی تحصیل اور اس کا معقول مصرف ایک طرح کے علم پر مبنی ہے جسے اخلاقی و فنی اقتصاد کہتے ہیں۔ مغربی نقاد مال کو تو جہانِ مائے فخر سمجھتے ہیں مگر جاں نثاری کے مشکل مسئلے پر غور نہ کر کے ان بہادروں کے مجسموں پر استہزا کرتے ہیں جنہوں نے ہزاروں کا خون بہایا تھا۔ حالانکہ انھوں نے پہلے خود سرکھٹ ہو کر کسی بلند مقصد کے لئے اپنی جان معرضِ ہلاک میں ڈالی تھی۔ بدل مال میں تو شہرت ہو اور صرف جان میں اس سے دریغ کیا جائے حالانکہ جانِ مال سے زیادہ عزیز ہے۔ منطقی تمیز کے مطابق نہیں ہے۔ ایک شخص علم پر عمل کر کے عمر بھر کے تجربوں کے بعد ایک مفید ایجاد کرتا ہے بیشک وہ قابلِ حرمت ہے مگر اس میں ہر چند مال بھی خسر چکا ہو مگر جان کو ایک تین خطرے میں نہیں ڈالنا تھا۔ اگر خوف تھا تو اس کی اطلاع یقینی طور پر لوگوں کو نہیں ہوتی۔ جیسے مزدوری کی بیشی ایک حد تک کام کی دشواری اور اندیشہِ ہلاکت پر مبنی ہے تا ماداری اور فتوحِ عجم کا انحصار بھی اسی پر ہے۔ اپنے ملک کو بربادی سے بچانے اپنی ملت کو آزادی دلانے اور دونوں کے لئے ترقیات کے راستے صاف کرنے میں جن کے مسدود ہونے سے علم و ہنر

اور ایجابات کا موقع اور ملکہ ہی چھل نہیں ہو سکتا۔ جس نے خطرات کے سامنے اپنا سینہ سپر کر کے جان قربان کرنے میں کوئی تردد نہ کیا ہو اور پھر وہ کامیاب اور فتح مند بھی نکلے جو اس کی تدبیر و عقل کی دلیل سے۔ خصوصاً جبکہ حریف ذہنی و فنی کمالات سے آراستہ ہو تو ایسا شخص علی الرغم گوشہ گیر نکتہ گیروں کے پرستش کے لائق ہے اور دنیا اسے سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔

سردار محمد نادر خاں اسی قبیل کے مرد تھے جو وطن میں بھی بادشاہی مخالف تھے۔ باوجود اور پشاور میں بھی حکومت کی دار و گیر کے ہوتے ان کے استقبال کے لئے جم غفیر جمع ہو گیا۔ ایک مجلس میں انھوں نے فرمایا کہ افغانستان میں ہندو اور مسلمان بھائیوں کی طرح رہتے ہیں۔ اگر ہندوستان ترقی و تکامل کا خواستگار ہے تو یہی اتحاد کی روش اختیار کرنی لازم ہے ورنہ چار موجد کشتی سال پر نہیں پہنچیں گی۔ مقدم یہ کہ میرے ہندی بھائی ایک دوسرے کے معاہدہ کا احترام کریں۔ بیرونی قوت پر تکیہ کرنا بالکل غلط ہے۔ اولاد وطن کے بازو سے کام لینا چاہئے۔ افغانستان رنگ کے امتیاز سے جو مغربیوں اور مشرقیوں کو جدا کرتا ہے غافل نہیں ہے اور نہ ہیٹ سرگرمی سے اہل شرق کے حقوق کی مساوات کو دنیا میں ثابت کرنے کے لئے ہے۔ ان فکری بلندیوں کے ساتھ جب جانی قربانیاں بھی منظم ہوئیں تو یورپ میں بھی ان کی عزت افزائی ہوئی چنانچہ فرانس کے رئیس جمہوریت نے کہا کہ علاوہ اس حیثیت کے

جو آپ کو افغانی غامدہ ہونے میں حاصل ہے فرانس کی جمہوریت آپ کی ذات کو  
 علیحدہ احترام سے دیکھتی ہے اور آپ کے یہاں قیام سے مسرور ہے۔ پیرس کے  
 رسالہ ڈیپلوماتک ریویو ۳۰ ۳۱ ۱۹۲۴ء نے سرمقالے میں لکھا کہ مجھ نادر خاں ایک  
 فرد کامل و اعلیٰ افغان ہیں۔ ان کے قیام سے ہوش فراست اور سادگی ٹپکتی ہے  
 جو پرمی ہے۔ پہلی نظر سے آپ کے چہرے میں شجاعت و تہور کے آثار دکھائی  
 دیتے ہیں۔ آپ فرانس کی معنوی خوبیوں کے ساتھ اپنے وطن میں اس کے  
 اقتصادی روابط کے بھی خواہاں ہیں اور اپنی قالینوں اور پوستینوں کو یہاں فروغ  
 دینا چاہتے ہیں۔ تعلیمی تعلقات کے علاوہ مارشل محمد نادر خاں کے تجارتی نقشے  
 اور افغانی و فرانسسی اتحاد کو غنیمت سمجھنا چاہتے۔ پیرس کے جنرل نے بھی ایک  
 مضمون میں آپ کی بابت لکھا کہ اخلاق کریمانہ وقار اور متانت سے آراستہ  
 ہیں۔ انہی شرافت و نجابت آپ کی پیشانی سے ظاہر ہوتی ہے غرور و نخوت سے  
 آپ کو کوئی واسطہ نہیں۔ کلام میں شستگی اور اختصار ہے۔ اسکے بعد افغانستان  
 کی ضرورتوں صنعتوں حرفتوں اور کانوں پر بحث کی ہے جن کی بابت سفیر جدید نامہ  
 نگاروں اور ملاقات کرنے والوں کے ساتھ مذاکرات کرتے رہتے تھے تاکہ ان کے  
 وطن کو فائدہ پہنچانے کی صورت نکالیں۔

# فصل پنجم

## فرانس میں عزل و مرض کے اسباب

آپ تو حسب معمول دیانت و صداقت سے کام کرنا چاہتے تھے مگر اس کا خدیا کون تھا۔ یہی تو آپ کی مباحثات کا باعث ہوا تھا۔ آپ بہت سی مفید تجاویز لکھ لکھ بھیجتے مگر کوئی جواب تک نہ آتا پھر بھی آپ اگلے فرانس میں مشغول رہتے چنانچہ کابل میں جو نزاع فرانسیسی معلموں اور وزارت معارف میں طول کھینچ گئی تھی آپ نے رفع کی اور اپنے بھائی محمد عزیز خاں مرحوم کو جو فرانس میں افغانی طلبہ کے مفتش تھے شہرہ دیئے اور خود معلموں کی خبر گیری فرماتے تھے۔ مناسب قیمت پر اسلحہ زرہ پوشش موٹریں اور ریڈیو کی مشینیں وغیرہ خرید کر بھیجیں مگر نہ ان کی اور نہ انکی نافع نصیحتوں کی پرواہ کی گئی۔ اب پھر دیرینہ کشمکش فطرار اور رنج کے نتائج نمودار ہونے لگے جب دل کی انگلیں دل ہی میں رہ جاتیں اور وطن کی ترقی کے ارادے خاک میں ملتے تو لازماً طبیعت پریشان ہوتی اور مزاج بگڑتا۔ بیماری نے پھر خود اور زبرد کیا اور آپ نے ۱۳۰۵ھ میں اسی استعفاء نامے کا زیادہ مفصل تکرار کر کے جو مذکور ہو چکا ہے۔

کام سے سبکدوشی حاصل کر لی۔

لفٹنٹ جرنیل سردار محمد ہاشم خاں بھی جو اسکویں سفیر تھے سبکدوش ہو کر پیرس میں آ گئے کیونکہ ان کے ساتھ دینی و ملی منی لہنت کے علاوہ ذاتی دشمنی بھی روا رکھی گئی تھی جبکہ جلد اول میں بیان ہو چکا ہے۔ لفٹنٹ جرنیل سردار شاہ ولیخان بھی آئے کیونکہ وطن میں خدمت کرنا محال ہو گیا تھا اور بڑے بھائی کی تیمارداری بھی لازم تھی ڈاکٹروں کے مشورے سے مینس کی طرف روانہ ہوئے اور کابل کی اراضی ملی آمدنی سے وہاں علاج کرانے لگے۔ چونکہ مکانات کا کرایہ بہت تھا۔ اسلئے جزئی فرانس کے موضع مانچون میں ایک معمولی عمارت خرید کر وہاں گزارہ کیا۔ یہاں آپ کی صحت قدرے خوب ہو گئی مگر انڈمان کے حالات سے اخباروں کے ذریعے آگاہ ہوتے اور دستوں آشنادوں کے ساتھ کوئی راہ درسم باقی نہ رکھی صرف اپنے گھر خیریت کے خطوط لکھتے گاہے لکھ دیتے تھے۔ یہ آپ کا وطن سے گویا دوسرا فرار تھا۔ جیسے ڈیرہ دولہاں میں ڈیرہ ڈالے ہوئے طفولیت اور نوجوانی پر دیں میں گزاری ویسے اب فرانس میں پختہ سالی جو چالیس برس کی عمر کے بعد تجربوں سرگزشتوں اور وطنی دردوں سے بھرپور تھی بسر کرنی نصیب ہوئی۔ کسی کو گمان تک نہ تھا کہ آئندہ پردہ غیب سے کیا آشکار ہو گا۔ امان اللہ خاں کا کردار فرد بالا ہوتا جاتا تھا اور ایشیا سے گذر کر یورپ میں ان کے جاہ و جلال کی دھماک بٹھ گئی تھی۔ ان کے اقبال و حشمت کا کوس جہاں بھر میں بجتا۔

تھا اور اس عالمگیر نقارے کے سامنے طوطیوں کی آواز کب سنائی دیتی تھی جن میں سردار محمد نادر خاں کی طرح میری عاجزانہ صدا بھی تھی ہر عیشہ امان اللہ خاں کے گوش گزار کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا اور شہنائی نہ پا کر اور ملک کی اندر دنی حالت کو ملاحظہ کر کے پیش گوئی کی جرات کرتا تھا کہ اس خاندان اور اسکے افراد کا جو مستقبل طور پر صلح و عاقل تھے اور حکومت نے انھیں خدمات سے محروم اور منفور کر دیا ہے آخر اس پر صبر بڑھ گیا وہ اپنے حق کو پہنچائے۔ ان اللہ بالغ امسہ وقد جعل اللہ لكل شیء قدراً۔ مگر ابھی ظالموں کا ستارہ اور چمکنے کو تھا اور مظلوموں کو کچھ دیر اور ظلمت میں زندگی کے دن کاٹنے تھے۔

ایک یونانی حکیم لوگوں کی حرکات پر ہنسنا اور دوسرا روتا تھا۔ ایک ہنسنا اسلئے کہ کچھ اب دکھ درد ہیں جن کا نتیجہ آرام و راحت ہوا کرتا ہے اور دوسرا روتا اسلئے کہ بعض جو اس وقت مزے اڑا رہے ہیں عنقریب رنج و بلا میں مبتلا ہوں گے۔ قدیم عقیدے میں آسمانی دیوتاؤں کا دل بہتا تھا جب وہ زمین کے باشندوں کی اس غفلت اور بخیرگی کا تماشا دیکھتے تھے۔ انجیل میں خدا کی بادشاہی فی الحال آسمان تک محدود بتائی گئی ہے۔ اس غلط فہمی سے متاثر ہو کر کٹینسین نے یہاں تک گستاخی کی جرات کی ہے کہ آسمان کے خدا کا بس نیچے مبعود پر نہیں چلتا جسکی زمین پر ظلم و ستم اور جہل و تنافس جاری ہے۔ اگر عھدائے یورپ کو معلوم ہوتا کہ امان اللہ خاں محفوطی دیر کے بعد ان کے

درمیان ایک عام آدمی کی طرح آہستہ آہستہ تو جیسا اس وقت ان کو کوئی پوچھتا تک نہیں اس وقت بھی کوئی نام نہ لیتا مگر مستقبل سے نادانی جو حال پر مبنی ہوتا ہے اہل یورپ کے مدبرین کو بھی دھوکا دے گئی اور انھوں نے امان اللہ خاں کی آؤ بھگت میں وہ تیاریاں اور زرنٹاریاں کیں جو کسی مشرقی بادشاہ کو اب تک نصیب نہیں ہوئی تھیں۔

سپہ سالار محمد نادر خاں اور نائب سالار محمد ہاشم خاں اور شاہ ولی خاں اگرچہ بادشاہ سے اختلاف رکھتے اور اسلئے اپنے عہدوں سے مستعفی بھی ہو گئے تھے مگر انھوں نے ہتھام کا خیال تو خیر تھوڑی بے ادبی بھی مطلق روائہ رکھی بلکہ اب بھی اسی دھن میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اسے ہدایت کی راہ پر لائیں چنانچہ یورپ کے شاہانہ سفر کو فرصت سمجھ کر اس موقع کو بھی ہاتھ سے نہ دیا۔ تینوں بھائی فرانس سے سے جھک کر استقبال کے لئے اطالیہ پہنچے اور سیلینز میں جہاز پر ملاتی ہوئے۔ وہاں پھر مخلصانہ نصائح بیان کیں اور امان اللہ خاں کو اس جدید روش سے روکا جو افغانستان کے مسلمانوں کو متعلق کر رہی تھی مگر کوئی اثر نہ دیکھ کر بلکہ مخالفانہ جواب سن کر آپ قطعیاً مایوس ہو گئے اور عزم کر لیا کہ امان اللہ خاں کی معیت میں شمال ہر کران کی بجائے قندار کا قندار نہیں کریں گے۔ ہر چند بعد میں پشیمانوں کے ذریعے امان اللہ خاں معی کرتے رہے کہ ان کو مصاحبت میں لیں مگر محمد نادر خاں کی حقانی اور ملی شرائط چونکہ نظر انداز ہوئی تھیں اسلئے وہ رضامند نہ ہوئے۔ چونکہ ابھی کاملاً صحت یاب بھی نہ ہوئے تھے اس لئے مع

اپنے بھائیوں کے پھر ماتنوں میں واپس چلے گئے اور شاہ و رعیت کے اختلافات سے جو یورپ اور افغانستان میں واقع ہو رہے تھے متاثر و متاثر ہو کر کھپڑ سخت مر رہیں ہو گئے۔

امان اللہ خاں نے یورپ میں شان و شوکت کے ساتھ سیاحت کر کے جس میں دول مغربی تھے آپ کی خاطر مدارات میں ایک دوسرے سے سبقت لی وطن کو مراجعت کی اور ان خدام خالص کو جنھوں نے اپنی وفاداری جاں نثاری دینی جہاد ملی حسیات اور اخلاقی بلندی کے پیہم نبوت دئے تھے یورپ میں ہی چھوڑ آئے۔ ان کی بجائے افغانستان میں ظالم رشوت خور جاہل کاہل خاں زمانہ زہ منافق عیاش ادبаш شرابی کبابی اور ریالی موجود تھے جو ملکی عسکری اور رعیتی امورات میں کہرام مچا رہے تھے۔ اگرچہ نادر خاں کا خاندان برسر کار ہوتا تو اسکے ارکان مامشا رائے کمیت اور کیشیت میں سب کام سرانجام دینے کے لئے کفایت کرتے۔ چار بھائی تو یورپ میں تھے باقی شاہ محمود خاں اور ان کے چچا زاد رشتہ دار اگرچہ عہدوں پر سر فراز تھے مگر ان کے اختیارات مسلوب بیچارے پاؤں بھونک بھونک کر چلتے تھے کہ کہیں کوئی تہمت نہ لگا دے۔ ایک واقعے سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ انکی حیثیت کیا تھی اور کتنا تک فکری آزادی اور حریت کے مالک تھے۔

فیض محمد خاں وزیر معارف کو مجلس وزراء میں سے وکیل علی حضرت محمد دلیخاں نے



اختلاف رائے پر جبکہ ساتھ وہ ذرا دیر پہلے اتفاق کا اظہار کر چکا تھا اور بعد میں کب  
 ہو گیا تھا بڑی توہین کے ساتھ باہر نکال دیا۔ آپ نے سردار شاہ دلی خاں اور سردار  
 شیر احمد خاں رئیس شوری سے اور نیز اپنے والد ماجد سے جو دونوں سردار مجھ نا در خاں  
 کے دادا کے بھائی کے پوتے ہیں مشورہ کیا۔ سب نے رائے دی کہ ایسی وزارت  
 سے عورت بہتر ہے مگر میں نے سخت اعتراض کیا۔ حضرت لوگوں فرشتوں نے کہا  
 تھا کہ اگر ایک دو آدمی بھی تمہاری قوم میں نیک ہونگے تو اسکو ہلاک نہیں کیا جائیگا  
 طحطائی خاندان کے تھوڑے سے شخص بھی غنیمت تھے اور بیش قیمت۔ میں نے وزیر  
 معارف کو اپنے شاگرد کی طرح سمجھایا کہ امان اللہ خاں بگڑا دل ہے کوئی نقصان پہنچا  
 دینا اور استغفا بھی منظور نہیں کرے گا۔ مصاب زید مزجرہ عمر دہونی چاہئے۔  
 میرے تلخ تجربے سے بر شیریں لینا چاہئے۔ میں نے کئی دفعہ استغفا پیش کیا  
 مگر قبول نہوا۔ اسلئے صبر بہتر ہے مگر انھوں نے غیرت سے کام لیا اور گھر جا بیٹھے امان اللہ خاں  
 نے حکم دیا کہ اگر دو گھنٹے کے اندر حسب معمول اپنے کام پر نہیں آؤ گے تو میں سمجھ لوں گا۔  
 پھر میں نے اصرار کے ساتھ احوال وزارت میں آنے کی نصیحت کی۔ یہ اصحاب جن کا ذکر  
 ہو باطلے متدین پرہیزگار رہتے روشن رائے اور خوش اخلاق تھے اور اس تمام گھمانے  
 کا یہی رویہ تھا اور اگر ان کو اختیار دیا جاتا تو افغانستان سے تمام عیوب و فواحش  
 جن کا بازار گرم تھا ایک قلم رنخ کر دیتے۔

# فصل ششم

## انقلاب کے اسباب اور سخت خطرات

امان اللہ خاں نے جو دشیاہین کی باگ ڈھیلی چھوڑ دی تھی اور کوئی بازخواست نہیں ہوتی تھی کہ ان کی ہوا و ہوس کے سمندر کس کو روند رہے ہیں۔ انقلاب فرانس کے قبل سردار کی گاڑی تلے کوئی آیا تو اسکے زخموں کی پریشانی نہیں بلکہ گھوڑے گاڑی کے خراب ہونے کی فکر پڑتی تھی۔ کانفوشس کا یہ سبیل چل گیا تو سنہ پہلے یہ پوچھا کہ کوئی آدمی تو قتل نہیں ہوا۔ افغانستان میں قتل و غارت دن و رات برپا تھی۔ امان اللہ خاں کا فذ کے گھوڑے دوڑا رہے تھے اور جدید قانون کو انسداد جرائم کا مست کفل سمجھتے تھے۔

نیا شہر بن رہا ہے۔ باغوں کی دیواریں اور پرانی چھادیاں ڈھانی جا رہی ہیں۔ لباس کی وضع قطع میں مشغولیت ہے اور جسم افلاس کی دل بہالت کی اور تن من دھن حکام اور ڈاکوؤں کی نذر ہو رہا ہے۔ عسکر و رعیت تنگ آ گئے ہیں تبدیلی چاہتے ہیں اور بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ آنا فانا بہانوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ دو محمود نامی گورنر اور

جرنیل شراب پیتے ہیں اور بھری مجلسوں میں دوسروں کو بھی دعوت دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ ایک خدا کو اور دوسرا خلق کو دھڑلے سے گالیاں دیتا ہے۔ مسجد جامع میں دکاندار جمع ہو کر رشوت اکٹھی کر کے حاکم کیلئے لے جاتے ہیں۔ ظاہری و مغنی حزانخوری کی گرم بازاری کے ساتھ یورپی ٹوپی کا جبری حکم صادر ہوتا ہے۔ قاضی مفتی اور ملا اسے اتار کر سلام کرتے ہیں۔ مزدور انگور کی ڈبیا کو سر پر رکھ کر اسکے مسانے چھبے ہاتھ دھتے ہیں۔ سینما اور تھیٹر میں وزیروں کے ساتھ انکی بیویاں بھی مجبوراً شامل ہوتی ہیں۔ یورپ کی فلمیں دکھائی جاتی ہیں جن میں ملکہ اور شاہی خواتین غیروں کے ساتھ ہاتھ ملاتی ہیں اور ناظرین ہاتھ ملتے ہیں۔ پورے دربار میں سفیروں کے سامنے یہی نظارہ پیش آتا ہے اور امان اللہ خاں پردہ دری کا اعلان کر دیتے ہیں۔ جمعیت طریقت کی ممانعت کا بھی وہیں حکم ہوتا ہے۔ مسائل دینی پر مسخر کیا جاتا ہے۔

وہ باتیں جو فقہ میں خالوشی کے ساتھ ناچار بیان کی جاتی ہیں کیونکہ شرع میں شرم نہیں شور مچا کر ان پر ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ بنو میں ایک بیڑ ٹرنے دوسرے افغان کو ڈھیلے کے استیجاسے روکا اور اپنے تئیں اسکی گولی کا نشانہ بنایا۔ ذرا غور کرنے سے تحقیق ہوتی ہے کہ ایک ایک قطرہ ملکر نجاست کتنی فراہم ہو جاتی ہے اور مٹی کے ٹکڑے سے اسے خشک کرنا دوسری لطافت ہے جس سے دھوڑے ہوئے ہاتھ کو آلائش نہیں لگتی البتہ فیصل بیت الخلاء میں ہونا چاہئے مگر اس سے انکار اسلام کی نظافت و طہارت کے باریک

اصول کی فروگزاشت ہے۔ اس کو مؤثر بنانے کے لئے عوام کو کلچر الناس علیٰ قد وعقولہم کے مطابق یہ بتایا گیا کہ یہ خاک کے کلچر انکے اعمالِ حسنہ کی ترازو میں توڑے جائیں گے۔ امان اللہ خاں نے اسی محفل عام میں جہاں مشرق و غرب کے ہندو لوگ جمع تھے یوں لٹکارا کہ میں کوہ آسمانی کے ساتھ امتیاز کرونگا مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں کا بھی دل دکھایا کیونکہ یہ پہاڑ کابل میں ان کے نزدیک جیسا اس کے نام سے ظاہر ہے تبرک ہے میں نے ان دو مکتبوں کے پرنسپلوں کو جو جرمن اور فرانسیسی تھے یہ پاکیزگی کے نکات سمجھائے تاکہ وہ قائل ہو کر طلبہ کی صفائی پر متوجہ ہوں۔ وہ تو مان گئے مگر ان محکاتب کے منتظم نے جو ملکہ کاموں میں خاک کے استعمال کو فصل و حشیش نہ کہا حالانکہ کاغذ میں بھی مانکر دھو ہو سکتے ہیں اور استیجان نہ کرنا دراصل وحشیت ہے۔ اسپر دینیات کے معلم نے بحث کی۔ اسکو امان اللہ خاں نے بلا کر چھڑیوں سے پٹوایا اور بیہوشی کی حالت میں اٹھوا کر قید میں ڈال دیا۔ یہ باتیں انبار میں سے نمونہ ہیں جو بہانہ بنیں۔

انسان حسیات کا مجموعہ ہے۔ جو دینی علیٰ عرفی نسلی اقتصادی وغیرہ جذبات پر مشتمل ہیں اور ان پر آب و ہوا محیط و ماحول اور تعلیم و تربیت کا اثر بھی معتد بہ ہوتا ہے افغانوں میں ایک شنواری قبیلہ کابل کے کوہستان میں سکونت پذیر ہے اور ایسا ساکن ہے کہ ان میں قتل و دزدی کا نام و نشان نہیں بلکہ امیر عبدالرحمن خاں انکو فوج میں بھرتی

نہیں کرتے تھے اسی قوم کا دوسرا حصہ سرحد کے نزدیک بود و باش رکھتا ہے  
 جسکی سرکشیوں پر امیر موصوف نے لشکر کشی کر کے انکی کھوپڑیوں کا منار بزا دیا تھا  
 انکی قومی جوان چھوٹا کر درخت میں دھسادیئے ہیں جس سے ایک طائفہ سگمخول  
 کہلایا۔ انکے احساس میں بھی متناسب شدت تھی جو پشاور کے قرب سے تھا  
 انکی آمد و رفت زیادہ ہے تحریک سے اور حدت پکڑ گئی۔ انکے ایک وطنی شاعر  
 نے انھیں بھڑکایا جسکی شعردر نظم سے چند شعر درج ہوتے ہیں:-

امان اللہ چہ ظلم ڈیر و نخلو	+	چہ ہر وطن گر چاہر و نخلو
شش کلمے پہ ہرزہ بند کئے	+	نخے د کفر خرگند کر طے
چہ پہ وطن کار داران دو	+	نظامناے باندے روان دو
عمل نہ کر دہے نسر قان	+	رب و د اخل کہ پیسیراں
ہاں لہ جوڑ پنجم کتاب کا	+	خیل سلطنت پہ خراب کا
درختکو مدر سے جوڑے کٹے	+	دہر چاڑھ کہ تلوسے جوڑے کٹے
بے ستری پیشہ کراہ دبی بیانوتہ	+	شوکت چپیش کٹے و فرانیانوتہ
ڈک موڑونہ پہ ارسال کر طہ	+	ڈپہ فرانیان پہ خوشحال کر طہ
درسالت نہ نبی منکر مشر	+	تھکے راٹول پر رھتے لشکر شو
دزدیق حکم پر سے تلایا نو کا	+	پہ ہر وطن کہ عالما نو کا

ہر مومن پہ زلہ زہیر گرزیدہ \* دودھ دلا سہ گد پر ہیر گرزیدہ  
 سر بہ دانہ و طیر پر بہیات \* پر دین کہ پر لوت فات  
 (امان اللہ نے بہت ظلم کئے جو وطن میں ہر جگہ پھیل گئے۔ چھ کلے رائج کر کے  
 کفر کی علامتیں آشکارا کیں۔ اسکے اہلکار نظامے پر عمل پیرا تھے۔ فرقان کی پیروی  
 نہیں کرتے تھے خدا انھیں آگ میں ڈالے! اپنی طرف سے پانچویں کتاب تیار  
 کی جس سے اپنی سلطنت خراب کی۔ لڑکیوں کے مدرسے قائم کر کے ہر کسی کو پریشان  
 کیا۔ بیویوں میں بے ستری کی رسم ڈالی جن کی موٹریں بھر کر روانہ کیں اور فرانیسوں کو  
 اس سے بہت خوشحال کیا۔ نبی کی رسالت سے منکر ہوا اسلئے رعیت نے اس پر  
 لشکر کشی کی۔ ملاؤں اور عاملوں نے ہر وطن میں اس پر زندیق کا فتویٰ دیا۔ ہر مومن کا  
 دل فکر و اندیشے میں پڑا مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آیا اور دین میں فساد مچ گیا)  
 ۳۴۱ھ میں سنگوخیل نے آتشیں تحفہ برسانے شروع کئے۔ حکومت نایہ  
 اور مکتب کی عمارتوں کو آگ لگا دی۔ قارئین بول اٹھیں گے کہ کیسے جاہل لوگ تھے  
 درمگاہ تو انکے بچوں کے لئے فائدہ مند تھی۔ ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے تو حقیقت  
 کھل جائیگی۔ تعلیم ابتدائی افغانستان میں اجباری تھی۔ ہر سال مکتب میں چالیس  
 لڑکے پہلی جماعت میں نئے داخل کئے جاتے تھے۔ ایک علاقے میں ایک مکتب  
 تھا اور وہاں لڑکے ایک ہزار قابل تعلیم ہوتے۔ ان سب کے نام کی فہرست تیار

کی جاتی اور سپاہی انکے گھروں میں پہنچ جاتے کہ مکتب میں حاضر ہوں جن کے اور اسکے درمیان بے راہ پہاڑ یا بے پل دریا ہوتا۔ فاصلہ زیادہ یا رات میں بھڑیلوں کا خوف ہوتا کیونکہ لڑکے چھ سات سال کے اور امان اللہ خاں مصر تھے کہ تعطیلات صرف گرمیوں میں ہوں۔ بورڈنگ ہاؤس کوئی نہیں اور مصنافات میں وظیفہ بھی نہیں تھا۔ حاکم اور اسکے ڈرنے مدیر اور معلم طالب علم کی حیثیت کے مطابق رقم معین کر کے وصول کرتے پھر اسکو خارج کرتے۔

یانیان میں جو کابل سے دو سو میل دور ہے مکتب ہی موقوف کر دیا گیا کیونکہ سب باشندوں سے روپے سالانہ حاصل کر لئے جاتے تھے مدیر نے لکھ دیا کہ یہاں مکتب کے نزدیک لڑکے ہی نہیں ملتے۔ میں نے معائنہ کیا تو بدھ کے بتوں سے بڑھ کر جو اس نواحی میں بیٹھا رہیں بچوں کو گھومتے دیکھا۔ حاکم کو ڈرایا دھمکایا۔ ایک دن میں سو لڑکے جمع کئے۔ بیاروں کمزوروں اور گنہوں کو نکال دیا۔ دوسرے دن تہ تی گاہوں سے سب گنچے بچے آئے میں نے گنا کیا کہ بدھ کے بت کی تائید ہے جو پونے دو سو فٹ اونچا ان کے سر پر کھڑا ہے۔ دریافت کیا تو دوسرے دیہات سے گنچے لڑکے پیش کئے گئے تھے تاکہ اس ذریعے سے سالم بچے نکال لئے جائیں کیونکہ لوگ تعلیم کی خوبیوں سے ناواقف رکھے جاتے تھے ورنہ شوق سے داخل کرواتے اور روپیہ کیسے وصول ہوتا۔ مکتب کے سابق طلبہ نے شکایت کی کہ بھکو

خریدا گیا ہے دو قلمندوں نے اپنے فرزندوں کو نکال کر ہم غریبوں کو بھجوا دیا کہ پندرہ روپے ماہوار دینگے جو نہیں دیتے۔ اتنا خزانہ کہاں کہ حکام کو بھی دیں اور غربا کو بھی۔

ہزارہ جات میں دو طرفہ روپیہ دیا جاتا۔ وہاں تو یہ حالت تھی کہ لڑکا پیدا ہوتے ہی حاکم مکتب کے نام سے پانچ روپے طلب کرتا۔ ایک ڈاکو نے بھی اس کی ریس کی اور علیحدہ رقم وصول کرنی شروع کی۔ یہ شاہ نور نامی رہزن تھا جسکی دست درازیوں سے تنگ آکر سرکار نے اسے ہزارہ جات میں بہت اختیارات دے دئے تھے اور اسی کا اعادہ بچہ سفاکے حق میں بھی بعد ازاں ہوا۔

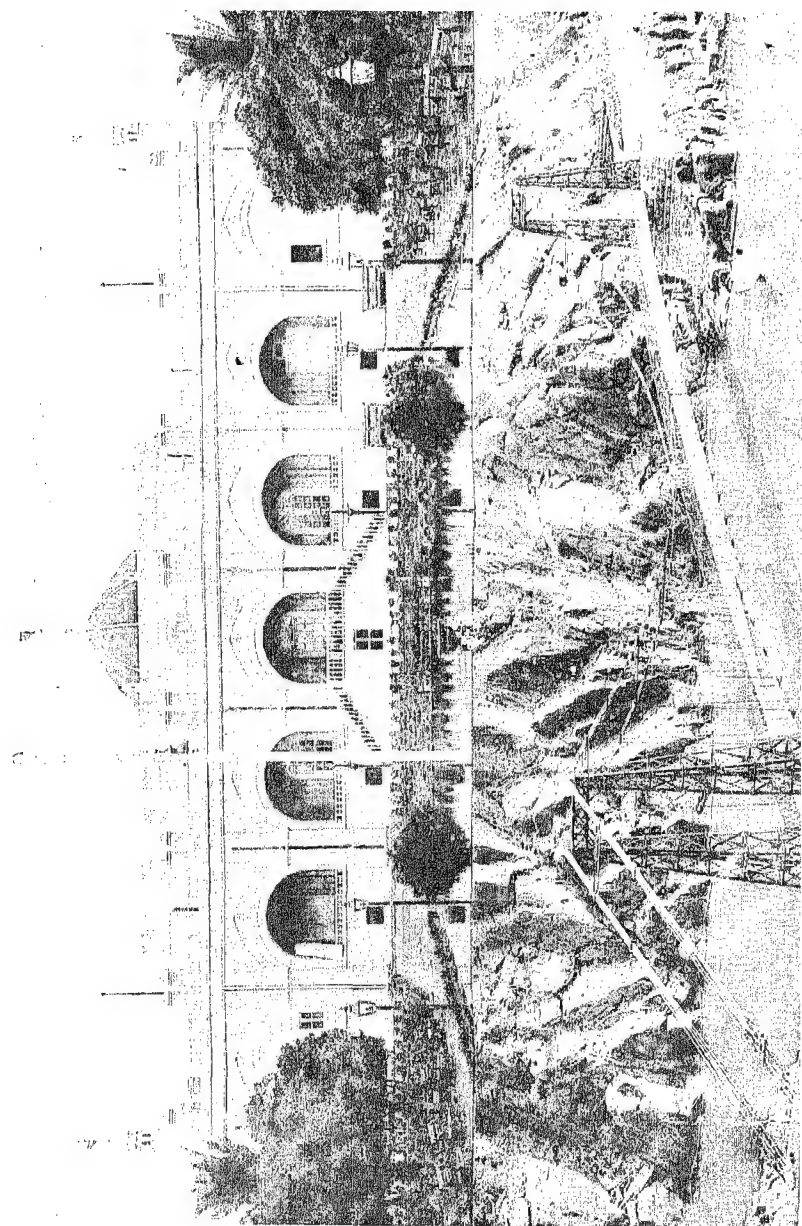
حکام اپنے علاقے میں فہرست تیار کرتے جو ایک ہزار روکوں تک پہنچ جاتی۔ انکو خارج کر کے تقریباً ایک لاکھ روپیہ وصول کیا جاتا۔ کوہستان کے شنواری عاجزی سے ادا کر دیتے تھے مگر انکے سرحدی بھائی بند کیسے متحمل ہوتے۔ ایک دو سال کچھ دیتے دلاتے رہے پھر خیال کیا کہ حاکموں کے علاوہ یہ مکتب کی بلا اور سرپرپی ان سب کا صفایا لازم ہے اسلئے سرکاری عمارات کے ساتھ مدرسوں کی بھی شامت آئی ضرور تھی اور یہ تعجب کا مقام میرے لئے نہیں تھا۔ میں اس دن کا منتظر تھا اور امان اللہ خاں کو بار بار لکھ چکا تھا بلکہ محمود طرزی کو جو ملک کے داخلی معاملات سے بالکل بیخبر تھے اور انکی بیوی کو جو مکتب مستورات کی برائے نام مدیرہ تھی سختی سے سمجھاتا کہ اپنے داماد کو آگاہ کر سیں ورنہ تباہی بدیہی ہے۔ مگر ذرہ بھرا تشباہ نہوا ع بگذا تا ملیس و در عین عشق و مستی۔



یہ مضمون دوزخ و حکام آپس میں دہراتے اور گردش سے خوف کھاتے کہ مبادا خود بھی مصائب کے چکر میں آجائیں مگر بادشاہ کو ڈرانے کی جرأت نہ کرتے۔ و العصر میں یہی نکتہ ہے کہ انسان خسارے میں ہے اگر زمانے کو ملحوظ رکھ کر باہم حق و صبر سے فصاحت دے تو صیہ نکریں۔

سنگو خیل تے سرکاری ملازموں کو بے عزت کر کے قید میں ڈال دیا پھر کچی کی چھاؤنی پرجوم کر کے سپاہیوں کے ہتھیار چھین لئے اور اسکو خانے سے خود مسلح ہو گئے گردنواح کے لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور دین کی حمایت اور بے دینی کی مخالفت کے نعرے مارتے ایک طرف ڈک کی طرف بڑھے اور اسے محصور کر لیا اور دوسری جانب جلال آباد پر چارپڑے۔ آٹکھ جھپکنے میں تمام سرکاری عمارات اور شاہی محلات کو تاخت و تاراج کیے آگ لگا دی۔ اسی طرح لغمان اور سرخ رود وغیرہ میں لوٹ مچائی اور بادشاہی عمارتوں کو برباد کیا۔ کابل سے جو سپاہ آتی اسکو بھی اپنی کثیر تعداد اور جوش کی وجہ سے منسوب و نہایت کرتے اور جس کسی پر حکومت کی طرف داری کا شبہ ہوتا اسے سخت اذیت پہنچاتے۔ مصالحت کی کوشش کی گئی جس سے باغی اور دلیر ہو کر دست درازی کرنے لگے۔

محمود خاں فوج لیکر گیا اور اسمیر ہو گیا۔ علی احمد خاں کو بھیجا تو اسوقت کو ہا من میں چوروں نے زور پکڑا اور کابل پر چڑھائی کی۔ اس نے موقع پا کر اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ مگر سرچند امان اللہ خاں کا دلی مخالفت تھا رشتہ داری کے سبب بونوں نے





اطاعت نہ کی بلکہ اسکا مال و متاع لوٹ کھسوٹ کر لے گئے اور وہ مشکل جان بچا کر پشاور پہنچا۔ سمت مشرقی کے صوبے میں یہ بستی پھیلی اور نظام کا نام تنگ نہ رہا۔ انکے مقابلے کیلئے سمت شمالی سے رعیت کو امداد کی تکلیف دی گئی مگر انھوں نے بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ لڑنے سے انکار کیا جو الحاد و لافذ ہی کے خلاف جنگ آزماتھے بلکہ انکے ساتھ شریک ہو کر حکومت کو تہ و بالا کرنے پر آمادہ ہوئے۔

بچہ سقا اور سید حسین و دتین سومرا ہیوں کے ساتھ ڈاکے مار رہے تھے جن سے تمام سمت شمالی کا ناک میں دم تھا۔ جلال آباد میں بغاوت کا زور ہوا تو حکومت اسکی ہوک مقام نہ کر سکتی تھی۔ چوروں کا دفیہ کیسے کرتی اسلئے ان کے ساتھ عہد و پیمان کی طرح ڈالیں۔ انکے سرغزلوں کو منصب عطا ہوئے انکی جمیعت کو تنخواہیں دی گئیں اور سامان حرب پیش کیا گیا تاکہ مسلح و آراستہ ہو کر باغیوں کی خبر لیں۔ نہ تو وہ حکومت پر اعتماد کر سکتے تھے اور نہ ہی انکے ساتھ اور لوگ متفق ہو سکتے تھے۔ اس شکایت میں کوہاٹ میں دو کوہستان کے خانوں اور ملاؤں کو یہ سوچھی کہ اس سلطنت کو پہلے تباہ کرنا چاہئے جو اسلام کے عکس کا روایتیاں کر کے اب قاتلوں اور سفاکوں کے ساتھ اتحاد کرتی ہے اور انھیں چوروں اور دھواڑیوں کو آکر تباہی بنانا چاہئے۔ چنانچہ بچہ سقا کو امیر بنا کر کابل پر دھواڑیوں دیا۔ دس دن کے محاصرے اور میگزین سے مالا مال ہونے کے بعد یہ لشکر رجعت کر گیا مگر انکا تعاقب نہ کیا گیا کیونکہ جلال آباد کی جانب فوجیں بھیجی جاتی تھیں اور فرودا مان اللہ خداں ایسی بے پروائی د

روائی میں مصروف تھے کہ انکی کڑوتوں کو دہراتے شرم آتی ہے۔ پہلی جلد میں ان کی قلعی کافی کھولی گئی ہے۔

چونتیس دن کے بعد یہ چور پھر لوٹے اور انکے مقابلے کیلئے جرنیل شاہ محمود خاں کو بھیجی بلکہ جلال آباد کی حکومت سے واپس بلا لیا گیا تھا کہ مبادا کوئی مخالفانہ حرکت کر سیکے کی مرے قتل کے بعد اسے جفا سے تو یہ بڑے ہائے اس زدہ پیشیمان کا پیشیاں ہوتا اگر وہ سمت مشرقی میں رہتے تو ممکن تھا کہ بغادت کی کئی فوج دیتے اب ندامت ہوئی تو انکو بچہ سقا کے مقابلے کیلئے رد اند کیا۔ اب بھی وہ پیش قدمی کرتے اسکے علاقے میں گھس گئے تھے کہ دوسری طرف سے غفلت ہوئی اور وہاں سے چور کابل میں داخل ہوئے۔

امان اللہ خاں کے تو اسکی پہلی ہی آمد پر چھکے چھوٹ چکے تھے چنانچہ انھوں نے اپنی بیوی والدہ اور بہنوں کو مع زر و جواہر کے ایک بڑے ہوائی جہاز میں قندھار بھیج دیا تھا اور ایک ہینے تک اسی طرح قیمتی اسباب خفیہ طور پر نکالنے کا سلسلہ جاری رہا تھا۔ اب وہ خود موٹریں بیٹھ کے بھاگ نکلے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی جب غزنی پار ہو گئے تو تمام اعیان و اراکان مملکت کو جمع کر کے فرمان سنایا گیا جس میں انکے سرخ دستخط سے یہ اعلان تھا کہ مجھ سے نہ معلوم ملت کیوں بیزار ہو گئی ہے۔ بہر حال اسی حالت میں مناسب ہے کہ میں بادشاہی سے دست بردار ہو جاؤں اور اپنے بڑے بھائی سردار

عنایت اللہ خاں کو افغانستان کے تخت پر چھوڑ جاؤں۔

بیعت شمرع ہو گئی اور ارک مبارک میں خلعت کا تانتا بندہ گیا۔ چھ سات ہزار فوج بھی تھی مگر نئے بادشاہ کا عزم لڑائی کا نہیں تھا۔ صلح کے لئے حضرت شور بازار وغیرہم کو بھیجا۔ بڑی مشکل سے انکی رسائی میدان محارب میں چوروں کے امیر تک ہوئی۔ جس نے سگ زرد برادر شمال کا جواب دیا اور شام کو کابل پر قابض ہو گیا۔ عنایت اللہ نے تین دن بادشاہ یاگدار کو کہہ دیا کہ اس اثنا میں بچہ سقا سے اپنی جان چھڑانے کیلئے سوال و جواب کرتا رہا۔ آخر اس سے اجازت حاصل کرنی کہ انگریزی طیارے میں بٹھیکر مع اہل و عیال کے وطن کو ہمیشہ کے لئے وداع کرے۔ کابل ڈاکوؤں کے زرعہ میں آگیا۔ امان اللہ خاں نے قندھار سے پھر رخ کیا مگر غزنی سے شکست کھا کر لوٹے اور قوم کی ہیزاری کا مزید ثبوت پا کر مع کنبے اور اموال کے ہندوستان کی راہ لی۔ علی احمد خاں نے قندھار میں بھی بادشاہی کا دعویٰ کر کے ناکامی حاصل کی اور چوروں کے ہاتھوں اذیت سے قتل ہوا۔ اب ظالم تقریباً تمام افغانستان پر چھا گئے۔ وہاں سو اخلاص الدیار ۛ



# باب چہارم

نہایت تنزل میں ترقی کی جدوجہد  
قبائل کو متحد کر کے بچہ بھگتا سے معیت ملے



# فصل اول

## فرانس سے سرحد تک اشاعتِ عزم

مسردار محمد نادر خاں نے سخت بیماری کی حالت میں انقلاب کی خبریں اخباروں میں پڑھیں جس سے انکی بقیہ بیدار ہو گئی جب چوروں کے مکمل غلبے کی اطلاع پائی تو اگرچہ آپکی کمزوری اس قدر بڑھتی کہ حرکت سے عاجز تھے مگر دفعۃً ایک خاص جوش سے ٹھہر کر فرمانے لگے کہ اب ملت کی مدد مجھ پر فرض ہو گئی ہے جببامان اللہ خاں اور ان کے بھائی نے ملک کو بدعاشیوں کے حوالے کر دیا تو اسکا چھڑانا میرے ذمے عائد ہوتا ہے میں زندہ اس بدنامی کو برداشت نہیں کر سکتا کہ ڈاکو نااہل حکمرانی کریں اور آخر وطن کو پامال کر کے غیر کے سپرد کر دیں۔ مجھ پر زندگی موت ہے اگر گھر سے باہر نہ کہ اپنی قوم کے مظالم سنوں اور انکی نجات کے لئے ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں۔ البتہ میں بیمار ہوں مگر ابھی لہو اور سانس مجھ میں ہے اور میں چاہتا ہوں کہ دم واپس اور آخری قطرہ خون اسی کوشش میں نثار کر دوں کہ افغانستان بلاؤں نے کلکراؤں آباد ہو جائے۔ اس قصد کے بعد سفر کی تیاری شروع کی۔ ڈاکٹروں نے اور نیز تیمارداروں

نے روکا۔ راستے میں ہی ضعف کے ہلاکت میں شیعہ ہونے سے ڈرایا۔ طبی مشورہ یہ کہ مرض زیادہ ہے اور قتل و حرکت میں جان کا خطرہ یقینی ہے۔ عام صلاح یہ کہ تم مسافرت میں بیکس خوار و بے اختیار ہو۔ کس جمعیت خزانے اور اقتدار سے ظالموں کا مستابلہ کرو گے۔ مگر آپ نے کسی کی نہ سنی اور سردار محمد ہاشم خاں اور سردار شاہ و بیخاں کو جو ہمراہ چلنے کو تھے تسلی دی کہ اگر منزل مقصود پر پہنچے یہ پہلے ہی مرگ نصیب ہو گئی تو حشر دل میں نہیں رہی بلکہ افتخار حاصل ہو گا کہ وطن عزیز کی راہ میں جان دی۔

سن ۱۳۸۸ھ میں میں سے روانہ ہوئے تو دوسروں نے اٹھا کر آپ کو سوار کیا اسی طرح جہاز میں بھی سٹریچر کے ذریعے لائے گئے۔ اب اندیشہ لاحق ہوا کیونکہ پہلے چند روز طبیعت ایسی بگڑی کہ حواس بجا نہ رہے اور بیہوشی کی باتیں کرنے لگے۔ مونس بھائی پاس بیٹھے کیا سنتے ہیں کہ سپہ سالار سمندر میں میدان جنگ کے احکام دیتے ہیں انکو لڑائی کی تجویزیں بتاتے ہیں۔ ملت کو مصیبت سے نکالنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ان سے حالات محاربہ پوچھتے ہیں اور کسی وقت غصے میں آکر ڈانٹتے ہیں کہ بغفلت کی وہ تدبیر کیوں عمل میں نہ لائی گئی۔ اس تشویش و پریشانی کے بعد آپ کچھ سنبھلے سینے اور دم کی شکایت کو فاقہ ہوا اور ابھی پہنچ کر آپ کی صحت میں کچھ ترقی ظاہر ہوئی۔

آپ کی شہامت و شہرت کے شایاں اہل بیٹی نے استقبال کیا اور افغانی کونسلیت میں ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی جس میں آپ نے فرمایا کہ میں افغانستان

امن و صلح و اتفاق ملی کیلئے کوشش کرنے جا رہا ہوں پھر چند روز استراحت کی خاطر تاج محل پہنچنے میں قیام پذیر ہوئے وہاں اخباروں کے نمائندوں نے آپ کے طرز عمل کی بابت استفسار کیا جس کے جواب میں فرمایا کہ میرا اور میرے خاندان کے سب افراد کا صرف یہ مقصد ہے کہ اس نازک وقت میں اپنی ملت اور وطن کیلئے خدمت کریں۔ ہم اپنے قوت بازو اور دلی و دماغی مساعی کو امن قائم کرنے اور تمام اقوام افغانستان میں مصالحت کی روح پھونکنے میں صرف کرینگے تاکہ ایسی مقتدر حکومت اسلامی کیلئے راہ صاف ہو جائے جو عمومی میلان و رضا کے مطابق ہو اور استقلال و شرف کے ساتھ دوام کر سکے کیونکہ اگر یہی موجودہ اوضاع جاری رہیں نہ صرف افغانستان کی آزادی اور خود مختاری برباد ہو جائیگی بلکہ دنیا کے امن میں بہت خطرات واقع ہو جائیں گے لہذا باوجود علالت کے میں نے بسے سفر کی تکلیفیں گوارا کی ہیں تاکہ اپنے وطن کیلئے ایک خدمت بجا لاسکوں۔ اس پر اخبارات کے نمائندوں نے آپ سے تحریری بیان کی درخواست کی جو آپ نے خلق کریمانہ سے جو انکا ہمیشہ خاصہ رہا ہے قبول فرمائی۔

یقین کیجئے کہ میں خلوص نیت کے ساتھ امن و صلح و خیر کا پیغام لیکر افغانستان کی موجودہ بد حالی کو درست کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ اس مقدس خدمت کے ایفاء میں میرا ذاتی مدعا کچھ نہیں۔ میرے خیر مقدم کے بیانات میں میرے احباب نے یہ توقع کی ہے کہ میں قندھار جاؤں لیکن انکو چاہئے کہ مجھ پر اعتماد کر کے مجھے میرے ارادے

اور فکر پر چھوڑیں تاکہ جو طریقہ امنیت و مصالحت کے قیام کے لئے لازم دیکھیں اس پر عمل کروں۔ میری اول مشغولیت اس آتش سوزاں کو گل کرنا ہے جو افغانستان میں شعلہ زن ہے اور اسکے استقلال و آزادی کو جلا کر ہسکی، مگر فوراً بجھائی نہ جائے بلکہ امن عالم کو بھی اس سے خطرہ ہے جس وجہ سے ہر قوم کا فرض ہے کہ اسکے فرو کرنے میں کوشش کرے۔ میں اپنے وطن کے فدائی کی حیثیت میں باوجود بیماری کے اپنے بھائیوں کے ساتھ فرانس سے آیا ہوں۔ ہم کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتے نہ تاج و تخت کے مدعی ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ حکومت افغانستان ماضی و حال کے خلاف ملت کے ارادے پر قائم ہو جو جس صحیح شخص کو بادشاہی کے لئے منتخب کرے ہم بھی اسکی متابعت میں اپنے وطن کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس کی اطاعت کیلئے حاضر ہونگے اور اسکی رکاب میں خدمت کریں گے۔

مجھے اس فتنہ و فساد اور بغض و عناد سے جو افغانستان میں برپا ہے بہت افسوس اور صدمہ ہے۔ خدا تعالیٰ اسکے استقلال و حریت کو ہمیشہ برقرار اور اسکے تعلقات کو تمام دولِ عظمیٰ کے ساتھ خوشگوار رکھے اور جس توفیق و قوت عطا فرمائے کہ ایک مصلح خیر اندیش اور منصف بے غرض کی مانند مشورہ دے کر اختلافات اور خانہ جنگی کو رفع کر سکیں اور ایسی خدمات بجلائیں جو افغانستان کی عزت و عظمت کا موجب ہوں ہیں اور میرا خاندان، حضرت امان اللہ خاں کے موجودہ حال بہت

اشتمال کو تا مساف دھار دی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ افسوسناک حادثہ ان کے ناعاقبت اندیشانہ اقدامات سے واقع ہوئے ہیں جو تجدید پسندی کے جوش میں حسیات عمومی کے خلاف عمل میں آئے ہیں۔ تاہم ان کی ذاتی بہبودی اور ملت کی منفعت کے لئے اپنی خیالمانہ مساعی سے ہم دریغ نہیں کریں گے۔ اول ہماری صادقانہ دعا یہ ہے کہ ملک میں اتفاق و اتحاد قائم ہوا اور اس گرداب سے نجات ملے۔

اسی مضمون کے اشتہارات چھپوا کر اپنے دستخط سے افغانستان کی قواؤں طوائف کے اعیان و اشرف کے نام ارسال کئے اور ان کو نصیحت کی کہ ایک جہر کہ منعقد کر کے بحث و مذاکرہ سے فیصلہ کریں اور باہم جنگ و جدال سے باز رہیں۔ یہی سب سے رخصت ہو کر مشہور سٹیشنوں پر لوگوں سے ملاقات کے دوران میں یہی تذکار کرتے جاتے کہ میں ایک عام جہر گے میں مصالحت و اتحاد اور ایسی سلطنت کے قیام کا فیصلہ کروں گا جو ملت کی مرضی و آرزو کے مطابق ہو اور ایسا شخص پادشاہ ہو جو نیک کردار دیانت شعار اور سب اوصاف میں ممتاز ہو۔ میں علیحضرت امان اللہ خاں یا علی احمد خاں یا کسی اور کے بغیر اقدام نہیں کروں گا بلکہ صرف اس آدمی کا طرفدار ہوں گا جس کے دل میں وطن و ملت کی خیر خواہی ہو اور ساتھ ہی اس کو عمومی حمایت حاصل ہو۔ اکثر لوگ درخواست

کرتے تھے کہ آپ امان اللہ خاں کے لئے استراذ تاج و تخت کی کوشش کریں تو آپ فرماتے تھے کہ میں ان کے ساتھ اس مصیبت میں جو ان کے اپنے ہاتھوں ان کی عجلت کے سبب واقع ہوئی ہے ہمدردی رکھتا ہوں مگر ان کی بادشاہی کے متعلق اس لئے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ امیر کا انتخاب ملت کے اصولی فرائض میں سے ہے جس شخص کو وہ محبت و اعتماد کی نگاہ سے دیکھیں اور وہ واقعی خیر اندیش اور لائق ہو تو وہ امارت کا مستحق ہوگا۔

پشاور میں بھی شہر اطراف اور سرحدات کے لوگوں کو جو بڑی تعداد میں ان کے پاس آتے تھے مذکورہ بالا بیانات سے متسلک کرتے رہے۔ اس اثنا میں علی احمد خاں تاحث و تاراج ہونے کے بعد وہاں پہنچے اور ان سے افغانستان کی اصلی حالت سے آگاہی ہوئی۔ نیز اور اصحاب سے جو چوروں کے جوہر دستم سے بھاگ کر نکل آئے تھے تازہ واقعات معلوم ہوئے۔ ان کی بنا پر آپ نے مناسب سمجھا کہ اپنے بھائی سردار محمد ہاشم خاں کو جلال آباد کی طرف بھیجیں تاکہ وہاں اپنے دیرینہ اعتبار اور حسن سلوک کی وجہ سے لوگوں کو خانہ جنگی سے روک کر اتفاق پر مائل کریں۔ اگرچہ ابھی سپہ سالار غازی کو سینے اور اسانس کی مرض کا دورہ عائد ہوتا تھا اور ایسی حالت میں ان کو چھوڑنا شان گذرنا تھا مگر ملت کے درد کی دوا کے لئے ان کے حکم کی تعمیل لازم ہوئی۔ آپ اپنے بھائی سردار شاہ ولی خاں کو لے کر کوہاٹ کے راستے ٹھٹھل کو گئے۔

عرض راہ میں خلعت کا ہجوم یہ داد دیتا تھا کہ جو شخص وطن کی خدمت میں اپنی صحت کی  
 پروا نہ کرے ملت کی نجات کے لئے اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہو اور جو پہلے ان  
 اطراف میں اپنی شجاعت کا سکرجاچکا ہو وہ عزت و حرمت کے قابل ہے۔

## فصل دوم

### قبائل کے اتحاد میں مشکلات اور پیچیدگیاں

چونکہ چوروں کے ساتھ بعض مسجددار اشخاص بھی شریک ہو گئے تھے انھوں نے شروع ہی میں صلاح دی کہ پہلے سپہ سالار محمد نادر خاں کو بلا کر اپنے ساتھ شامل کرنا چاہئے۔ چنانچہ فوراً انگریزی لیڈارے میں آپ کے چچا زاد بھائی سردار احمد شاہ خاں کو پیش رو روانہ کیا جو بلجی سے جہاز پر سوار ہو کر فرانس کی طرف چلے اور کہیں راستے میں بیخبرانہ گزر گئے۔ جب غازی وہاں سے واپس آ رہے تھے۔ سردار شاہ محمود خاں کو سمت جنوبی اعزام کیا تاکہ وہاں سے لوگوں کو نہ صرف امان اللہ خاں کے برخلاف اٹھائیں بلکہ ان کو لے کر قندھار لڑائی کے لئے جائیں۔ لوگ رے گزر کر اور وہاں کے باشندوں کو حقیقت سے آگاہ کر کے جب سمت جنوبی پہنچے تو افواہ سے معلوم ہوا کہ بڑے بھائی ہندوستان تشریف لے آئے ہیں۔ ان کی بجائے پرسی ادران کو حالات سے خبردار کرنے کے لئے پارہ چنار کی طرف روانہ ہوئے جہاں اس وقت سپہ سالار رونق افروز ہو گئے تھے۔ ذاتی رنج و غم کی دستانوں کو بالائے طاق رکھ کر کیونکہ یقین



تھا کہ کابل میں ان کے عزیز و اہل و عیال سب ہلاکے ٹھیکے میں جھکے جائیگے۔  
سردار شاہ محمود خاں اب اس مہم پر مقرر ہوئے کہ واپس حاجی اور گنجی جا کر لوگوں کو جمع  
اور ان میں اتحاد قائم کریں۔

سپہ سالار نے خود خوست کی طرف رخ کیا۔ سردار پریشمار لوگ منتظر تھے اور  
بڑے اشتیاق سے ملتے تھے۔ افغانی توپوں سے آپ کی سلامی لگئی۔ مشائخ و  
خوہن کے مجمع میں آپ نے ایک موثر تقریر کی اور جرگے کے انعقاد کی بابت اعلان  
کیا۔ اس اثنا میں آپ نے مکاتیب تمام نواحی کے ارکان و اعظم کے نام لکھ کر جرگے  
میں اتفاق کی صورت پیدا کرنے کی بابت اہل لکڑے عید کی نماز کے بعد جو میدان  
گالغ میں ادا ہوئی آپ نے پھر تقریر کی جس میں چوروں کے تسلط کے سبب بیان  
کر کے اس دن کو غم کا روز بتایا اور سامعین کو جو کثیر تعداد میں جمع تھے اتفاق و اتحاد  
کی وعظ فرمائی۔ خوست کی چھاؤنی آپ کے درود سے پہلے محاصرے میں تھی اور  
چاروں طرف میدان محاربہ تھا۔ آپ کے جلوہ فرما ہوتے ہی امن قائم ہو گیا اور یہ نیک  
قال تھی جیسا کہ رعیت اور سرکاری ملازمین کے درمیان مخالفت دور ہو گئی۔ اسی طرح  
سپہ سالار غازی کی بروقت کوشش و تدبیر سے ہاجر دزیروں اور مقامی باشندوں  
کے مابین جو زمین کا جھگڑا چل رہا تھا دفع ہو گیا در نہ خوف تھا کہ ایک جدا جنگ چھڑ جاتی  
اور اس کا حلقہ دزیرستان تک وسیع ہو جاتا۔

یہ ان واقعات کا آغاز ہے جن کا سلسلہ بڑی پیچیدہ الجھنوں کے ساتھ سرحدی معاملات میں جاری ہوتا ہے۔ دو نو طرٹ اکھڑ لوگ اپنی قومی اکڑ میں زنجیر کو توڑے ڈالتے ہیں جس کی کڑیاں قبائل کی خصوصیات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سپہ سالار غازی ان لوگوں کے نزدیک بڑے محترم ہیں اور ان کی عزت دلی اخلاص پر مبنی ہے جو ہمیشہ آپ کا شیوہ رہا ہے اور اس کا اثر فریقِ ستانی پر پڑے بغیر نہیں رہتا ورنہ اس وقت وہ بادشاہی ہیبت اور اقتدار کے سائے سے دور ہیں جس کے نیچے وہ پہلے یہاں کے باشندوں پر اختیار رکھتے تھے۔ اب یہ سب کامل آزاد ہیں۔ بچہ سقا کو ان کی خوشامد منظور ہے وہ کوشش کر رہا ہے کہ ان کو طمع دے کر اپنے ساتھ ملائے امان اللہ خاں قندھار میں ہے اور اسکے ہوا خواہ خام طمی سے امید پکائے ہوئے ہیں کہ وہ پھر کابل پر متصرف ہو جائیگا۔ اسلئے سمتِ جنوبی کے بہادر دل کو زیادہ بیگانے بننے کے مواقع نہیں دینے چاہئے۔ سپہ سالار غازی کے سامنے صرف یہ منظر ہے کہ ملت متحد ہو جائے اور یہ لوگ باہمی نزاع و تفرقے کو دور کر کے متفق ہوں اور چوروں کا تسلط رفع کر کے عظیم الشان ملی اتحاد کے رہنما بنیں۔ یہ عالی انکھار انکے دماغوں میں سمانا بڑا ہی مشکل مسئلہ ہے۔ راستے میں خوں چکان روڑے ہیں استخوانِ دوزخ کاٹنے ہیں۔ ان کی ماہیت سمجھنا وقت کا کام ہے مگر ایک گونہ کچھی سے بھی خالی نہیں۔

شیر کا مقابلہ کرنا جب شکاری ہاتھی پر ہو بندوق اور نیزہ بھی پاس ہو آسان ہے

نسبت سانپ کو مارنے کے جب وہ بھینٹک لے آپڑے اور آدمی کے پاس پتھر یا لکڑی بھی نہ ہو اور علاوہ ہراں جسم بھی نا توں ہو کہ چھلانگ مار سکے ”تادل نلر ز د پانلغز د“ اور نگ زیب کا ایسی صورت میں ہی ارشاد ہے۔ سپر سالار غازی نے انگریزوں کے محار بے میں کامیابی حاصل کی اور یہ ان کی زندگی کی زریں فصل ہے مگر اب جو منازل دپیش ہیں کہیں زیادہ خوف اور ہلک خطر ات سے پٹی پڑی ہیں انکو طے کرنا اور موقعیت سے انجام کو پہنچنا جو اسراند و زیاب ہے جس کا مطالعہ البتہ مرغوب ہونا چاہئے اگرچہ گوہر مقصود تکلیف کے بعد ہی ہاتھ لگتا ہے۔

شش سال کی پہلی تاریخ کو غوث الدین خاں ولد جاندا د خاں احمد زائی چچہ تھواریوں کے ساتھ مع چند خواتین کے باریاب ہوا جاندا د سمت جنوبی کی اول بغاوت میں سرغنہ بٹھا اور اسکی سزائیں توپ سے اڑایا گیا تھا۔ اسکے پانچ بیٹوں کو پھانسی ملی تھی اور یہ غوث الدین ہندوستان بھاگ جانے سے سمت جنوبی کی دوسری بغاوت میں امان اللہ خاں کے کام آیا جس پر اسنے بڑا انعام پایا۔ جب بچہ سقا پہلی دفعہ کابل پر حملہ آور ہوا تو اسکے لشکر کا ہر اول وہ افغانان کے نو آباد حصے میں داخل ہو گیا۔ غوث الدین نے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر شور مچایا کہ ”چور چور“ یعنی لوٹ لو مگر کابلی ایسی حرکت کے لئے آمادہ نہیں تھے کہ شہر کو تاراج کر لیں۔ سقاوی دستہ واپس چلا گیا اور غوث الدین پھر امان اللہ خاں کے ایک ظاہری طرفدار کی حیثیت میں خدمت کرتا رہا۔ بعد میں اپنے

علاقے کو چلا گیا جہاں سے باطناً چوروں کو کمک پہنچاتا رہا۔ اب اس کا سپہ سالار غازی کے پاس مع تواریخ اور جمعیت کے آنا حوصلہ افزائی کا موجب ہوا۔ اور اس سے دوسرے قبائل پر اچھا اثر پڑا۔ اگرچہ بعد میں معاملہ کچھ اور نکلا۔

دوسرے دن جبرگہ بیٹھا جس میں سپہ سالار غازی نے حسب معمول تقریر کی جو حاضرین پر کارگر ہوئی۔ انہوں نے جواب میں یہ عرض کیا کہ ہماری عقیدت آپ کے ساتھ ہے ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں اور آپ کے سوا کسی کو بادشاہ نہیں مان سکتے البتہ شرط یہ ہے کہ آپ مان لے سناں کے ساتھ کوئی رابطہ و مرادہ نہ رکھیں کیونکہ ہم اس کو یا اس کے کسی رشتہ دار کو بادشاہی کیلئے قبول نہیں کر سکتے بلکہ جو کوئی اس کے ساتھ تعلق رکھے ہم اس کا یہ جرم بھی معاف نہیں کر سکتے۔ سپہ سالار غازی نے واضح کیا کہ میں صرف افغانستان میں فساد رنہ کرنا اور اتحاد قائم کرنا چاہتا ہوں اور اس میں میری ذاتی غرض کوئی نہیں۔ واقعات میں نہ اپنے لئے نہ کسی اور کے لئے بلکہ صرف اس لئے کام کرتا ہوں کہ ایک صحیح سلطنت عمومی اتفاق سے تشکیل کی جائے اور میں ہم سب کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب تک ساری ملت ایک شخص کو منتخب نہ کرے کسی کی اطاعت اختیار نہ کر دے۔ تمام رذر کے مباحثات کے بعد جس میں طرفین کا اصرار برقرار تھا فیصلہ ہوا کہ اب گردیزی کی طرف رخ کریں جہاں پہنچ کر ایک بڑے جرنے میں اس امر پر مذاکرہ ہو۔

خوست میں دو ہفتے گزر گئے اور اس اثنا میں لوگوں کا ناتابند ہار ہاجن کو

پرسا لار اور ان کے دونوں بھائی مسر وارشاد و لیخاں اور مسر وارشاد محمود خاں سمجھاتے  
 بجھاتے رہے کہ باہم متفق ہو کر چروں کا تختہ پلٹیں اور پھر ایک پانڈا بادشاہی کی بنیاد  
 رکھیں۔ دعوت ناموں کے جواب میں مختلف قبائل کے خاں اور جوان آتے قومی بیچ کے  
 ساتھ نعرے لگاتے اور آئندہ کامیابی کی امید دلاتے تھے۔ ان لوگوں میں اسلحہ تقسیم  
 کرنا بڑا مشکل مسئلہ تھا۔ میگوین میں ہر قسم کی بند و قیں موجود تھیں۔ قبائل کی تعداد غیر یقین  
 تھی۔ کن کن کو کس کس قسم کی بند و قیں دی جائیں۔ ہر قبیلہ بلکہ ہر شخص زیادہ اور علی ہستیوں  
 کا دعویٰ کرتا تھا۔ سپہ سالار غازی نے بڑی فرست اور تندہ سے اس مسئلہ کو حل کیا  
 دوسرا نازک معاملہ یہ تھا کہ کونسے قبائل آپ کے ہمرکاب ہوں۔ ہر قبیلہ اور ہر فرد اس میں  
 بھی تقرب کا خواہاں تھا۔ آخر یہ قرار پایا کہ تین راستوں سے سفر کیا جائے۔ سپہ سالار  
 جدرانیوں کے ساتھ ان کے علاقے میں سے جرنیل شاہ ولیخاں منگلوں کے ساتھ ان  
 ان کے علاقے میں سے اور اسی طرح جرنیل شاہ محمود خاں حاجی کی راہ سے لوگر کا  
 رخ کریں۔

اسلحہ تقسیم ہو رہا تھا اور اسکے اہتمام پر کوچ ہوتا کہ چھ ہزار منگلوں کی آمد آمد کی خبر پہنچی۔  
 سپہ سالار صاحب چھاؤنی سے باہر نکل کر انکے ساتھ ملاقی ہوئے۔ بہادر دہلوی نے جوش میں  
 آکر بند و قیں چلائی شروع کیں۔ زمین سے یہ آوازیں اور آسمان سے بادل گرجنے کی  
 صدائیں جوش و خروش کو دہلا کر کے گواہی دیتی تھیں کہ عالم علیا و سفلیا دونوں اس حرکت

برکت میں موافق ہیں۔ بارانِ رحمت کے نیچے کھڑے سپہ سالار نے اپنے نیک و بلند ارادہ بیان کئے جن کے جواب میں ایک منگل خطیب نے لمبے بیانات کا سلسلہ چھیڑا کہ امان اللہ خاں کے حکام دشوٹ خور اور عیاش تھے حکومتِ رعایا کے حلال سے غافل تھی پھر قتل اور دینی اصول کے خلاف کاروائیاں جاری ہوئیں۔ ہم امان اللہ خاں کو اپنا دشمن اور کافر سمجھتے ہیں اسلئے سپہ سالار صاحب سے یہ قرار لینا چاہتے ہیں کہ اسکے طرفدار نہوں اور اس کیلئے کوئی کوشش نہ کریں۔ جواب میں آپ نے پھر تکرار کیا کہ میں رفعِ فساد اور قیامِ اتحاد چاہتا ہوں اور سلطنت کا عقدہ بڑے جرسے گیس گردیز چپکے رہوں گا۔

اسکے بعد صبری قبیلے سے ملاقات کی جو نئے دار دہوئے تھے اور اسمیں بھی دیلے ہی قومی مشورہ و غوغا کا اظہار ہوا۔ سپہ سالار چھاؤنی میں داخل آئے۔ دستہٴ باہر سے ہندوؤں کی آوازا آئی۔ ہر قوم اپنے آدمیوں کو بلانے لگی۔ چھاؤنی کے دروازے بند ہو گئے اور احمد زائیموں نے اوپر کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ باہر ہندوؤں کی آواز زیادہ ہوتی جاتی تھی اور تشویش یہ تھی کہ آیا کسی مخالف قوم نے حملہ کیا ہے یا باہم مخالفت پیدا ہو گئی ہے۔ آخر موخر الذکر سبب ثابت ہوا کہ منگل اور صبری قبیلوں میں دیرینہ کینہ بروکر کے جنگ کا باعث ہوا ہے۔ صلح کا وفد بھیجا گیا اور مسئلہ فیصلہ ہو گیا۔

اسلحہ کی تقسیم قبائل کا تعین کہ کہاں مامور ہوں اور نہ کورہ نزاعوں کا پیش آنا ایک اندیشہ کا موجب تھا کہ کہیں کوئی خفیہ ہاتھ ان فتنوں کی تحریک نہ کرتا ہو۔ گردیز کی طرف

حرکت فوری لازم تھی اور یہ اسباب تاخیر کچھ سقا کو مزید تیاری کی فرصت دیتے تھے۔ جب سفر کی آمادگی کا دن آیا تو پھر شور و شراعت اٹھا اور جدران کے دو قبیلوں میں جھگڑا شدت پکڑ گیا۔ دریغیل کہتے تھے کہ ہم کو ببرک خان کی قوم سے کتر بند و قیں ملی ہیں۔ یہ ایک قدیم متولی و فادائے سرکار خان تھا۔ ننگے پاؤں پھرتا ڈالھی پر ڈھال باندھتا اور اپنے لڑکوں کو بھی اسی وضع میں رکھتا۔ ان کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے ان کے سر کے اوپر نہ باندھ کر گولی مارتا۔ امان اللہ خاں نے ان کی عین شکل پوٹشاک کو بدل دیا اور ایک لڑکے کو فوجی منصب دیا۔ ببرک خاں کی قوم البتہ معزز سمجھی جاتی تھی اس لئے دریغیل نے حسد سے گن کیا کہ ان کو بند و قیں زیادہ ملی ہیں مگر جب لڑنے پر اتر آئے تو ایسا معلوم ہوا کہ فساد کے لئے بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔ سپہ سالار صاحب نے اس مجادلے کو بڑھتے نہ دیا بلکہ اپنی فراست و فہم سے فوراً سلجھا دیا مگر یہ حل عارضی تھا کیونکہ درحقیقت بعض قبائل فتنے پر کمر باندھتے تھے اور موقع کی ناک میں لگے رہتے تھے تاکہ نفسہ قہ پیدا ہو۔ اسی دن شام کے قریب پھر تھپاؤنی کے باہر ہنگامہ برپا ہوا اور ہر طرف دھڑ دھوپ شرمزح ہو گئی جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ کارستانیاں اتفاقی نہیں ہیں بلکہ مقصداً جاری رکھی جاتی ہیں اور اس دفعہ مفسدوں کا یہ ارادہ تھا کہ دوست کے شہر میں دست اندازی کر کے لوٹ مار چا دی جائے۔ چونکہ اکثر قبائل سپہ سالار صاحب

کے ساتھ صدق سے وابستہ تھے اور یہ فساد صرف ایک دو قبیلوں کی طرف سے شروع ہوتا تھا۔ اس لئے فوری اور عام سرایت نہیں پاتا تھا اور سپہ سالار اور ان کے بھائی اس کے دفعیہ میں کوشش کر کے کامیاب ہوتے تھے۔ ایسی شورشوں کے انسداد کا بڑی سختی سے اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ رات کو پھر شبہ ہوا اور شہر کے محفطوں نے گولیاں چلائیں اور جلدی خاموشی ہو گئی۔



# فصل سوم

## شکرکشی اور آگے بڑھنے میں محنتیں

دوسرے دن غوث الدین کو احمد زانیوں کے ساتھ گردین کی طرف روانہ کیا اور خود سپہ سالار غازی تیسرے دن رہسپار ہوئے۔ راستے میں دریخیل کے ایک آدمی نے ایک سپاہی سے بندوق چھیننے کے لئے ہاتھ مارا۔ اس پر گویاں چل گئیں مگر بغیر کشت و خون کے معاملہ رفع ہو گیا۔ البتہ یقین کدیریخیل میں فساد کا مادہ موجود ہے کوچ میں تعطیل کا موجب ہوا۔ تین دن ہرک خاں کے قلعے میں قیام کرنا پڑا اور آگے دریخیل کا علاقہ تھا جس سے گذرنا اس پر موقوف کیا گیا کہ وہ لوگ یہ خیال دیں تاکہ راہ میں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ نیز سپاہی کی بندوق مع تاوان کے واپس کریں۔ دریخیل جھکے نہیں بلکہ راہ دینے سے ہی انکار کرتے ہیں اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ سپہ سالار امان اللہ خاں کی طرف داری میں کام کر رہے ہیں۔

ان کے درمیان ایک سیو نے (مست) فقیر ہے جو اس قبیلے کو ٹھہریں

منے ہوئے ہے۔ رات کو جد میں آکر نعرے لگاتا اور عالم غیب کی خبریں بتاتا ہے  
 علما اس کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اور سولے دری خیل کے اور کوئی قبیلہ اسے  
 نہیں پہچانتا۔ غالباً اس کا تعلق جرنیل محمد صدیق کے ساتھ ہے جو اسے فراوانی  
 کے ساتھ روپیہ پہنچاتا ہے تاکہ سپہ سالار کی پیش قدمی کو روکے اور قبائل  
 میں اتحاد قائم ہونے نہ دے۔ محمد صدیق کا بھائی شیر جان چیمہ سقا کا وزیر باد  
 ہے اور یہ پہلے امان اللہ خاں کا ایک حاکم تھا۔ حافظ سرائ، نفعہ فہم قانون  
 دان اور رشوت خور۔ تیسرا بھائی عطاء الحق وزیر خارجہ ہے جو پہلے ایک کرنیل تھا  
 بڑا خدا ترس صالح عابد اور بامروت۔ یہ اب چوروں کے نوکر تھے اور اس کی  
 خدمت میں سرگرم اور اپنے مناصب سے سرشار دوسری سلطنت کو بھلا  
 کب پسند کرتے۔ اس لئے سپہ سالار کی مساعی کے راستے میں روڑے اٹھاتے  
 اور دری خیلوں کو اس طنگ کے ذریعے قابو کئے ہوئے تھے۔

جب انھوں نے بہت دھرمی دکھائی تو باقی قبائل بھڑکے اور لڑائی پر آمادہ  
 ہوئے بلکہ کچھ زرد خود بھی ہوئی مگر سپہ سالار نے اس اندیشے سے کہ مبادا  
 خانہ جنگی واقع ہو اور اس میں مدت گزر جائے اس راہ ہی کو چھوڑ کر دوسرے راستے  
 سفر کرنا مناسب سمجھا۔ اس اثنا میں سردار شاہ ولی خاں کی طرف سے چن رسوا  
 پہنچے اور ان کے پاس خطا تھے جو منگلوں نے جہرا ان اور دری خیل کے خاندانوں

کے نام نصیحت اور تہدید کے لہجوں میں لکھے تھے مگر اس خیال سے کہ دونوں  
توموں کے درمیان عناد سر نہ نکالے اور تاخیر مزید نہ ہو ان خطوں سے کام لئے  
بغیر سپہ سالار صاحب نے کوچ کو جاری رکھا۔

تین دن کے دشوار مرحلوں کے بعد جدران کے علاقے سے گذر کر خروٹوں  
کی سرزمین میں پہنچے یہاں اطلاع ملی کہ یہ قوم سپہ سالار کو امان اللہ خاں کا طرفدار  
سمجھتی ہے اس لئے ان کو راہ دینے پر ہرگز آمادہ نہیں۔ اس کی اہمیت پر  
نظر کر کے احمد زائیوں کے چند خانوں کو آگے روانہ کیا تاکہ غلط فہمی کو رفع کریں اور  
نزدیک کے خروٹی خوانین کو بلا کر خود سمجھایا۔ یوں تفسیر بیڑ کر آگے بڑھے اور ارگون  
کی چھاؤنی میں وارد ہوئے جہاں توپوں کی سلامی ہوئی۔ فوج کو ان کی ہمت  
کے صلے میں ایک رتبہ ترفیع اور دو ہسینے کی تنخواہ انعام دینے کا وعدہ کیا اور  
انکے بعض منہی جھگڑے فیصلہ کر کے پھر سفر جاری رکھا۔

اب خوانین حاضر ہو گئے اور بہت مباحثے کے بعد ان کو یقین ہوا کہ سپہ سالار  
امان اللہ خاں کی حمایت میں نہیں بلکہ عمومی اتفاق کے لئے اقدام کر رہے ہیں پھر بھی  
انہوں نے خطرہ ظاہر کیا کہ اگر ہم مانع نہ ہوں باقی اقوام سلیمان خیل جو ز رست اور کٹواڑ  
میں ہیں ضرور مقابلہ کریں گی کیونکہ وہ امان اللہ خاں کی دوبارہ سلطنت کے قیام کو  
روکنے کے لئے ہر طرح آمادہ ہیں اور آپ کو وہ اس کا طرفدار سمجھتی ہیں۔ اس سے

بہت تشویش ہوئی مگر سپہ سالار غازی میں کوئی افسردگی نہیں پائی جاتی تھی۔ اپنی جمعیت کے افراد کو اور خوانین کو بار بار یہی نصیحت و موعظت کرتے تھے کہ ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ افغانستان کی عزت خاک میں مل جائے گی سلطنت کا نام و نشان نہیں رہے گا۔ باہمی نزاع و فتناء سے گذر کر اتحاد و اتفاق کو پیش نظر رکھو۔ سب ملت جمع ہو کر ایسے بادشاہ کو منتخب کرے جو ظلم و ستم کی بجائے اپنے مامورین کو عدل و داد پر قائم رکھے اور قومی و دینی احکام و رسوم کی پابندی کرائے۔ لوگ عہد سابق کی دست درازیوں سے رم کھائے اس کے پھر بجال ہونے سے البتہ ڈرتے ہیں۔ دودھ کا جلا اگر چھاپھو پھونک پھونک کر پیتے تو معذور ہے یہ سپہ سالار غازی جب دوسروں کو ملامت کرتے خود بھی پریشان نہ ہوتے مگر احتیاط سے کام لیتے بڑھتے تھے۔ آپ کے ساتھ تقریباً ڈھائی سو آدمی ہمراہ تھے جو مختلف قبائل سے منتخب کسی حادثے سے خوف نہیں کھاتے تھے اور فداکاری پر آمادہ تھے۔

مسرور و صفہ پہنچ کر پھر خوانین اور ملکوں کو اپنے اصلی مقاصد سے آگاہ کیا۔ اگرچہ اکثر آپ کی کلام سے متاثر ہوتے تھے مگر چونکہ یہ خبر عام ہو گئی تھی کہ سپہ سالار امان اللہ خاں کے لئے ساعی ہیں پھر بھی اندیشہ تھا کہ کہیں سے مخالف گروہ نمودار نہ ہو جائے۔ زرمت سے ایسی خبریں آتی تھیں جس شخص نے آپ کو اپنے قلعے میں مہمان رکھنے کی دعوت دی تھی اس نے اب پہلو تہی کی۔ اپنے

کوئی پردہ انکر کے جادہ پیانی جاری رکھی اور سیدھے گردین کی منزل کا قصد کیا۔ چار روز بڑے دشوار گزار سفر میں گزرے جو ظاہری و منوی مشکلات سے بھرا تھا۔ بارے یہ مراحل طے ہوئے اور گردین پہنچ کر بجائے چھاؤنی کے بلادہ میں مقیم ہوئے کیونکہ گردین خانوں نے آپ کو متعدد عسکری نصیحتیں سے اپنا اہان رکھنے کی درخواست کی تھی۔

ملک کی باتری کا یہ حال تھا کہ ہر قبیلے اور شخص کو خود سرا و خود رائے ہونے کی قدرت حاصل تھی۔ افغانستان کے دانا لوگ بادشاہی کو ایک ظلم سے تشبیہ دیتے جو خود بمقابلہ شکر و رعیت کے کمزور ہے مگر ان دونوں کو باندھے اور بٹھائے ہوئے ہے یہ کثرت عملی معنوں میں ملی رضا مندی ہے جسکے بغیر ایک مدت تک بادشاہی کا بقاء ہو سکتا ہے مگر آخر فنا ہو کر رہتی ہے اس پر ملت بھی بکھر کر ملوک اطوائف بلکہ افراد کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ افغانستان اس منحصر میں مبتلا ہے اور اسکے دشمن بھی ظن غالب رکھتے ہیں کہ اقلاً جرنی مشرقی علاقے سرحدات کی طرح آزاد رہینگے اور اسکے وجہ بھی قومی ہیں۔ ان سموتوں کے باشندے تمدن سے دور محصول و مالیہ کی تکلیف کیوں برداشت کریں ظالم حکام کے جوئے کو کس سے ہمیں۔ فوج میں کس غرض سے جبری بھرتی ہوں جبکہ وہ اپنی حفاظت خود کر سکنے کے گھمنڈ میں ہوں۔

یہ فاجعہ ہے۔ اس دردناک ڈرامے کے کئی مناظر ہیں سے ایک مضحکہ خیز

ہے جو ان اوراق کی تسوید تک ابھی ختم ہوا ہے۔ سرحد میں دو نے مست فقیر کا قصہ  
 اخباروں میں شائع ہوتا رہتا ہے۔ اس نے دریخیل حیدرافوں کو اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں  
 کی بادشاہی کے دوران میں ابھارا۔ بعض وزیریوں کو اپنے معاملے میں شریک کر  
 کر لیا۔ آخر وہ سلطنت کی تدبیر اور باقی قبائل کی اطاعت سے پسپا ہوئے اور دریخیل  
 مغلوب و پشیمان ہو کر رہ گئے۔ اس فقیر نے بعد ازاں ایک مدت غائب رہ کر باجوڑ کی طرف  
 سر نکالا اور ہندوؤں کو ابھارا۔ حکومت ہند نے لشکر کشی کی۔ پھر یہ مست رفو چکر ہو گیا۔  
 آخر گرفتار ہو کر کابل پہنچا مگر چونکہ اسے بادشاہی معافی مل چکی تھی اسلئے وہیں اسے  
 رہنے کا حکم ہوا۔ اسکے ساتھ ایک تور دسیاہ (ملنگ) تھا جسے خواست میں فتنہ برپا کیا  
 تھا وہ ہلاک کیا گیا۔ مگر اب بچہ سقا کی حکومت میں یہ مست مختار ہے اور ابھی سپہ سالار  
 غازی کو دریخیل سے عبور کرنے میں سدراہ ہوا تھا۔ اب گردیز میں بھی نمودار ہوتا ہے اور  
 بند و قیس کار توں اور روپے طلب کرتا ہے اور سپہ سالار اسکی عرض اور دھمکی کو سننے  
 ہیں کہ اسکی درخواست قبول ہونے پر قبیلے کو شمولیت کا فتویٰ دلیگا ورنہ اسکے اس کی  
 شرکت کے محتاج ہیں۔

## فصل ہیم

### جرگے کے انعقاد پر صعوبتیں اور امیدیں

گردیز میں ایک تو حاکم ہے جو ابھی امان اللہ خاں کا دم بھرتا ہے اور لوگوں کو کو امید دہیم دلاتا ہے کیونکہ اس کا بادشاہ قندھار میں دوبارہ تخت پر ٹھکان ہو گیا ہے۔ دوسرا جرنیل محمد صدیق خاں جس کے ساتھ کوہدا منی اور کوہستان فی سپاہیوں کی اچھی خاصی تعداد ہے چھاؤنی میں براجنا ہے۔ یہمت جنوبی کی دوسری بغاوت میں عایا سے اسلحہ لینے پر مامور تھا جو میگزین میں جمع کیا گیا تھا۔ اب لوگ اس کا وہی مطالبہ کرتے تھے۔ اس نے اپنے خیر خواہ قبائل کو تو انکی اور سرکاری بندوقیں بھی دیں مگر احمد زائیوں کو خردم رکھا جس پر وہ بگڑتے پھرتے تھے اور دیرینہ ہتھام بلکہ قصاص چاہتے تھے کہ اس نے امان اللہ خاں کے وقت میں رشوتیں لیتے چند آدمیوں کو بھی قتل کر دیا تھا۔ عام قبائل بھی سپہ سالار غازی کے حقیقت مند تھے۔ اب یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بالاس جرگہ منعقد ہو جس میں حاکم اور جرنیل بھی مدعو کئے جائیں۔ حاکم تو مجبوراً شامل ہو گیا مگر جرنیل نے لیت و صل کی۔ آخر مولوی اللہ نواز خاں نے چھاؤنی میں داخل

ہونے کی جرأت کر کے جو انکی فطرتِ عالی کے موافق تھی اور ایسی دلیرانہ خدمات بہت سی بجالائے تھے، اسے سمجھایا کہ ابھی بچہ سقا کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور ملت پر اگندہ حالت میں ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ دونوں کے مابین محمد نادر خان کو منصف مقرر کریں کیونکہ وہ اسی غرض کے لئے آئے ہیں۔ وہ شریک تو ہوا مگر اپنے ساتھ تین سو سو اور پیادہ لیکر آیا۔

غوث الدین بھی پہنچ گیا تھا اور سردار شاہ دلی خاں بھی دوسری راہ سے آگئے تھے بالادہ کی مسجد میں سب لوگ جمع ہوئے اور گردیزیوں نے سپہ سالار صاحب کے ساتھ تمام ارادت ظاہر کی اور نہایت اخلاص سے انکے افکار کی پیروی کرنے کا وعدہ کیا۔ گردیز میں تاجیک آبادی ہے جن میں برکی بھی ہیں اور نواحی کے افغانوں کے ساتھ ان دنوں جو انکی سخت مخالفت تھی وہ اب سپہ سالار غازی کی برکت سے مصافحہ و معاملت میں مبدل ہو رہی تھی۔ یہ نظارہ بھلا چرخِ شکر کو کب بھانا شیطان لعین کو کیسے گوارا تھا؟ اس نے تو ظاہری پردہ اٹھا کر حقیقت کھول دی۔ وَاَلَا تَأْمُرُوْنِيْ وَلَوْ مُوَيَّا اَنْفُسِكُمْ۔ مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو لازم ٹھیراؤ۔ مسجد میں یہ وداد و اتفاق جاری ہے کہ دفعۃً باہر بند و قوں کی آوازیں آنے لگیں اور ساتھ ہی آندھی بھی شدت سے چلنے لگی۔ دونوں کا طوفان بڑھتا گیا جو آدھ گھنٹے کے قریب برپا رہا۔ ہر قید اور ہر شخص جہاں کہیں تھا وہاں کھڑا ہوا اور ایک دوسرے



پرسیدگمانی کرتا تھا۔ اس اثنا میں جرنیل کے تین سو آدمی غائب ہو گئے۔ میدان صاف ہو گیا اور مقتولوں اور مجروحوں کے سوا اور کوئی نہ رہا جن میں چار سو اسی سالار غازی کے ہم کاب بھی شہید ہوئے۔ یہ ہے ایک اور نمونہ قبائل میں اتفاق پیدا کرنے کی زحمات کا۔

مسجد سے قلعہ میں آکر مذاکرہ ہوا کہ یہ حرکت کس سے سرزد ہوئی۔ بعض حاکم کو اور دوسرے جرنیل کو محرک بتاتے تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ان دونوں کے ساتھ چونکہ اکثر قبائل کو فحاشمت و پرخاش ہے اس لئے ایک بے طرف قبیلہ کی حفاظت میں رکھے جائیں تاکہ انکو کوئی نقصان نہ پہنچائے اور چھاؤنی میں جانے نہ پائیں۔ چنانچہ قرآن شریفوں کے سامنے میں انکو رد احمد زائی کی طرف لے گئے۔ اس سے قبائل میں قدرے تسکین ہوئی مگر عمومی اتحاد کی عمارت میں تزلزل پیدا ہو گیا اور باہم اشتباہ اس درجہ بڑھ گیا کہ آئندہ اجتماع کے لئے دقتیں دکھائی دینے لگیں۔ ہر کاب جہر ان احمد زائیوں کو اس ہنگامے کا موجب سمجھ کر علیحدہ ہو گئے۔ منگلوں میں بھی بے اعتباری کے آثار نمودار ہوئے۔ ہر طرف چہ میگوئیاں ہوتی تھیں مگر سپہ سالار حسب دستور اطمینان سے مفاہمت و مصالحت میں کوشش کے علاوہ دوسرے علاقوں میں خطا و کتابت بھی کرتے تھے تاکہ تمام ملت میں اتفاق کی تبلیغ ہو کر دیزیں بھی ملکی و عسکری انضباط کے لئے ایسے آدمی مقرر کئے جن پر گردیزیوں کو اعتماد تھا۔

ان دنوں کابل سے ایک طیارہ پرواز کرتا آیا اور کچھ اشتہار ڈالکر خوست کی طرف چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو اہل گردین نے اس قدر گولیاں لگائیں کہ تیل کی نالی خراب ہونے سے اترنے پر مجبور ہوا۔ دو جہاز ان زیر حراست لئے گئے اور اشتہاروں کو دیواروں پر چسپاں کر کے گولیوں سے اور اسکے مضمون پر مضحکہ اڑایا جو کندہ عبارت میں ان کو تحریریں دلاتا تھا کہ جو سپہ سالار اور انکے بھائیوں کو قتل و قید کر گیا اسے بہت سا انعام دیا جائیگا کیونکہ وہ ملک کفر میں منصوبہ باندھ کر آئے ہیں۔ قبائل میں سپہ سالار کی عزت و حرمت اتنی زیادہ تھی کہ مخالف طاعون کو کبھی یہ سچا جبارت نہیں ہو سکتی تھی کہ ان کو ضرر پہنچائیں۔ سب سے زیادہ سچا اور گہرا سبب بنجاق و فلاح تو یہ تھا کہ آپ حقانیت کے لئے شجاعت سے کام کرتے تھے جسکی وجہ سے خیر خواہوں کو آپ کے ساتھ عقیدت اور دشمنوں پر آپ کی ہیبت تھی۔

نخت کی یادری بھی ایک معتاد امر ہے چنانچہ جنرل لیمان سائڈس نے مصطفیٰ اکمال کے ساتھ باتیں کرتے فتح کے لئے اول و آخر شرط اسی قسمت کو قرار دیا تھا کیا اپنے بارے میں کیا مصطفیٰ اکمال کی کامیابی پر گریہ نصیب چوردوں کو بھی بیستہ ہے البتہ کچھ عرصہ کیلئے اور پایدار منصوریت عقلا و صلیحا کا ہی حصہ ہے ابھی وہ دقت نہیں آیا اور سپہ سالار غازی اور انکے برادران کرام کے سامنے

اجلاؤں کا لشکر ہے ابھی آزمائشوں کا مقابلہ درپیش ہے۔ ابھی کئی امتحانوں سے گزرنا باقی ہے۔ ملت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو پیوند لگانا گہرا ضعیف سے گندستے کو باندھنا جس میں کانٹے بھی ہیں اور پھولوں کو بلبلیں نہیں بلکہ زانغ و زعفران اچکے لئے جاتے ہیں ایک نازک سلیقے کا کام ہے۔

پڑ گئی ایک لوٹ یا رب گلشنِ ایجاد میں \* دستِ گلچیں میں ہے گلِ بلبلِ کھنڈیا میں  
ہر طرف پرگندہ اوراق ہیں بے ربط مضامین مطالعے میں اگر مطالب کی غلط فہمیوں کا باعث ہوتے ہیں۔ انکو اکٹھا کر کے مجلے کی صورت میں قوم کے سامنے پیش کرنا ایک مدت چاہتا ہے اور اس اثنا میں وہ مختلف معنی نکالتے ہیں۔ قند پر دازوں کے لئے دھوکا دینے کا موقع ہے اور ابھی بعض لوگ یہی خواہوں کے لباس میں پھرتے ہیں اور آگے جھکانے کی قلمی کھلی گنگر فی الحال تو کسی پر شک کرنا مصلحت نہیں۔ ان تمام دوسروں کی موجودگی میں ان تاریک گھٹاؤں میں سوچ کی کرنیں بھی گرمی اور روشنی پہنچا دیتی ہیں چنانچہ اب ایسا سہانا سما سامنے آیا۔

سمتِ مشرق کی تمام اقوام کے غامضوں کا ایک وفد جو ایک سو تیس آدمیوں پر مشتمل تھا سمتِ جنوبی کے ساتھ تاریخ میں اول بار اتحاد قائم کرنے کے لئے وارد ہوا ایک تو سہ سالار غازی کی قدیم صداقانہ عنایات کی کشش و دسرانائیت سالار محمد شمس خاں کی مساعیٰ بلیغہ کا اثر جو علاوہ سابقہ تعلق کے دو بیٹے پہلے اس طرف روانہ ہو چکے تھے تیسرا محمد گنگاں کی مردانہ وارد کو کششوں اور عالی ہمتوں کا نتیجہ چاہی

ملی خدمات کی وجہ سے اس وقت دُعا مذکور کے صدر تھے اور بعد میں وزیر داخلہ ہوئے۔ افغانستان کے ان دو سیاستدانوں کا اتصال بھاجن میں شیر بسے تھے اور وہ اپنی عادت کے اقتضا پر اکٹھے نہیں رہتے تھے اب سمت شمالی کے بھیڑیوں کو چیرنے کے لئے جمع ہوئے جو شہروں کی بھیڑوں کو پھاڑ رہے تھے۔ ان دونوں نے باہم مذاکرات کر کے یہ فیصلہ کیا کہ چورون کی سلطنت ننگہ عار ہے اور تباہی و بربادی کا باعث ہوئی ہے امان اللہ خاں اپنی غفلتوں اور بدعتوں کی وجہ سے ان تمام خرابیوں اور ویرانیوں کا موجب ہوا ہے۔ لہذا بادشاہ آئندہ کل ملک کے دھلا کی مرضی سے منتخب ہو اور بچہ سقا کو مشرقی و جنوبی سمتوں کے متحدہ تنبیہ نامے سے اسکاہ کیا جائے کہ سلطنت سے فوراً دست بردار ہو جائے ورنہ بزور بازو علیحدہ کیا جا کر مع اپنے حامیوں کے کھیر کردار کو پہنچایا جائیگا۔ چونکہ جناب محمد نادر خاں اعتدال و دراندیشی اور ملی خیر خواہی میں یگانہ فرد ثابت ہو چکے ہیں وہ پیشوا ہوں اور ہم سب ان کی ہدایت کے ماتحت ہر طرح کی فداکاری پر آمادہ ہیں۔ مشرقی تمامندوں کی اس تجویز پر جنوبی خوانین متفق ہو گئے اور سب نے اس پر دستخط کئے۔

اب یہ مناسب سمجھا گیا کہ زرمات اور کٹواڑ کے سلیمان خیلوں کو بھی اس میں شریک کیا جائے مگر انھوں نے یہ جواب دیا کہ امان اللہ قندھار کی طرف سے حملہ کرنے کو ہے۔ اس کا دفعیہ پہلے لازم ہے بعد ازاں اگر بچہ سقا لائق سلطنت

نہو تو اسکا چارہ کیا جاسکتا ہے۔ غرض یہ کہ انھوں نے مشرقی و جنوبی اتحاد میں شرکت سے بے اعتنائی کی اور علیحدہ رکھ کر ردوائی جاری رکھی۔ انکی مثال سے متاثر ہو کر اور قبائل میں بھی کن رکشی کے آثار نمودار ہونے لگے چنانچہ دیکھیں جہلان انکے ساتھ جاکر شمال بھی ہو گئے تاکہ غزنی سے آگے بڑھکر امان اللہ خاں کا راستہ ردکیں۔

سیلجان خیلوں سے خط و کتابت کے اثنا میں یہ درخواست آئی کہ اگر سپہ سالار امان اللہ خاں کے طرفدار نہیں ہیں تو اپنے ایک بھائی کو بھیجیں تاکہ وہ لشکر کے افسر بنکر اسکا مقابلہ کریں۔ سپہ سالار صاحب کا نقطہ خیال یہ تھا کہ پہلے چور کو تخت سے اتار کر رائے عمومی سے فیصلہ لیا جائے کہ آئندہ امان اللہ خاں یا کوئی اور مالک سلطنت ہے اور سیلجان خیل مقدم یہ سمجھتے تھے کہ اول امان اللہ خاں کے دوبارہ زور کو توڑیں انہیں سپہ سالار کے کسی بھائی کی شمولیت انکے نزدیک مرغوب تھی مگر خود سپہ سالار اور ان کے بھائی سابقہ علاقہ مندلیوں اور لاحقہ رادول کی رد سے اسکو گوارا نہیں کر سکتے تھے اسلئے سخت صدمہ کھا کر نہایت افسوس سے مجبور ہوئے کہ سیلجان خیلوں کے بغیر اپنے قصہ پر عمل پیرا ہوں۔

# فصل پنجم

## سقاوی فوج کے ساتھ جنگ اور شکست

اب یہ لازم دیکھا گیا کہ مشرقی و جنوبی اتحاد کے بعد لوگر کو اپنے ساتھ ملا کر بچہ رست کو اخطار بھیجا جائے اور اس کے بعد مشرقی لشکر بچہ رست کی راہ سے وہاں آکر موجود ہو اور جنوبی جمعیت سپہ سالار کے ساتھ پوری قوت کے ساتھ وہاں پہنچے۔ چونکہ قومی معاملات میں ہر فرد کو واقف کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے سب کو اطلاع دیتے دیر ہوئی۔ اس اثنا میں غوث الدین نے خوفزدہ حالت میں آکر اطلاع دی کہ بچہ رست کی فوج التور میں پہنچ گئی ہے ان کے مقابلے کے لئے تیاری ہو۔ اس نے ڈھول بجانا اور جنوبی جنگجو یوں کو آگے روانہ کرنا شروع کر دیا۔ مشرقی نمائندوں نے اس نیرت سے کہ جلدی واپس جا کر کابل پر چڑھائی کریں رخصت لی اور سپہ سالار صاحب التور کی طرف بڑھے جو لوگر کی حد پر ہے۔ سردار شاہ ولیخان گردیز کو گیسے تاکہ اسے صدر مقام کی منزلت میں آراستہ رکھیں۔

پہرہ سالار صاحب نے لوگوں میں داخل ہو کر معلوم کیا کہ سفت دی فوج موضع درویش میں ہے اور چسپ خالی ہے اس لئے وہاں پہنچے۔ غوث الدین نے اس عند سے کہ چرخوں کے ساتھ اس کی پرانی رنجش ہے مع اپنے احمد زائیوں کے سپہ کے علاقے سے چند میل دور ڈبر میں قیام کیا۔ لوگوں میں باقی مملکت کی طرح کئی گردہ ہیں۔ کچھ لوگ طع میں آکر اور بعض ان کے فریب سے بچہ سقا کے ہوا خواہ ہیں دوسرے اس کے ظلموں سے خبردار ہو کر پھر امان اللہ خاں کو واپس لانے کے خواہاں ہیں مگر اکثر سپہ سالار غازی کی وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر جو انھوں نے چرفی خوانین کے سامنے بڑے رقت آور لہجے میں نسرمانی عمومی جرگے کے انعقاد پر متفق ہیں جس سے قبل کا یہ فیصلہ ہے کہ ایک تنبیہ نامہ بچہ سفت کو بھیجا جائے چنانچہ طرہ باز خاں سرسار کان حرب گردیز کے ہاتھ ایک کاغذ کاریز درویش ارسال کیا گیا۔ اس کی رسید یا جواب کے انتظار میں تاخیر ہوئی بعد میں معلوم ہوا کہ قاصد مذکور قید میں ڈالا گیا۔

غوث الدین کا خط پہنچا کہ شاہ مزار میں جو لوگر کا ایک حصہ ہے سفت دی فوج سے ملت بھیڑ ہو گئی اس لئے کمک بھیجئے۔ یہ واقعہ خلافت وقوع اور نقشہ جنگ کے برعکس رونما ہوا کیونکہ ابھی بچہ سفت سے اخطار نامے کا جواب مطلوب تھا جس کے بعد صلح ہوتی یا لڑائی۔ دوسرا گردیز سے کار قوس وغیرہ منگائے

گئے تھے جو دیر کے بعد پہنچے اور موجودہ حالت میں ان کے بغیر طرنا البتہ نگاہ میں نہیں تھا۔ بہر حال اس خبر سے کہ لڑائی چھوڑ گئی لشکر جو شش میں آکر مقابلہ کے لئے نکلا اور سپہ سالار صاحب نے حتی الوسع ان کا انتظام کیا۔ ایک دن رات کے محاربے کے بعد کوئی نتیجہ نہ نکلا تو خود میدان میں پہنچے جہاں دو نو طرف سے بند و قیں چل رہی تھیں۔ آپ نے دو توپوں کو آگے بڑھا کر خود نشانہ باندھنا شروع کیا اور ان کے گولوں کے سارے میں لشکر نے پیش قدمی کی تین قلعے دشمن سے خالی ہو گئے مگر دو رہینوں سے سقادی فوج شاہ مزار کے پیچھے سے آتی دکھائی دی جس نے توپیں چلائیں اور قومی لشکر پیچھے ہٹا لیکن سپہ سالار صاحب کی ترغیب سے پھر آگے بڑھا اور شام تک لڑائی جاری رہی۔ رات کو طرفین سے خاموشی تھی۔

سپہ سالار صاحب نے چسپرخ کے لوگوں سے کار توں خریدے اور یہ بڑا مشکل سودا اتفاقاً کیونکہ جہاں فوجی انضباط منفقود تھا وہاں روپیہ بھی نہیں تھا۔ اس دشواری کے ساتھ تحریک لوگ، البتہ دوسری جانب مائل تھے چنانچہ غوث الدین کو ہزاروں روپیوں کی صلح دی گئی تھی اور نائب سالاری کا عہدہ بھی پیش کیا گیا تھا۔ اسی لالچ میں پھنس کر اس نے سپہ سالار کی تدابیر میں خلل ڈالا آخر اتوں رات اس کے احمد زائی دوڑ گئے جس سے باقی لشکر میں ہراس



پیدا ہوا۔ صبح دشمن کی پیش قدمی جاری ہوئی اور توپ کے گولے اس قلعے کے اوپر سے گذرتے تھے جس میں سپہ سالار صاحب تھے لازم ہوا کہ وہاں سے نکلیں۔ راستے میں احمد زائیوں کا لٹیر قبیلہ جواب تک بیطرف تھا مانع ہوا۔ ان کی گولیوں کی بوچھاڑ سے دوسرا راہ اختیار کیا اور عین آگ میں سے گذرتے نکل گئے۔ سوائے خاص آدمیوں کے جو سپہ سالار صاحب کے ساتھ تھے اور کچھ بعد میں آئے باقی سب لشکر پر گندہ ہو گیا۔

اب صرف جرنیل شاہ محمود خاں کی طرف سے امید کی کرن نظر آتی تھی جنھوں نے موضع خوشی سے بچہ سفت کی فوج کو نکال کر ان کے ذخائر حرب پر قبضہ کر لیا تھا اور آگے بڑھنے کا اقدام کیا تھا۔ چونکہ اس پاس سٹاؤن فوج تھی اور سپہ سالار کے اپنے لشکر میں خیانت کام کر رہی تھی۔ اس لئے جرنیل موصوف کو وہ خط نہ پہنچا جس میں شکست کی خبر درج تھی۔ اگرچہ ان کی جمعیت میں محکم طریقے سے اتفاق تھا اس لئے فتح کرتے جاتے تھے مگر بے خبری میں سفت دی فوج نے پیچھے سے حملہ کیا جو سپہ سالار کی ہجرت سے فارغ دلدلا رہا ہو گئی تھی جرنیل شاہ محمود خاں کے ساتھ سردار احمد علی خاں تھے جو ان کے معادن کی حیثیت میں ان تمام مجاہدات میں شریک رہے اور اپنی شرافت کے ساتھ شجاعت کا ثبوت دیتے رہے انھوں نے

مخصوصی کی حالت میں مدد مانگی سپہ سالار صاحب نے باوجود انتشار و شکر کے پریشان نہ ہو کر فوراً نواحی اقوام کو طلب کر کے ایک ہزار آدمی مسلمان حرب جو گردیز سے منگوایا گیا بھیجنے کا قصد کیا اور ان کا ایک حصہ روانہ کیا گیا۔ جرنیل صاحب اس کے پہنچنے سے پہلے سقادی غلبے کو دیکھ کر مجبور ہوئے کہ واپس لوٹیں اور محاصرے کو توڑیں جو چار دن طرٹ سے گھیر ڈال رہا تھا۔ تمام رات بڑے صعب راستے سے گزرتے سپہ سالار کے پاس پہنچے اور اب ہر جانب سے اندھیرا تھا۔

اس تاریکی میں سپہ سالار غازی کار و شمشیر چہرہ اس امر کی دلیل تھا کہ یاسی کی کوئی دج نہیں ہے

جہاں میں کامیابی ہے کرشمہ جوش ہمت کا  
اگر یہ لہر آجاتی ہے بیڑا پار ہوتا ہے

آپ شکست کو ناامیدی نہیں سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ مقصد کا ضعف اور غیر معقولیت بذات خود ہزیمت ہے اور یہ طرف مقابل میں پایا جاتا ہے۔ ہم ملت کی نجات کے لئے سعی ہیں جس کے واسطے اتحاد لازم ہے اور یہ دونوں بلند مطالب ہیں جو بنفس خود غالب ہیں۔ اگرچہ ہم اس مرحلے میں مغلوب ہوئے مگر قوم مرعوب نہیں ہوئی بلکہ متفقانہ طور پر پھر قرض کرنے کے لئے تیار ہے۔

اب ہمیں جرگے میں وہ طریق سوچنا اور اختیار کرنا واجب ہے جو جلدی کامیابی کی طرف پہنچی کرے۔ اس طرف تمام قبائل کے نمائندے جمع ہو کر مذاکرات کر رہے ہیں جن کے مطابق پھر سلیمان خیلوں کو اپنے ساتھ متحد کرنے کے لئے لکھا گیا۔ وہاں اب حضرت صاحب تشریف رکھتے ہیں اور ان کے رسوم اور عادات روایت سے امید ہے کہ اس اتحاد کا حلقہ وسیع ہو جائیگا۔

# فصل ششم

## بچہ سقا کی طرف سے دو دفعہ ایلیچیوں کا آنا

(۱)

اس گیرودار میں مجھ صدیق جو بھاگ کر کابل چلا گیا تھا بچہ سقا کی طرف سے نائب سالاری کا عہدہ لے کر سمت جنوبی میں چوروں کا راج پھیلانے واپس آیا۔ احمدزائیوں کے کچھ آدمی اس کے ساتھ وابستہ ہو گئے مگر باقی قبائل نے اس کی حرکتوں کو نفرت سے دیکھا۔ اس اثناء میں بچہ سقا کی طرف سے ایک ایلیچی پنچا عبداللطیف خاں کو ہائی جو کارج چھوڑ کر افغانستان میں ہجرت کر گیا تھا اور خفیہ مشرقاتوں کے سبب کابل سے بھی نکالاجا کر بدخشاں میں بسایا گیا تھا وہاں جنرل شاہ محمود خاں نے اس پر شفقت فرمائی کھٹی جس کے صلے میں اب ان کو بچہ سقا کی عنایت کا پیغام پہنچانے آیا ہے! اس کا زبانی حصہ یہ ہے کہ سپہ سالار کابل تشریف لے آئیں پھر آپ اور بچہ سقا قرعہ ڈالیں جس کے نام پر نکل آئے بادشاہی اسے مبارک! اگر کابل آنا قبول نہ کریں تو آپ کا سارا خاندان تہ تیغ

کر دیا جائیگا۔ آپ اور حاضرین ہنسے اور ہنسنے لگے کیونکہ واقعی سپہ سالار کے سب عزیز چوروں کے ہاتھ میں تھے اگرچہ وہ اس صدمے سے پہلے ہی چوٹ کھائے ملت کی رہائی کے لئے اپنی اور اپنے اقربا کی قربانی دل میں بھٹان چکے تھے۔ پیغام کے تحریری وعدے بہت تھے۔ منجملہ یہ کہ آپ لڑائی کے خیال کو چھوڑ کر کاہل آجائیں تو بچہ سقا آپ کے فکر و منشا کے مطابق کام کر لے گا اور آپ کی املاک اور گھر بار کو مسترد کر دے گا۔ اس کا جواب آپ نے خود لکھا جس کا مضمون یہ ہے :-

تہوڑاں حبیب اللہ بچہ سقا۔ تیرے پیغام سے معلوم ہوا کہ تجھے میرے ارادوں سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ میری بڑی آرزو یہ ہے کہ مملکت سے پریشانی و پرانگندگی دور ہو کر امنیت قائم ہو جائے۔ اس بارے میں جو کوئی بھی میرا ہنکراؤ تو ہی کیوں نہ ہو میری جماعت میں داخل ہے۔ تو نے میرا وہ پیغام قبول نہیں کیا جو جنوبی و مشرقی اقوام کی موافقت سے لکھا گیا تھا۔ اب بھی اس شرط پر تیرے ساتھ سمجھوتا کرتا ہوں کہ تو صحیح سلطنت کی بنیاد رکھنے میں میرے ساتھ متفق بنے اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ اس دعوے سے تو دست بردار ہو جائے کیونکہ تو نہ تو اسکے قابل ہے اور نہ ملت تجھ سے راضی ہے۔ لہذا آخری لمحے تک تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تو اس ملک کی بربادی کا ذریعہ بننا نہیں

چاہتا تو پھر میرا پیغام سن عنقریب اقام کا جرگہ منعقد ہو گا جس کا فیصلہ تجھے بھیجا جائیگا۔ تیرے پیغام کے اس حصے کے جواب میں جو میری ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یہ لکھتا ہوں کہ میں نے اپنے خاندان کے سب افراد کو خدائے عظیم کے سپرد کر کے اپنے دجو اور عزیزوں کو ملت کے حصے بخرے ہونے کی بلا کو رد کرنے کے لئے نذر قرار دیا اور امن قائم کرنے پر قربان کیا ہے۔ اب بھی اس نذر و قسم بانی سے پشیمان نہیں ہوں اور اس کی قبولیت کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ آخر میں تیرے اور تیرے ہم دستوں کے لئے ہدایت چاہتا ہوں۔ خیر خواہ ملت محمد نادر +

(۲)

آپ نے اس خط و کتابت سے سب خوانین کو آگاہ کر کے اپنی کو محافظت کے ساتھ رخصت کیا۔ اسکے دس دن بعد پھر سقادی قاصداً آیا اور اپنے ساتھ ایک نیا شگودہ کھلا کر لایا جو نادر خانی خاندان کی خزاں میں ایک بہار کا سماں دکھاتا ہے۔ ناظرین اس ہول و ہراس اور رنج و غم کا اندازہ کریں جس میں یہ خاندان مبتلا ہے۔ احمد علی خاں کا ذکر ہو جو جرنیل شاہ محمود خاں کے ساتھ معاونت کر رہے ہیں۔ یہ سپہ سالار کے چچا کے پوتے اور نیز بھانجے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی مع ساتھ عزیزوں کے چوروں کے ٹھکنے میں ہیں۔ نجابت کے

پتلے اور فرض شناس کرنیل علیشاہ خاں۔ ان کو مجلس سے نکال کر بچہ سقائے اپنے ایلچی کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی مصیبت کی داستان سے اپنے ماموں کو خبردار کریں۔ چوروں کو یہ گمان تھا کہ سپہ سالار شکست کے بعد اطاعت پر مائل ہو جائیں گے۔ جب انکو پہلی طرح ثابت قدم پایا تو یہ جتنا چاہا کہ تمھارے اجداد اقربا کسی درزد محن میں پھنسنے میں ان کا قصدا یک کو دیکھ کر اور ان کی زبانی سنکر خوف کھائیں۔ وہ محرک مقدس جو ان اشخاص کو لڑنے مرنے پر آمادہ کئے ہوئے تھا بھلار ذیل ڈاکوؤں اور ان کے کوتاہ اندیش مشیروں کی سمجھ میں کیسے آسکتا تھا۔ انکو یقین تھا کہ علیشاہ خاں کی حالت زار سے وہ تمام عالمے اور گھرانے کی آفت دگی قیاس کر کے ان مشرطن کو قبول کرنا غیبت سمجھنے کے جو دوسری دفعہ قاصد کے ذریعے پیش کی جاتی ہیں۔ اگر سپہ سالار کا بل تشریف لائیں تو نہایت اعزاز و اکرام سے ان کی پزیرائی کی جائیگی اور اس منصب پر جس سے بلند تر کوئی نہ ہو مقرر کئے جائیں گے اگر کابل آنا منظور نہ تو بچہ سقا کے ساتھ پر خاش ترک کر کے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ ان کے اہل و عیال قید سے رہا کر کے سفر خرچ اور بہت سے نقد روپے کے ساتھ وہیں بھیج دیئے جائیں گے اور ان کی اراضی کی آمدنی قسط وار پہنچا دی جائے گی۔ علاوہ براں انکو دول خارجیہ میں جہاں وہ پسند کریں سفارت کے عہدے پر مقرر کر دیا جائیگا۔ ان دہ مشرطنوں کے انحرار کی صورت میں ان کے



سردار علی شاه خاں

سردار احمد شاه خاں

سردار احمد علی خاں





سب اعزہ و اقربا طح طرح کی اذیتوں اور عذابوں کے بعد جان سے مار دئے جائینگے۔  
 طبعی احساسات اپنوں سے شروع ہو کر بیگانوں تک بعد میں پہنچتے ہیں۔ ابتدا میں  
 اہل قرابت اور ہمسایوں کے ساتھ مواسات آخر میں دور کے رہنے والوں اور  
 مسافروں کی امداد تک پہنچتی ہے۔ جو بنی نوع کا خیر خواہ ہو اہل ہند کے ساتھ ہمدردی  
 رکھتا ہو۔ مہاجرین کی غمخواری کا ثبوت دے چکا ہو اور اپنی ملت افتخار کو آزادہ و آزادہ  
 بنانے کے لئے مصیبتیں جھیل رہا ہو وہ ضرور ہے کہ اپنے کنبے کے ساتھ بھی محبت  
 شفقت کا سلوک کرے۔ یہ کنبہ ظالم دھماڑیوں کے پیچھے میں گرفتار گونا گوں  
 اندیشوں اور عقوبتوں کا نشانہ رہے۔ کرب و بلا کی اور کیا حد پہن سکتی ہے۔ کربلا ہی کا  
 سانحہ درپیش ہے۔ بیوی بچے اور رشتہ دار یہ غلام میں لئے جاتے ہیں تاکہ ان کے  
 قتل سے ڈر کر حریف دبا رہے۔ یہاں مقابلے پر اڑا ہے۔ سخت جدوجہد اور  
 ناکامیوں کی مفادمت کر کے ایک دفع لڑا ہے تو گردشِ چرخ نے اٹا پٹا کھایا اور  
 اور سخت شکست کا منہ دکھایا۔ قبائل میں نفاق و شقاق ہے۔ کئی مارا آئیں بیخبری  
 میں ڈس چکے ہیں۔ دریغیوں اور ان کے مست ملنگ کی کج روٹھوی اور احمد زائیوں اور  
 ان کے گھوڑ چڑھے سوداگر غوث الدین کی دغا بازیوں کے سوا خردی اور سلیمان خیل علیحدہ  
 جادو کی ہنڈیا پکا رہے ہیں یا جہا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رہے ہیں تاکہ امان اللہ خاں  
 کی دوسری بادشاہی عمارت کی جوتدھار میں ناک رگڑ کے رسول اللہ کے خرقہ

مبارک کے سامنے تو بکر گئے ریت پر کھڑی کی ہے اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ ان  
 دشمن کو آفت اور اماندیں ڈھا دینے والے اسباب میں ڈھارس بندھانے والی  
 کیا چیز ہے؟

شکست کے بعد جگے میں یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ فصل کاٹنے کا وقت آگیا لڑائی  
 جاری رکھنے سے فائدہ درپیش ہوگا۔ بھوکا لشکر کٹ مر گیا مگر بال بچوں کا ترپنا اور رزق  
 کے لئے ترسنا انہیں لڑنے کب دیگا۔ لہذا جنگ ملتوی کی جائے یعنی ہجرت کا  
 ہمت دی جائے کہ سارا ملک فتح کر کے پوری قوت سے مقابلے کے قابل ہو جائے  
 محاربے ہیں ایک منٹ کی دیر سے سیولین کی رائے میں مظہریت ہزیمت میں مبدل  
 ہو جاتی ہے۔ یہ اتنی لمبی تاخیر کیوں رد رکھی جاتی ہے۔ اس لئے کہ رد یہ نہیں جس سے  
 سب حاجات قضا ہو جاتی ہیں۔ لشکر کو تنخواہ دے کر فصلوں کی تلافی غلے کی خرید  
 ہو سکتی تھی نگہ پیسہ کہاں سے آتا۔ غرض ظاہری و مخبری سامان عزائم و ممانعت  
 اتنا ہنسواں تھا کہ ذاتی اور خاندانی نجات کی شکل مشکل دکھائی دیتی تھی چہ جائیکہ ملی  
 نجات و فلاح میراقتی۔ کیا اس سے پہلے امان اللہ خاں اور عنایت اللہ خاں باوجود اپنی  
 شہرت اور شہزادگی کے اس پر تمناعت نہیں کر چکے تھے؟ مگر محمد نادر خاں ان سب  
 صعوبات کو دیکھ کر فرماتے کہ اگر میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہے تو اکیلا بندہ تو میکر  
 بڑھونگا تاکہ وطن کو فلاکت سے نکالوں یا ہلاکت سر پرلوں۔

جب بچہ سقا کا خط پڑھا گیا تو سپہ سالار غازی کے چہرے میں کوئی تغیر نہ آیا اور اسی شبات و مناسبت کا اظہار کیا جو پہلے مکتوب پر دکھایا تھا۔ اگر ان کے دل میں اپنے خاندان کی طرف سے کوئی دغدغہ رہ گیا ہو تا جس کی وہ ملی خدمت کے موازنے میں پرواہ نہیں کرتے تھے تو افغانستان کے فرزند نوجوان اور غیرت و شرافت کے مجسمے علی شاہ خاں نے رفع کر دیا۔ جب اس نے سقا دی نامے کے ساتھ اپنے سب عزیزوں کی طرف سے دکالتا یہ پیغام کہ سنایا کہ ہماری عرض اور آرزو سپہ سالار صاحب کی خدمت میں یہ ہے کہ بچہ سقا کی دھمکیوں کو ہت سنائیں نہ لائیں جو ہمارے بارے میں دی گئی ہیں کیونکہ ہم افغانستان کی نجات کے لئے آپ کی کامیابی پر اپنی جانوں کی نذر مانتے فراہم کرنے کو تیار ہیں۔

پھر علی شاہ خاں نے خوانین اور ملکوں کے سامنے جبکہ سقا دی قاصد بھی حاضر تھا چوروں کی دست درازیوں بے انتظامیوں اور اس بدبختی کے قصے سنائے جو کابل میں حکم نہ مانتی تورات کو یہ صلح ٹھیری کہ علی شاہ خاں کو دو بارہ کابل نہ بھیجا جائے ورنہ سخت تکلیفوں کا اندیشہ ہے۔ اس غیور کس افسر عسکر اور اب اسیر حقیر سقا دی نے شرم کھا کر جواب دیا کہ اگر میں واپس نہ جاؤں تو بچہ سقا کے گاکہ علی شاہ نے پیام رسانی کے ضمن میں اپنی رہائی کو غنیمت سمجھا حالانکہ ان کے ساتھ آدمی قید میں ہیں۔ میرا جواب بھیخ لایا۔ اس کے علاوہ اپنے عزیزوں

کو بھی جواب پہنچانا ہے جو میرے ساتھ ایک مجلس میں تھے ان کو اسی حال میں چھوڑ کر خود آزاد پھر نامیرے لئے ننگ و عار ہے جس کو میں کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ اسے دواغ کرتے ہوئے سپر سالار غازی نے فرمایا کہ میرے تمام مظلوم و مجبور مس خاندان کو سلام پہنچا کر کہنا کہ تمہارے باشرافانہ پیغام سے ممنون و مشکور ہوں تمہارے لئے صبر و اجر کی دعا کرتا ہوں۔ وطن کی نجات کے لئے جہاں تم خدا ہوئے پر آمادہ ہو میں اور میرے تینوں بھائی بھی اپنی شہر بانی تقدیم کرتے ہیں۔ خدا افغانستان کا حافظیت کا حامی اور تم مظلوموں کی جماعت کا ناصر ہو۔

بچہ سقا کو پہلی طرح جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے :- حبیب اللہ کو یقین ہو کہ میں تمام ملت میں امنیت و اخوت قائم کرنے اور افغانستان کے مقدس جھنڈے کو دہلے دنیا کے پایہ تختوں میں اونچا کرنے کے لئے مجبور ہوں کہ اپنی بشری مساعی میں کوئی ناکامی اس پاک مقصد کے حصول کے لئے پیرس سے حرکت کرتے ہوئے اپنی جان مال اہل و عیال اور سب انسداد خاندان کو وقف کر چکا ہوں اگر تو ملی وحدت اور صحیح سلطنت کے قیام میں میرے ساتھ موافق ہو گیا تو خانہ جنگی دہرہ ہو جائے گی جس سے وطن کی سلامتی معرض ہلاک میں ہے۔ اگر تو نے اپنی موجودہ روش پر اصرار کیا جس سے ہزاروں مصیبتیں برپا ہو کر افغانستان کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں تو میں بھی تیرے ساتھ اپنی زندگی کے آخری لمحے

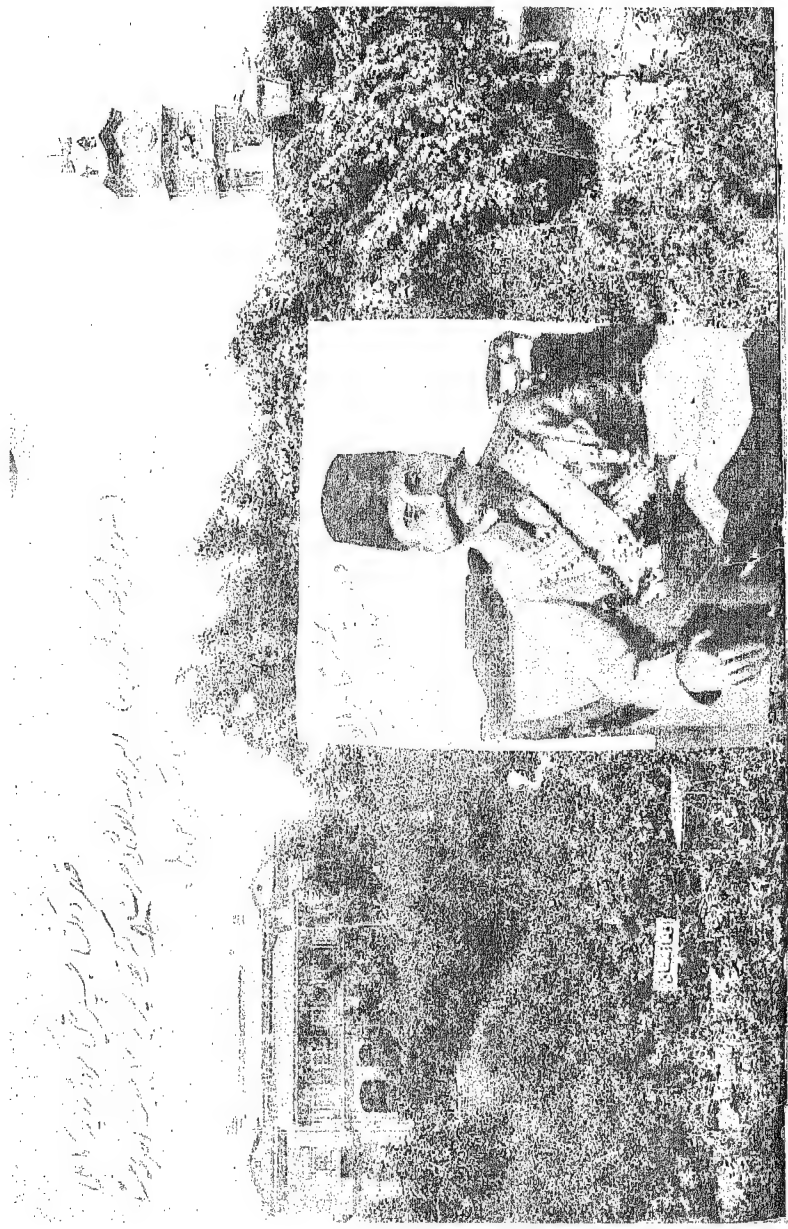
میک لڑوں گا اور تیری ظاہری قوت و قدرت سے نہ ڈروں گا۔ اپنی جان مینا  
اور اپنے خاندان کو تیرا جان کرنا تاکہ ملت کے لاکھوں ہنسراد اور خاندانوں کو  
راحت و سعادت نصیب ہو میں اپنا جا و دہانی فخر سمجھوں گا۔ فقط

# فصل ہفتم

## سارے افغانستان پر چوروں کا قبضہ اور اس میں نکتہ

۱۔ بے فقر آشکار نگردد عیار مرد + بخت سیاہ بود محک اعتبار مرد  
پاس وقار و سد سکندر برابر است + بے آبرو چو تنگ نشت یہ حصار مرد  
بیش است عزم شیر گجاؤ بلند شلخ + بر خصم بے سلاح دلیریت عار مرد  
ایجاد آب تیغ بخون غوطہ خوردن است + آئینہ تا کج بود آئینہ دار مرد

حضرت بیدل کی سبب شرائط مردانگی کا مظہر و مجموعہ سپہ سالار غازی ہیں ناداری  
میں استقامت جاری ہے۔ نقد کے مفقود ہونے سے جس کو ہاتھ میں لانے کے  
لئے لشکر خرصت کیا جاتا ہے تاکہ فصل کی خبر لے۔ پھر بھی مقابلے پر آمادگی ہے۔  
عرف نفس کا تقاضا ہے کہ چوروں کے ساتھ مصالحت نہ کی جائے اور غیرت و مسانہت  
کی حصن حصین کی حفاظت تلوار کی دھار سے کی جائے غاصبوں کی طاقت بڑھ ہی



فرماندهی جبهه غربی  
در تهران (۱۳۰۴)





ان کا تسلط سارے افغانستان پر مستولی ہو رہا ہے اور اسلحہ و خزانہ ان کے پاس دفور سے ہے مگر بجائے پشت جوصلگی کے اتنا ہی حمیت کا جوش انکی سرکشی کیلئے زیادہ ہو رہا ہے کیونکہ جو ہر فتوحات قوت ہی کے سامنے پورا کھلتا ہے۔

جب سپہ سالار غازی فصلوں کے کاٹے جانے کی تئوین میں پڑے کاہل اور جلال آباد کی طرف مخابرہ و رابطہ کی ڈوریاں ڈال رہے ہیں افغانستان بھر میں وہ واقعات و انقلابات درپیش ہیں جو ظاہرہ انکی استغنیٰ کا باعث ہیں مگر آخر چنگ و ہی انکی کامیابی کا موجب ہونگے جو رفق فتنہ و فساد اور قیام امن و اتحاد ہے۔ قدرت چکمانہ کر دگار دشمن کے ہاتھ سے سانپوں کا سر کھل رہی ہے تاکہ اسی ایک دشمن کے فنا ہونے کے بعد باقی اعدا سے میدان صاف ہو۔ چور کی لاش ٹھنی تے

یہ کام کیا اور بھینس کا وہ مالک بن گیا شیروں کے جھلے سے وہ اسے مع دودھ دی اور پیسے کے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ جو لڑائیاں ڈاکوؤں کو پیش آئیں وہ انکے فاتح کو لڑائی پتہ اب سچی نظر جبکہ انجام مکتوم ہے دشواریوں کی گھٹا دیکھ رہی ہے جس میں دھارو پل کے بادل گرج رہے ہیں اور ہمارے شیروں کی دھار میں نقاروں کے سامنے طویوں کی آوازیں ہیں۔ انکی بھیلیاں ذرا چمک لیں ابھی مطلع صاف ہو کر شمشیر ناری آنکھوں کو چند حصار لگی مگر فی الحال کالی رات ہے اور ہر ذک برق کی روشنی میں اگر کچھ دکھائی دیتا ہے تو مفاد ہی مشک سے گولوں کے اوٹے برستے نظر

آتے ہیں۔ اسکے دشمن بھاگتے جاتے ہیں مارے جاتے ہیں یا ان کی مٹائیں  
کسی جاتی ہیں۔

سیلمان خیلوں کی امداد سے بچ سقا کو امان اللہ پر دوبارہ فتح نصیب ہوئی جس  
کے دوبارہ خفیہ فرار سے قندھار بھی سفاوی فوج کے قبضے میں آگیا۔ اس سے  
ایمان کے جوصلے بڑھے اور قصد اور پختہ ہوا کہ سپہ سالار کے مقابلے میں پورے  
زور سے اتریں۔ جنوبی لشکر میں البتہ ہول دہرا اس واقعہ کے ساتھ ہی سرداروں کی  
تشوین و ترغیب سے انکی حس حمیت بھڑکی اور رگ غیرت تڑپی۔ اگر امان اللہ خاں  
کابل پر تصرف ہو جاتے تو محمد نادر خاں کیا کرتے انکے ساتھ کیا روش ہوتی یا شرفی  
جنوبی قبائل کس طرح پیش آتے؟ ان نازک مسئلوں کا حل غیب سے جو کچھ ہونا تھا بہتر  
ہوا۔ الخیر فیما دفع۔

کابل سے چار سو میل جنوب سفاوی قبضے کے ساتھ اتنی ہی دور شمال مغرب  
میں بھی اسکا علم لہرانے لگا۔ امان اللہ خاں کے ہمد میں ہرات کے لوگ اتنا تنگ  
آگئے تھے کہ اب انھوں نے ڈاکوؤں کی حمایت کو ترجیح دی۔ گورنر اور جنرل میں دیگر  
امان اللہ خانی حکام اور افسروں کے سب مقتول کئے گئے۔ اگر محمد نادر خاں کابل فتح  
کر لیتے تو یہ لوگ کبھی اس ہیر جی سے مارے نہ جاتے مگر کیا وہ مطیع ہو جائے تھے امان  
خاں کے پھر داپس لانے کی کوشش کرتے؟ اسکا جواب خود چوروں نے دے دیا

اور ہراتیوں کی فسادوں کے منہاج کو بارے مسدود کر کے اپنے جور و جفا سے انکو پھرتیجئے چلانے کا موقع دیا تاکہ سردار محمد سیاحان خاں مرحوم کی نائب الحکومت اور سردار محمد ہاشم خاں کی نائب سالاری کو یاد کر کے انکی نصرت کے لئے دعائیں نکلیں اور خاموشی سے وقت آنے پر اجماعت اختیار کر لیں۔ ڈاکوؤں کا غلبہ لہذا باضعف روحانی استدلال سے مناسب تھا۔ الحنیہ فیما صنع اللہ تعالیٰ۔ مگر اس نتیجے سے قبل مجاہدوں کے لئے ڈاکوؤں کی روز ہنسوں ہیبت و قوت موجب تشویش ضرور تھی۔

کابل سے سینکڑوں میل جانب شمال بھی بد معاشوں کا سکہ جم گیا تھا۔ جسبٹیل، غلام نبی نے روس کی طرف سے مزار شریف پر حملہ کیا۔ اسکے ساتھ افغان ہزارہ اور ترکمان اعلیٰ درجے کے اسلحہ و سامان حرب سے آراستہ تھے۔ انھوں نے توپوں اور پیادوں کے بمبارڈ منٹ سے سقادی فوج کو شکست دی جس کے روسی اعلان مشاع ہو کہ غلام نبی روسی افسر و شکر کے ساتھ ہماری اسلامی سرزمین میں داخل ہو کر امان اللہ خاں کی بجالی کے لئے لڑ رہا ہے اسلئے تمام ملت کا فرض ہے کہ اس غلبہ کفر کے اندیشے کو متفق ہو کر دفع کریں۔ چنانچہ غلام نبی کو واپس روس میں پناہ دینی پڑی اور پھر وہ خطہ پاک مسلمانوں کے قبضے میں آگیا اگرچہ وہ مسلمان فاسق تھے مگر کافر نہ تھے۔ بخارا و خیوا کی مثالیں کافی شاہد ہیں کہ روس آگ لینے کے لئے آتا ہے دوسروں

کی اخیریت و حریت کو چھلے میں بھونک کر خود گھریار کا مالک بن جاتا ہے۔ یہاں بھی اگر اس کا پاؤں جم جاتا اور پھر محمد تادیناں کا بل پر قابض ہوتے تو معلوم نہیں کیا قیامت برپا ہوتی۔

یہ تائید ایزدی تھی کہ سہادی حکام نے محمد ہر کر ایسے ظلم و تشدد کئے کہ رعایا اپنی شہادت اعمال سے تائب ہو کر ایسی حکومت کا انتظار کرنے لگی جو عدالت گسٹری سے معزوت ہو۔ یہ قولبد میں معرض ظہور میں آیا اگر اب افغانستان کے چار کھوٹوں میں چوروں کا ڈنگا بچنے لگا اور ملت کو تقریباً یقین ہو گیا کہ انکی سلطنت مستحکم ہو گئی ایک نئے خاندان کی بجائے شہابی کا ایوانِ تاریخ کی بارگاہِ سلاطین میں تعمیر ہو گیا۔ انکو بھی اس جدید اور وسیع بادشاہی کے نشے میں اب سوائے اسکے اور کچھ نہیں موجود تھا کہ اس ایک سدائیں کو ڈھائیں جو جنوب کی طرف انکی تکمیل مراد میں حائل ہے۔

# فصل ہشتم

## فتح و شکست

جنرل محمد صدیق نے غازیوں کو کھیتی باڑی میں مصروف پا کر جلدی دھوا دابل دیا۔ مکمل لوازم جنگ کے ساتھ راتوں رات تیرہ کی گھائی کو عبور کر کے گردیز کی چھا قلعہ سفید پر قبضہ کر لیا اور مسقاوی فوج کو یانگر دیز پر سوار ہو گئی۔ یہاں سے انھوں نے محاربے کا نوٹ بھجوا کر تین گھنٹے کے اندر چھاؤنی اور شہر اطاعت اختیار کر لیں۔ رنہ بیمار ڈمنٹ شروع ہو گا جنرل شاہ ولیخان نے سپہ سالار صاحب کو بحفیکس میں اطلاع کر کے دوبارہ میل دور ہے ضروری ہدایات منگائیں۔ مجلس مشورت منعقد ہوئی جس کے آغاز میں سردار شاہ ولیخان نے کہا کہ میں اپنی طرف سے موت کو قبول کر کے زندگی کے آخری سانس تک لڑوں گا۔ بہت بحث کے بعد فیصلہ ہوا کہ بہر حال لڑائی ضروری ہے جو آنا فٹا جاری ہو گئی۔ توپوں اور بندو قوں کی بہیم آوازوں سے پہاڑ اٹل گئے اور دل دہل گئے مگر ان سے گردیزیوں کے دل ہلنے نہیں ہیں جو صرف ساٹھ کی تعداد میں بچہ سقا کے پانچ ہزار آدمیوں کے مقابلے میں

رٹنے کو نکلے ہیں۔ اگرچہ بعد میں مکمل بھی جا رہی ہے مگر جب یہ پوری پہنچ جاتی ہے تو بھی چھ سو جنگجوؤں سے زیادہ میدان جنگ میں نہیں گئے جاتے۔ لڑائی شدت پکڑتی جاتی ہے۔ سقادی فوج اپنی کثرت کے سبب آگے بڑھتی ہے اور میدان طیارہ سے گذر کر گردیز کے قلعوں تک پہنچ جاتی ہے۔ غازیوں کی باتیں طرف پیچھے ہٹتی ہے۔ مگر درمیان اور دائیں جانب سے حملہ شروع ہوتا ہے جس کو دیکھ کر سپاہی جماعت بھی پیش قدمی کرتی ہے۔ سقادی فوج کی پہلی صف میں صدمہ پیدا ہوتا ہے ان کے پیچھے قدم رکھتے ہی غازی ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اتنے میں سپہ سالار غازی کی طرف سے منگل طوطا خیل اور احمد زائی پہنچ جاتے ہیں جو باوجود سفر کی تھکان کے دفعۃً میدان میں کود پڑتے ہیں۔ محمد صدیق زخم کھا کر گھوڑے پر بیٹھ چار سو آدمیوں کے بھاگ کر مہاک چلا جاتا ہے جو گردیز سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ باقی دشمن قلعہ سفید میں جا آرام کرتے ہیں مگر جیسے تمام دن توپوں، مشین گنوں اور بندوقوں سے محاربہ قائم رہا ہے اسب بھی شام کو ویسی ہی شدت سے جاری ہے۔ آرتھ کو بد معاشوں کا لشکر قلعہ سفید سے بھی نکل جاتا ہے کئی توپیں مشین گنیں لاریاں کار تو سوں کے چھپکڑے اور پانچ سو سپاہی اسارت جنگ میں لائق آئے ہیں۔ علاوہ ان تنقیدات کے جو لایڈ جارج نے کچن پرہاید کی ہیں ایک ایرانی محرم نے لکھا تھا کہ یہ سپہ سالار شرقیوں کے غیر منظم لشکروں پر فتح پاکر مشہور ہو گیا جب یورپ کے

منضبط عسکر سے پالا پڑا تو شکست سے دوچار ہوا۔ جرنیل محمد صدیق ایک تعلیم یافتہ جوان تھا جس نے علاوہ جنگی تجربوں کے پانچ سال سمت جنوبی میں فوجی حکمرانی کی تھی۔ سقادی افواج تمام ملک میں مظفر و منصور ہو کر اب اس جرنیل کے ساتھ آخری سر توڑ حملہ کرنے کو آمادہ ہوئی تھیں۔ انھوں نے بیس میل کا سفر راتوں رات طے کر کے سیخڑ قلعہ سفید پر قبضہ کیا۔ دن چڑھنے کے چار گھنٹے بعد جرنیل نے نوٹ بھیجا۔ دو پہر کو دانی چھڑ گئی۔ اس طرف جرنیل شاہ ولی خاں رات بھر نہیں سوئے۔ دن کو ضروری مصالح و مشورے سے محار بے کے نقشے کے ہر ایک نکتے کو سوچ کر اس پر عمل کرتے رہے کار تو اس رسد اور ملک پہنچانے میں پوری مستعدی سے کام لیا۔ اپنے مافوق سپہ سالار کو بروقت اطلاع دیتے تھے۔ الغرض ہر طرف سے ایسا اہتمام و انصرام کیا کہ اپنے جیسے جرنیل کو جسکے ساتھ دس حصہ زیادہ فوج اور سامان تھا شکست فاش دی جو سقادی قوت کو پہلی زک ہے اور جرنیل شاہ ولی خاں کا بحیثیت افسر اور مدبر کے بڑا کارنامہ ہے جو ان کے دیگر معرکوں کے ساتھ افغانی تاریخ میں حلائی محروم کے ساتھ لکھا رہیگا۔ اس زریبا افغان اور رعنا جوان پر ملت جتنا فخر و ناز کرے انکے شایان شان ہے۔ قبائل کی تبریکات کے اثناء میں سپہ سالار غازی آئندہ جنگ کی تیاری میں مصروف تھے پہلے تو اسیران حرب کو معائنہ کر کے انھیں نہایت دلائی کہ کیوں ایک عجب افسر



چور کی اطاعت میں کمر باندھتی تھی پھر ان کو فنی کس پانچ پانچ روپے سفر خرچ دے کر گھروں میں بھیج دیا مگر کوہا منی سپاہیوں کو ترست میں رکھا۔ تیرہ کی گھائی پرچہ مقرر کئے۔ جرنیل شاہ محمود خاں کو لکھا کہ اپنے لشکر کا ایک حصہ لوگرمیں جھکرنے کو اور دوسرا تیرہ کی طرف روانہ کرو۔ اسکے ساتھ ہی احمد زائیوں کا ایک دستہ اس طرف بھیجا جنھوں نے دیکھا کہ سقاوی فرج کی موڑیں التور میں پہنچ کر خود بچہ سقا کے ساتھ تیرہ کی طرف چڑھ رہی ہیں۔ ناگہاں ان کو دو طرف سے گھیر کر گوسیوں کی بوچھاڑ میں لیا چوروں کے بادشاہ نے ایک پتھر کے پیچھے جا کر مشین گن کو اپنے ہاتھ سے چلایا۔ ڈھائی گھنٹے مسادی گولہ باری جاری رہی۔ آخر غازیوں نے چند آدمیوں کو بے خبر بچہ سقا کی طرف روانہ کیا کھلی شدید آتش میں گھر کر وہ پھر موڑ کی طرف لپکا اور باقی چور بھاگ گئے یا اسیر ہوئے۔ فاتحین التور پہنچ کر کارٹوس مشین گنیں اور دو توپیں لے لے لائے۔ بادشاہی کے دوران میں بچہ سقا کو یہی شکست فاش ہوئی۔

باوجودیکہ ان دونوں خوش نصیبیوں سے سرداروں کے اقتدار و وقار میں اضافہ ہوا مگر ان کے عملی اختیارات میں اسلئے ترقی نہ ہوئی کہ لشکریوں میں بھی غرور اور رعوت نے سر نکالا۔ محمد صدیق سہاک میں تھا اور وہاں کے باشندے اسے پناہ گزین سمجھ کر افغنہ کی رسم کے مطابق اپنی حفاظت میں لئے ہوئے تھے۔ سپر سالار اور جرنیل شاہ ولی خاں مصالحت سے انکے ساتھ فیصلہ کرنا چاہتے تھے مگر بعض قبائل زور

سے ان کو منواتے تھے کہ سقادی جرنیل کو انکے حوالے کر دیں۔ اس سے اندیشہ تھا کہ آپس میں لڑائی چھڑ جائیگی اور کابل کی طرف حملے میں دیر ہوگی۔ پھر غوث الدین پرے سے نکلتا ہے اور اپنی قوم کے ساتھ مشکلوں اور طوطا خیلوں کو بھی ملا کر سہاک میں فطنی اعلام بھیجتا ہے کہ محمد صدیق کو ہمارے سپرد کر دو ورنہ لڑو۔ چنانچہ لڑائی شروع ہو گئی۔ سقادی تو پیس چلنے لگیں غازیوں کی طرف۔ سے بھی پورا جواب دیا جاتا تھا۔ کئی دن کی جنگ کے بعد سہاک والوں اور سلیمان خیلوں کو اپنی کمزوری محسوس ہوئی جب ان کے کئی قلعے خالی ہو گئے تو صلح کا پیغام دیا کہ ہم محمد صدیق کو اپنے ہاں سے نکالے دیتے ہیں۔ مجاہد بہ بند ہو گیا۔

عین انتظار میں کہ صلح کا وفد آئیگا سہاک کی طرف سے سخت گولہ باری جاری ہوئی جو رات بھر نتواتر قائم رہی۔ پو پھوٹے سقادی شکر جو دوسری راہ سے مع سامان حرب کے دن کو وارد ہوا تھا اور یہی از سر نو لڑائی کا باعث ہوا تھا محمد صدیق کی کمان میں امنڈ تاگر دیز کے دو میل نزدیک آ گیا۔ اب مقادمت محال تھی اور میدان کا ہاتھ سے جانا بدیہی تھا اس حال میں جرنیل شادلی خاں نے سپہ سالار کو خط لکھا کہ یہ بے سر و پا لڑائی جو قبائل نے بغیر انتظام کے شروع کر دی ختم ہونے کو ہے۔ دشمن ہر لمحہ گردیز کے نزدیک پہنچ رہا ہے۔ مجھے ایک دو گھنٹے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا مگر مجبور ہوں کہ باشندوں

کو پہلے رخصت کر کے پھر اپنی فکر کروں۔ یہ سب سفادی حکومت پر عجرت کو ترجیح دیتے ہیں اور اپنے آبائی گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر بھاڑے ہیں۔ ان کی آخری تسلی میری موجودگی ہے لہذا آخری شخص جو یہاں سے نکلے میں ہوں گا۔

# فصل نہم

## داخلی اور سرحدی اتحاد میں مزید کوششیں اور لڑائیاں

وہ ملی وحدت جس کے لئے سپہ سالار غازی اور ان کے بھائی جان لڑا ہے  
ہیں اور جس کے ساتھ ضبط و ربط اور نظم و نسق لازم و ملزوم ہیں۔ چند سال پہلے سکنتلا  
کی طرح آغوش میں تھی مگر اتنی اہم چیز مفت ہاتھ نہیں لگتی۔ اس کی قدر فراموش ہو گئی۔  
وہ دیوی شرم کھا کر فراق کے پہاڑ پر جا بسی۔ ابھی وصال دور ہے۔ قبائل کا جو بڑی  
اور دشمنی پھر اپنا رنگ لائی۔ فتح شکست میں مبدل ہو گئی۔ گردیز کا معتنا بہ مقام پھر قبضے  
سے نکل گیا۔ سپہ سالار کو یہ علاقہ ہی چھوڑنا پڑا اس لئے راتوں رات کوچ کرتے  
اور ایسے دروں سے گزرتے جہاں ہر وقت باشندوں کے ناگہاں حملے کا خطرہ  
تھا ایک گاؤں میں قحوط اقامت کیا پھر دن بھر سفر کرتے شام کے قریب حاجی کے  
موضع شینگہ میں وارد ہوئے جہاں جرنیل شاہ محمود خاں اور ان کے لشکر نے بڑے  
اڑدھام اور احتشام کے ساتھ استقبال کیا۔

یہ بہادر جرنیل اپنے برادر ارشد کے ارادوں کو مؤثر بنانے میں کوشاں

رک کر کامنگا رہے ہیں جاجیوں کے ساتھ لوگر میں پہنچ کر فحیاب ہو چکے ہیں اگرچہ دوسرے قبائل کی بڑھی دے اتفاقی سے ان کو رجعت کرنی پڑی مگر ان کے اپنے جیسے میں کوئی تفرقہ نہیں ہے۔ تمام جاجی قوم ان کے خلق ایشان مردانگی شجاعت اور ہمت پر شناخواں ان کے اشارے پر غذا ہونے کو تیار ہے اور وہ خود بھی جان شہری کی روشن مثال قائم کئے فعالیت سے ہر خوف محل میں جادخل ہوتے ہیں اور اپنی ہوشمندی سے تمام صلاحت سے نامداری کا سہرا باندھے لوٹتے ہیں یہ نوجوان افغان جن پر پیروبر نافخر کرتے ہیں کئی ہنگاموں میں شہرت حاصل کر چکے ہیں اور اب جاجی میں انھوں نے وہ معرکہ آلا کام کیا ہے جس سے آئندہ کامیابی کی امیدیں دثوق کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سب قوم متحد ہے اور گذشتہ ہزیمت پریشانی کی پرواہ نہ کر کے جو دوسری اقوام کی ابتری و خود رانی سے پیش آئی ہے سب کی تلافی کا یقین دلاتی ہے۔

سپہ سالار حسب معمول اسی پر زور دیتے ہیں کہ تمام قبائل میں پہلے اتحاد محکم کر کے پھر کابل پر حملہ کیا جائے ورنہ جاجیوں کے دوسرا آدمی ابھی جا کر اسے فتح کر سکتے ہیں۔ ایک وفد گردیز کی طرف روانہ کیا جائے تاکہ مکھڑے ہوئے شیرازہ کو پھر ملائے اور دوسرا جلال آباد کی جانب بھیجا جائے کیونکہ سردار محمد ہاشم خاں کی مساعی جیلہ سے لوگ آمادہ ہو گئے ہیں کہ چوروں کی ننگ دور کر کے کابل میں

ایک درست سلطنت کی بنیاد رکھی جائے۔ مشرقی قبائلی لڑائی کے لئے بھیجیں  
ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ ایک دن ان کی طرف سے اور جنوبی جانب سے حملہ ہو مشرق  
میں بھی ایک وفد بھیجنا لازم ہے تاکہ ان کے ساتھ مشورہ کر کے نقشہ جنگ تیار  
کرے۔ تیسرا کام یہ ہے کہ ایک لشکر دو بندی کی راہ سے لوگر میں جا کر مقیم ہوتا کہ  
ناگہانی حوادث کا مقابلہ کرے۔ خوانین جاچی نے ایک رات کی سوچ دھار کے  
بعد ان تجاویز کی تصدیق کی اور تعمیل کیلئے آمادہ ہوئے۔

جرنیل شاہ محمود خاں ڈھائی ہزار لشکر کے ساتھ لوگر کی طرف روانہ ہوئے  
اور سمت جنوبی کے ساتھ مخبرات و ارتباط کا کام بھی ان کے سپرد ہوا۔ قائم خیل  
پہنچکر انھوں نے لوگر کے ساتھ راہ و رسم شروع کی اور اس اثنا میں مصنوعی لڑائیوں  
اور درزشوں میں مصروف ہوئے۔ لوگر کے احمد زئی ڈھائی سو کی تعداد میں حاضر ہو کر  
جنگ کی تجویز کے خواہاں ہوئے۔ جاچیوں نے بھی چند روز کے بعد بے صبری  
ظاہر کی اور جرنیل صاحب کی رضامندی سے خوشی پر حملہ آور ہوئے جو چھ میل کے  
فاصلے پر واقع ہے۔ چھ گھنٹے کی لڑائی کے بعد فتحیاب ہوئے۔ بہت سا سامان چھپا  
اور ایک سو ستر اسیر حرب ہاتھ آئے جو سپر لار کے پاس علی خیل بھیجے گئے۔  
کاریندر ویش پر قرض کا ارادہ تھا جو سقاوی عساکر کا مرکز ہے مگر گرمی کی شدت  
کے سبب جس میں دوا آدمی ہلاک ہوئے یہ فیصلہ ترک کرنا پڑا۔

اس کے بعد گردیز کی طرف متوجہ ہوئے اور احمد زئیوں اور طوطا خیلوں کے لشکر کے ساتھ سقادی فوج پر دودن کی لڑائی کے بعد غالب آئے اور ان کا بالادہ تک تعاقب کیا جو گردیز سے پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ لشکر زیادہ کر کے یہاں ان پر حملہ کیا گیا اور جیسا اس موضع کا نام ظاہر کرتا ہے یہ ایک ٹیلے پر تھا جہاں سے دشمن کو اتارنا سہل نہ تھا۔ رات بھر کے مقابلے کے بعد شکر متبع واپس آیا۔ اس اثنا میں سقادی ملک پہنچنے کی خبر آئی جس کے روکنے کا بندوبست کیا گیا۔ بڑی سخت لڑائی کے بعد دشمن مقتولوں زخمیوں اور اسیروں کی بہت تعداد مع ذخائر حرب چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اب بالادہ پر عبی تصرف ہو گیا اور بعد ازاں جب کبھی سقادی فوج کے ساتھ مل بھڑھوتی جرنیل موصوف فاتح ہوتے۔

سمت مشرق کی طرف وفد عبداللہ خاں شاہجی پٹ وری کی ریاست میں سرعت کے ساتھ سردار محمد ہاشم خاں کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں اکثر قبائل لڑائی کے لئے تیار تھے چنانچہ ان کا ایک لشکر تیزین کی جانب روانہ ہوا تاکہ حملے کے لئے وہاں منتظر رہے۔ پھر سقا خود ان کے مقابلے کے لئے نکلا۔ جنگ جاری ہو گئی جس میں پور کو بھاگنا پڑا اور اس کا کابل سے پانچ میل کے فاصلے تک تعاقب ہوا۔ چونکہ ابھی حملہ کا وقت معین نہیں ہوا تھا اس لئے مشرقی لشکر واپس آ گیا۔ پھر سقا نے اگرچہ ارک میں محصور ہونے کا اندیشہ دہتھام کیا تھا مگر دوسری طرف سے پیش قدمی نہ دیکھ کر پھر

باہر نکلا اور مشرق سے ہجوم کو روکنے کے درپے ہوا

جاہلوں کا دغہ گردین کی طرف روانہ ہوا اور منکل طوطا خیل احمدائی گردیزی وغیرہ بڑی مروت سے پیش آئے اور سب نے سپہ سالار صاحب کے رخصت ہونے پر حسرت کھائی اور دکھائی آخر ایک معاہدہ قرآن شریف پر تحریر کیا گیا جس میں اتحاد کے استحکام کا عمومی اقرار ہوا۔ اس کے ردے قبائل کا ایک لشکر گردین کی قنصلت کے لئے اور باقی جرنیل شاہ محمود خاں کے ساتھ الحاق کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ ہر ایک قبیلے سے چالیس چالیس آدمی منتخب کئے گئے جو متحدہ جنگ کے لئے اور لشکر فراہم کریں۔

سپہ سالار صاحب کسی اور خبر و واقعے سے اتنا خوش نہیں ہوتے تھے جتنا اقوام کے اتحاد سے لہذا ابطن ہو کر اس وحدت کو زیادہ وسعت دینے کا ہتمام کرنے لگے۔ اہل قندھار ہزار ہر ہزارات فراہ ہرات مینہ مزارا و قطن وغیرہ سب کو اسی اتفاق و اتحاد کے دعوے نامے بھیجے گئے تاکہ جمع ہو کر چاروں کے دھبے کو دھویں اور آئندہ ایک صلح و لائق بادشاہ کا انتخاب کریں۔

اس اثنا میں سابق افغانی وکیل التجار نے پشاور سے پچاس ہزار روپیہ کا مبلغ بھیجا۔ بعض متول اشخاص سے قرض لیا اور چندہ بھی اکٹھا کیا جس سے رسد کی خرید کا انتظام ہوا۔ ان اصحاب کے نام مع دیگر مقامات کے اخبار ”صلح“ میں جو



سائیکلو سٹائل میں چھپانا شروع کیا درج ہوتے تھے۔ اس کے نسخے ہر جگہ مفت تقسیم کئے جاتے تھے اور اگر کوئی کاہل میں آجاتا تو اس کو نوجوان نقل کر کے اور اشاعت دیتے۔ پیرس مارغازی کا بہت دقت علاوہ فوری جنگی تیاریوں کے اعلانات و اشتہارات لکھنے لکھانے اور بھیجنے بھجوانے میں صرف ہوتا تھا جس لئے یہ اخبار بہت مفید و مؤثر ثابت ہوا۔ علاوہ ان اشخاص کے جو ہر افسر کے ساتھ خبریں ہم پہنچانے کے لئے معین تھے ایک جدا جماعت صرف اسی کام پر مقرر کی گئی کہ بچہ سٹاک کے غلط اعلانات کا جواب نشانہ کرے اور صحیح خبروں سے قومی وحدت میں مدد دے۔ قندھار کے قبائل کو یہ سب تحریریں پہنچ جاتی تھیں اگرچہ چمن کے راستے جو قاصد بھیجا گیا اس کو انگریزوں نے منہ کر دیا۔

ادریزیوں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی صلاح کی گئی مگر ان کا راہِ عبور انگریزوں کے میں واقع تھا ان کو بھی اجازت نہ ملی اور یہ عقدِ بیعت کیا گیا کہ افغانستان کے معاملے میں انگریزی حکومت اپنی بے طرفی کی وجہ سے مداخلت یا معاہدات کا موقع نہیں دے سکتی۔ اب ادریزیوں کی طرف توجہ کی گئی کیونکہ ان کا ملک افغانستان کے متصل ہے اور ان کے شریک ہونے کی ممانعت میں جلدی نہیں ہو سکتی۔ وزیرِستان میں ایک دفعہ بھیجا گیا جس کی کامیابی اللہ فوازاں کی جدوجہد پر منحصر تھی۔ یہ جوان ملتانی افغان لاہور کا بچہ ہے ہجرت کر کے گیا تھا اور نہ صرف جہاد استقلال بلکہ اس سلسلہٴ مجاہدات

میں بڑی جاں نثارانہ خدمات کا مصداق ثابت ہوا ہے۔

اب وزیری تو آمادہ ہیں مگر ان کے راستے میں معنوی مزاحمت حاصل ہیں قسمت یہ کہ بعض لوگ ان کے دیرینہ معاند ہیں اور سفاقی رشتہوں نے انکو اور بھڑکا دیا ہے حتیٰ کہ چوروں کے کپڑے لالچی کے گزروں سے ناپے جا کر نیم ملاؤں کی فراخ خلمتوں میں جلوہ دکھا رہے ہیں اور وہ اس ڈاکو کو جہدی کہتے شرم نہیں کرتے اور اسی انداز اور معیار سے سپہ سالار غازی کی مذمت کرتے ہیں کہ ان کے پاس دینے کو کچھ نہیں لہذا ان کے ساتھ معاونت کرنا بغاوت ہے۔ ان باتوں کے اندر اد کے لئے منگلوں اور جہارائوں کی کافی تعداد پہلے روانہ کر دی گئی کہ وہ وزیریوں کا استقبال بھی کریں۔ خواست میں پہنچتے ہی لڑائی ہوئی مگر وزیری جو چار ہزار کے قریب تھے منگلوں اور جہارائوں کی مدد سے غالب آئے اور بعد ازاں بغیر مزاحمت کے سپہ سالار غازی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انگریز پھر جھنجھلائے اور دہشتی سے وزیریوں کے داپس بھیجے جانے پر اصرار کرنے لگے مگر سردار غازی نے دلائل دے کر انکی حرابت سے انکار کیا۔ انکا ایک حصہ جرنیل شاہ محمود خاں کے پاس بھیجا گیا جو گردیز کے نزدیک اقدامات کر رہے تھے اور دوسرا جرنیل شاہ ولی خاں کے پاس کابل پہنچنے کے لئے روانہ کیا گیا۔

سمت مشرق میں سردار محمد با شتم خاں بعینہم وہی سکھر خاں کرتے رہے جو ان کے

بڑے بھائی سمت جنوبی میں کر رہے تھے۔ قبائل کو جمع کرنا ان میں اتفاق ڈالنا اور پھر کابل کی تسخیر کے بعد ایک صحیح اسلامی سلطنت قائم کرنا۔ ان کو اس درجہ کامیابی ہوئی کہ مشرقی لشکر نے بچہ سقا کو کابل کے قلعے میں پناہ لینے پر مجبور کیا مگر حبیبی سپہ سالار چاہتے تھے کہ اقوام کے اجتماع سے ایک دفعہ حملہ ہو اسی طرح نائب سالار کی بھی یہی خواہش تھی۔ انھوں نے سمت مشرقی کے دو دروازوں میں اس اتحاد کا جال پھیلایا حتیٰ کہ ہندوؤں اور آفریدیوں کو بھی شریک کیا۔

بچہ سقا نے دیکھا کہ ان کی قوت بڑھتی جاتی ہے اور اس کا اقتدار کابل سے شرقی جانب صرف دس میل تک ہے لہذا اور سب طرف سے زیادہ اب اس جانب توجہ کی۔ شنواریوں کا ایک حصہ تو شروع میں اس کا طرفدار ہو گیا تھا۔ اب خوگیاؤں کے دو فریقہ آ رہے ایک کو اپنے ساتھ لالیا۔ اپنے بھائی حمید اللہ کو مع ڈاکوؤں کے گردہ کے موٹریں لاریوں اور گاڑیوں میں بٹھا کر موافق خوگیاؤں کے پاس پہنچا دیا۔ اس ناگہانی اتفاق و شقاق اور قومی هجوم کے سامنے یہ مصیحت ہوئی کہ سردار محمد باقر خان حبیبی کہ سپہ سالار غازی نے ان کی قندھار میں ضرورت کے متعلق لکھا تھا وہاں روانہ ہوں اور محمد گل خاں حاجی میں جائیں۔

# فصل دوم

## کابل پر غازیوں کا دلیرانہ حملہ

اس لیلِ دہنار کے دورے میں جب فتح کے بعد شکست کا اندھیرا اور نہریت کے بعد موقعت کی روشنی اور پھر دن کے درمیان تفرقے اور حملے کے بادل اور رات میں چاندنی کے متوازن منظر چکر لگا رہے تھے۔ آخر وہ دقت آگیا جس کے لئے بیمار سپہ سالار تندرستوں سے بڑھ کر جدوجہد کرتے تھے۔ جنرل شاہ ولی خاں مسلح جمعیت کے ساتھ قاسم خیل پہنچے تاکہ لوگر کے راستے کابل پر حملہ آور ہوں۔ سرفاوی طیارہ نمودار ہوا جس پر اتنے فائر ہوئے کہ تھوڑے سے ہی وہ اشتہارات پھینک کر سیدھا کابل لوٹنے پر مجبور ہوا۔ ایک ہوا آدمی کا پہرہ مقرر ہوا کہ تمام راستوں اور دروں میں گھوم کر سرفاوی خبر دوں کو کپڑے چنانچہ وہ شخص گرفتار کئے گئے جن سے بہت مفید مطلب کاغذ برآمد ہوئے۔ لوگر کے ملکوں کو تہنیت کے لئے اطلاع دی گئی اور پڑہ ہزار شکر کے کھانے کا انتظام کیا گیا۔ ایک دستے نے پہلے جا کر ایک بڑے پل کو ڈھایا اور ٹیلیفون کو کاٹا۔ ایک ہزار آدمی تنگی داغ خان کی بھیجا گیا جو کابل اور لوگر کے

درمیان ایک تنگ درہ ہے۔ ایک رات کی لڑائی کے بعد تمام سقادی فوج مع  
 سامان حرب درسد کے گرفتار ہوئی۔ اگرچہ اس مفتوح جگہ کو قبضے میں رکھنے کے  
 لئے ملک بھیجی گئی مگر ایک طرف کابل سے اور دوسری جانب کاریز درویش کی سقادی  
 فوج اپنے پیچھے جن کے مقابلے میں رجوت مزاحم بھیجی گئی۔ مولوی اللہ نواز خاں محمد آغا بھیجے  
 گئے جہاں سخت جنگ کے بعد دوسقادی پلٹیں مغلوب ہوئیں اور سب سامان حرب  
 چھوڑ کر فرار اور پراگندہ ہو گئیں۔ ابنگلی واغمان کے پیچھے سے جلے کی تیاری ہوئی اور  
 دوسری طرف سے بھی غازیوں نے گھیرا ڈالا جن کے درمیان سے پھر بچہ سقادی جمعیت  
 کے ساتھ موٹروں پر سوار کابل کو بھاگا اور اس کی فوج کچھ اس کے پیچھے دوڑی جن کا چار  
 آسمانک تعاقب ہوا جو پایہ تخت سے دس میل دور ہے اور باقی کاریز درویش کے  
 صدر مقام میں آچھپی۔ ان لڑائیوں میں ایک دردنگیر سانحہ یہ تھا کہ سقادی خندقوں میں  
 عورتیں نہایت پریشان حالت میں ملیں۔ اسیران جنگ میں سے جن پر یہ جرم ثابت ہوا  
 قتل کئے گئے۔

چار دن کے بعد مولوی اللہ نواز خاں اپنے لشکر کے ساتھ چار آسمان پر تصرف  
 ہو گئے۔ فتح کابل کے اس پہلے اور بڑے اقدام پر جس کی توقع جرنیل شاہ ولی خاں اس  
 وسیع دل ہندی افغان سے رکھتے تھے آپ نے حکم دیا کہ اس طرف سب قومی لشکر روانہ  
 ہو۔ ہتیار اسلحہ سب پر تیار کیا کہ اللہ نواز خاں اور محمد گل خاں مینی حصار یعنی جزب مشرق

سے اور آپ چل سٹوں یعنی جنوب مغرب سے کابل پر حملہ آور ہوں۔ رات کو اللہ نوازاں  
ایک گاؤں میں پہنچے جہاں ان کے بال بچے ایک غریب البتہ وفادار آدمی کے ہاں چھپے  
ہوئے تھے ان کو کئی بہینوں کے بعد جو دفعہ ملے اور پھر فوراً ہجرا ہونے لگے تودہ سنے  
چلانے لگے کہ اب ہم کو اکیلے مت چھوڑو۔ عجیب مشکل سے ان کو خاموش کیا اور اپنے ملی  
فرض کے ایفا کرنے میں مشغول ہو گئے۔

جب قومی لشکر نے استحکامات میں عارضی بسیرا کیا تو نواحی کے دہات سے لوگوں نے  
جو سقاوی فلولوں سے متحک آگئے تھے ہمائی کے طور پر ہرج کی رسد مہیا کی۔ شہر میں یہ  
حال ہے کہ باشندوں کو زبردستی پکا کر ان کے ذریعے سے ردی ٹاپانی اور کار تو مس  
پہاڑوں پہنچائے جاتے ہیں جو سقاوی فوجوں سے بھرے ہوئے ہیں اور ان کی چوٹیوں  
پر ہر جگہ توپیں رکھی ہیں۔ ایک طرف تو ملی جملے کو رد کرنے کے یہ سخت انتظامات ہیں  
دوسری جانب موٹروں لاریوں اور گاڑیوں پر سامان حرب وغیرہ لا کر کوہستان  
کی طرف لے جا رہے ہیں۔

کابل کے تین طرف تمام پہاڑوں سے توپوں مشین گنز اور بندو قوں کی بجلیاں  
کڑک رہی ہیں اور بادل گج رہے ہیں۔ شہر کے لوگ عجیب امید و بیم میں پھنسے عورتیں  
بچوں کو مسجدے میں ڈال کر ان معصوموں سے دعائیں منگوا رہی ہیں کیونکہ کچھ ہفت لگی  
کوچوں میں پھر کراعلان کرتا ہے کہ اس حملے کو رد کرنے کے بعد شہر اور دہات میں

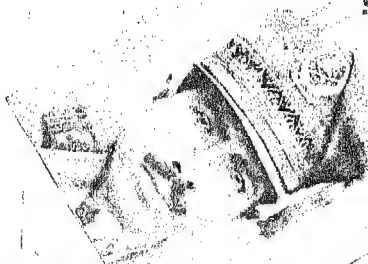
قتل عام اور جلا وطنی کا حکم دے گا۔ آسمانی اور شیر دروازہ کے پہاڑوں پر اتنی تو ہیں  
تھیں کہ وہ ان کے سبب چار دہائی کی طرف سے مطمئن تھا جہاں غازی قابض تھے  
اسلئے وہ تیرہ مہینوں میں زیادہ گردش کرتا تھا۔ دن کو قومی لشکر نے تین دفعہ حملہ کیا مگر  
کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بالاحصار کی جانب تمام روز بڑی شدت سے لڑائی ہوتی رہی مگر شام  
کو یہاں بھی حملہ آوروں کو پسپا ہونا پڑا۔

ناظرین حیران ہو گئے کہ اس آخری اور قطعی محاربے میں بھی قومی لشکر کے بعض افراد  
سفا دی تحریکات سے متاثر ہر دم کوئی مصلحت ڈالنے کے درپے تھے چنانچہ کسی نے  
وزیریوں میں یہ دوسو سو ڈالا کہ ہمارے پاس کار تو س کم رہ گئے ہیں اور اگر کابل آج فتح  
ہوا تو ہم گرفتار ہو جائیں گے اسلئے مناسب یہ ہے کہ انہی کار تو سوں کے ساتھ جو راستے  
میں کام آئیں گے گھروں کو لوٹیں۔ اند فواضاں کو اس فتنے کی خبر ہوئی اور انکھ بھکے سب  
وزیریوں کو آگاہ کیا کہ راستے کی قومیں مخالفت ہیں تھوڑے کار تو سوں کے ذریعے انکے  
ہاتھوں زندہ بچ کر نکلنا محال ہے اسلئے اگر مرنا ہے تو اسی نامدار لڑائی میں مرو جس میں اگر جیتے  
رہے تو بادشاہی اعزاز حاصل ہو گئے۔ اس پر غازی دودرانڈیشی سے دشمن پر ٹوٹ پڑے  
اور کسی مزاحمت کی پرواہ نہ کر کے اندھیرے کے پردے میں سیکڑ میں پر پکے اور تیرہ مہینوں کی  
طرف بڑھے جو شہر کے فواح میں ہے۔ یہ مقام سب سے زیادہ مستحکم تھا اور سفا دی فوج  
کا قوی حصہ یہاں موجود تھا مگر ملی اور مقامی غازی اس چالاکی اور مہارت سے آدھی

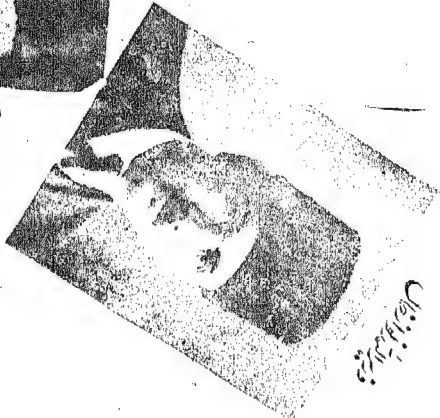




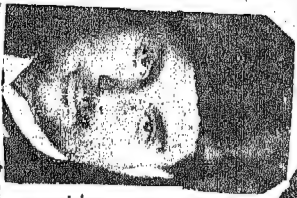
پرنسپال اور پرنسپل خاں شاہجی



وزیر مملکت خاں



وزیر مملکت خاں



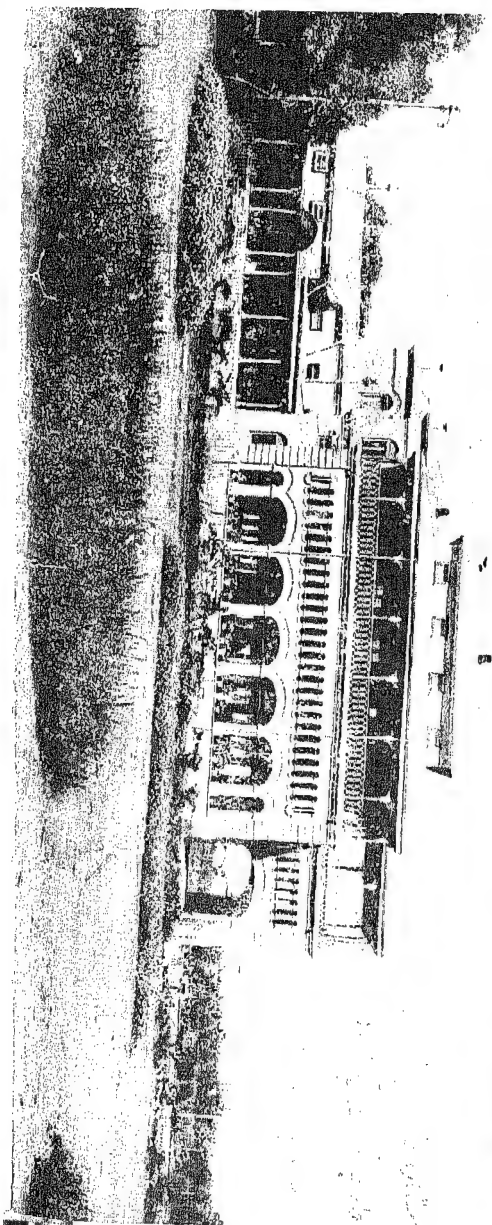
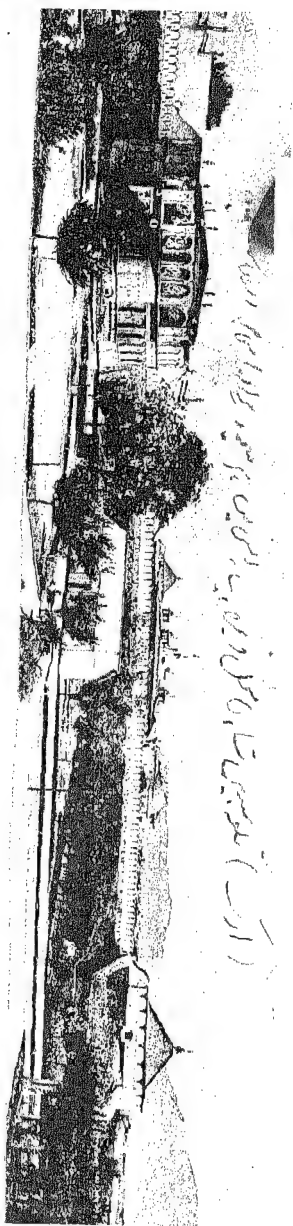
مرزا نوروز خاں مرستی منصور

رات کو زندہ باناں سے گزر کر چمن میں پہنچے جو شہر کے متصل ہے کہ انکی پیشقدمی کی دشمنی کو اس وقت خیر ہوئی جب وہ محفوظ موضع سے حملہ آور ہو سکتے تھے۔ ایک طرف سقادی فوج پر حملہ ہوا اور دوسری جانب قومی ڈھول بجنے لگے جنگلی آوازوں سے شہر کے باشندوں کی جان میں جان آئی۔ پو پھٹتے تپہ مرغیاں اور بالاحصار پر اللہ نواز خاں اور محمد گل خاں مع اپنے بہادر لشکر کے متصرف ہو گئے۔

اس سے پہلے سردار شاہ ولی خاں نے شام سے پہلے آگے حرکت کی اگرچہ کوہ آسمانی سے سخت گولہ باری جاری تھی مگر غازی باغ بابر اور دہ مزنگ میں پہنچتے جو شہر سے ایک میل دور ہیں۔ اب ان پر کوہ شیر دروازہ اور گدڑ گاہ کے پہاڑ سے بھی شیل گنیں اور بندوقس آگ کے اوے برسائے گئیں۔ رات بھر کی لڑائی کے بعد جب دو مسر احصہ لشکر کامیاب ہوا تو سردار موصوف نے صبح کے وقت کوہ شیر دروازہ پر تھاپیت دلاوری سے قبضہ کر لیا اور سقادی توپوں کو ہاتھ میں لا کر ان کا مزکوہ آسمانی کی طرف موڑا جہاں دشمن اسلئے اڑا رہا کہ کوہستان کی جانب خط رجعت کی حفاظت کرے آخر اس نے بھی غازیوں نے قبضہ کیا جرنیل شاہ محمود خاں نے عبداللہ خاں شاہجی کو جو سمت مشرقی کے دفن کی ریت پر مقرر ہوئے تھے اور وہاں سے سرخروئی کے ساتھ لوٹے تھے اور دیگر خدمات بڑی دلاوری جان نثاری اور ہوشیاری سے بجالا چکے تھے اب گردینز کے عاصیوں پر مقرر کیا اور اسی طرح کاریز درویش اور جلال آباد کے راستوں میں کافی تعداد متعین کر کے تاکہ ان

مقامات کی سفادی افواج کو روکیں خود کابل کی طرف روانہ ہوئے جہاں رات کے  
 طالعندہ واقعات سے آگاہی ہوئی۔ سپہ سالار کی خدمت میں ہترین گھنٹے کے بعد تمام  
 محاذوں کی خبریں پہنچائی جاتی تھیں اور وہ سب جگہ لازمی ہدایات ارسال فرماتے تھے  
 اب ان کا حکم صادر ہوا کہ کابل کے عسکری امورات جرنیل شاہ ولی خاں اور محمد گل خاں کی  
 افسری میں اور ملکی معاملات جرنیل شاہ محمود خاں اور امجد تراز خاں کے ادارے میں  
 سپرد کئے جائیں۔





# فصل باہم

## کابل کی تسخیر

۶ ابریل ۱۹۰۸ء کابل میں علی لشکر اور قبائل کے افراد گشت لگا رہے ہیں اور  
 ۸ اکتوبر ۱۹۲۹ء  
 سقادی ملازموں کی تناسل میں ہیں جو پہلے سے شہر چھوڑ گئے تھے۔ کوہ شیر دروازہ پر  
 سے اتر کر جنیل شاہ ولی خاں مع اپنے لشکر اور کابل کے باشندوں کے جو استقبال  
 کے لئے وہیں پہنچ گئے تھے سرگلوں اور بازاروں میں سے پھر لگاتے مسجد شاہ دوشیرہ  
 کے نزدیک فروکش ہوتے۔ جنیل شاہ محمود خاں اسی طرح شہر میں امن کی تسلی دیتے  
 چوب فروشی کی مسجد کے نزدیک نزول فرما ہوئے۔ محمد گل خاں اور اللہ نواز خاں اپنے  
 رفقہ کے ساتھ نہایت ہوشیاری اور بھرتی سے شہر کے انتظام کے سوارانہ کے  
 محاصرے میں مصروف ہیں جو ایک پرے درجے کی نزاکت اختیار کر گیا ہے کیونکہ بچہ پقا  
 کے ساتھ فی تحین کا سارا کلبہ ارکب میں مجبوس ہے اور گولہ باری سے یہ سب معرض تلف  
 میں آتا ہے اور اگر ڈھیل دی جائے تو چوروں کو بھر کک حاصل کرنے کا موقع ملتا  
 ہے۔ یہ ہاجر اسپہ سالار کی خدمت میں فوراً تحریر کیا گیا۔

شیرجہاں دزیر دربار اور ملک حسن والی کابل وغیرہ سقاوی لوگ سمت شمالی میں حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور دوسری طرف پُردل سقاوی سپہ سالار لوگر سے پغمان کے راستے ایک کافی فوج کے ساتھ باغ بلند کے نزدیک پہنچ گیا ہے جو شہر سے ڈیڑھ میل دور ہے۔ یہاں سمت شمالی کی فوج بھی اسکے ساتھ ملتی ہو گئی ہے یہ دو ہزار آدمی ہو جاتے ہیں جو ہتھم نامی خواہی کے طیش میں بڑھ رہے ہیں قومی لشکر جس کے ساتھ اب کابل کے نواح کے آدمی بھی ہیں مقابلے میں نکلتے ہیں اور ان کو شکست دے کر پُردل کی لاکش کو فاتح افسروں کے سامنے لا ڈالتے ہیں۔ اب فتح کابل کی دوسری رات ذرا اطمینان سے گزرتی ہے۔ تیسرے دن سپہ سالار کا خط پہنچتا ہے جس میں وہ باتیں جو اب تک مکمل امتحان میں نہیں آئی تھیں صدق عمل کے آخری درجہ معیار میں پوری اترتی ہیں :-

میں نے اپنے وطن محبوب کی امنیت و استقلال اور افغانستان کے شرف کی حفاظت میں ہمیشہ اپنی جان نثار کی ہے ملت اور وطن کے مفاد کے مقابلے میں اپنی جان اپنی اولاد بھائیوں اور بیوی کسی کو ہمیت نہیں دیتا ہوں۔ وطن کی سلامتی اور قوم کی شرافت کو محفوظ رکھنے کی خاطر اپنے سب خاندان کو قربان کر کے تم کو حکم دیتا ہوں کہ خاندان وطن کی اس جمعیت کو دفع کرنے میں میرے گھرانے کی زندگی حائل نہ ہو نہایت خوشی سے مبارک ڈمنٹ شروع کر دو اور اس بارے میں کسی طرح کی پریشانی دل میں نہ لاؤ

کیا اچھی ہے وہ مرگ جو ملت کی حیات کا موجب ہو۔ میں ان قربانیوں کو قبول کرنا اپنی خوش قسمتی کا باعث سمجھتا ہوں۔

آئندہ ملکہ افغانستان مع اپنے بھگڑ گھوڑوں کے ارک میں موجود ہیں۔ ناظرین حق بین دقت سے ملاحظہ فرمائیں گذشتہ واقعات میں سے ایثار کی مثالیں نکال کر موازنہ کریں ملت اور وطن پرندہ ہونے کے سوانح منتخب کر کے پیش نظر لائیں۔ اگر تاریخ میں ایسی چند حالتیں مذکور ہوں تو ذرا اور مقایسہ کو طول دیں۔ جرنیل شاہ ولی خاں کی بیوی مع تین لڑکوں کے اور جرنیل شاہ محمود خاں کی زوجہ مع سات فرزندوں کے ارک میں حاضر ہیں۔ ان دونوں جرنیلوں نے خود کھڑے ہو کر توپوں کا منہ ارک کی طرف موڑا اور آٹا فٹا گولے ارک میں برسے لگے۔ ان دونوں بلند ہمت عالی حوصلہ اور ملت کے سچے خیر خواہوں اور وطن پر اپنے اہل و عیال کو قربان کرنے والوں کا مقابلہ افغانستان اور پھر دوسرے ممالک کے جو افرادوں کے ساتھ خوب انصاف سے کرو۔

نہ عارض نہ زلف دو تا دیکھتے ہیں + خدا جانے ہم تجھ میں کیا دیکھتے ہیں  
اطمینان سے توپوں کی آگ کے شعلے دست دشمن پر گرا رہے ہیں۔ ان کی کیفیت کے ساتھ شہر کے باشندوں کی عقیدت البتہ بڑھ رہی ہے اور قلعے میں دشمن بھی اس سے حیرت میں ڈوب رہے ہیں جن میں سے ایک حصہ ایسا متاثر ہوتا ہے



کہ اس قربان خاندان کے ساتھ ہمدردی و حمایت کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔  
 دن کے بعد رات کو بھی ارک پر گولہ باری ہوتی رہی اور چونکہ وہاں سے بڑی شدید  
 دفع سے توپوں مشین گنوں اور بندوقوں کا جواب ملتا تھا اسلئے قلعے کے نزدیک جانا  
 محال تھا۔ ایک دفعہ محاصرین نے حملہ کیا مگر پاپا ہونا پڑا۔ ارک سے شہر میں  
 سترنیل گرتے اور کئی گھروں اور باستاندوں کو فنا کرتے تھے۔ دن کو بھی اسی طرح دونو  
 طرف سے گولہ باری جاری رہی اور شام کے وقت سخت شرت پکڑ گئی۔

جب اندھیرا ہوا تو ایک عالمگیر جھٹکے سے تمام شہر اور لواچی کانپ اٹھے پھر ارک  
 سے ایسی دہشتناک آوازیں آنے لگیں اور ایسے زرد اور سیاہ دھوئیں نکلنے لگے  
 جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ کر گندھک اور لاوا کے ستون ابھارے اور  
 پتھروں کے جلنے اور گرنے سے دھماکے سنائی دیں۔ حملہ آور پیچھے ہٹ آئے  
 اور حریت و حسرت سے چوروں کے ظلم کے ظلمات کا تماشا دیکھنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا  
 تھا کہ ان شیطانیوں کے ساتھ جن اور بھوت بھی معاون ہو گئے ہیں کیونکہ اس  
 وقت ایک تیز اور تند آندھی چلنے لگی جس سے آگ کے شعلے جو میگزین سے کار تو موں  
 اور نبوں کے صندوق پھٹنے سے نکلتے تھے اور بھڑکنے لگے۔ ارک میں تو اس جگہ  
 بارود کی دھندلی روشنی ہوتی تھی اور اسی نسبت سے آس پاس تاریکی گہری تھی کہ  
 ہاتھ پھیلانے نہیں دکھتا تھا۔ اذاً خارج میں لحد یکدم میرا ہوا۔

اس حالت میں بچہ سقاہ چند ہزار بیوں کے مجاہدوں کا بس اور بھکارک کے شمالی دروازے سے باہر نکلا۔ محاصرین سے ملاقات ہوئی تو انھیں اپنی دزدانہ چالاکئی سے کابل کے طرفدار آدمی بتا کر جنے محاصرے کے لئے مقرر ہوئے تھے ان کے پنجے سے نکل گیا۔ کوہداسن کے سپاہی جو اس کی مدد کے لئے آ رہے تھے۔ نزدیک مل گئے ان کے ساتھ اپنے موضع کلکان پہنچا۔ وہاں سے دوسرے دن جبل اسلج چلا گیا۔

ابھی چور کے بھاگ جانے کی اطلاع ارکس کی کسی کو نہیں ہوئی۔ اسلئے تو پشمن گن اور بنروق ایک دوسرے سے آگ برسانے میں مہمقت لے جا رہی ہے۔ ایک گھنٹہ کے بعد خبر سنی تو ذلت اندر سے ان آلات کی خاموشی طاری ہوتی ہے مگر ابھی میگزین کے مواد کی ہیبتناک آتش بازی جاری ہے اور اس کے ساتھ اس جہالت کے نعروں کی صدا میں اٹھتی ہیں جو غازی کے خاندان کی حفاظت کر رہی ہے۔ باہر سے ابھی مقابلہ پورے زور کے ساتھ ہو رہا ہے کیونکہ ارک کے واقعات کی آگاہی اس شور محشر اور عصات میں جبکہ سورج ایک نیزہ پر آ رہا تھا کیسے ہو سکتی تھی۔ بڑی مشکل سے فاختین کو حقیقت کا علم ہوتا ہے جس پر فوراً ارک میں داخل ہو کر فردو کی آگ میں جھنپی اور جھنپی ارکان خاندان جلیلہ کو زندہ اور سلامت پاتے ہیں۔ جن میں سے کسی کا بال تک بیک نہیں ہوا۔ کُنَّ اللّٰہُ حَقّاً عَلٰی نَفْسِی الْمُوْہِنِیْنَ۔ اسی طرح ہم برحق ہے کہ

ایمانداروں کو نجات دیتے ہیں)۔

بچہ سقا کا اسی رات کے اندھیرے اور دھوئیں کے طوفان میں تعاقب ہوا۔ چار پانچ میل تک کوئی پھرنہ چھوڑا گیا جس کے پیچھے چور کی تلاش نہ ہوتی ہو مگر اس نے سمت شمالی میں جسے شاہی نام دیا گیا تھا پھر بادشاہی قائم کر لی۔ ترکستان سے سید حسین مع فوج اور سامان حرب کے پہنچ گیا۔ باقی تمام افواج جو غزنی اور جنوبی و مشرقی ضلع میں تھیں لڑتی بھڑتی اور دڑتی اسکے گرد جمع ہوئی گئیں۔ کوہداس اور کوہستان سے نئے آدمی بھرتی کئے گئے۔ سقا دی مشیروں نے منادی کر دی کہ سپہ سالار غفریب امان اللہ خاں کو طیارے میں بلانے والے ہیں اور وہ آکر سقا دی آدمیوں سے یقیناً انتقام لے لے گا اسلئے اس مرگ سے ابھی کابل کو دوبارہ فتح کرنے میں مرنا بہتر ہے۔

بیس میزان شد دمانی کا دن ہے

ما تم و سو رہاں بسکہ بہم آمیز است + خندہ قہم قہم اشک ندامت ریز است  
کابل کا قلعہ جس میں شاہی محلات ہیں مفتوح ہو گیا مگر وہ ایسا آشکہ بن رہا ہے کہ  
کار تو سوں اور بکوں کے متواتر پھٹنے کے سبب کسی کو نزدیک نہیں پھٹکنے دیتا۔ سخت  
جدوجہد کے بعد اس آگ کے اثر کو دوسری عمارات سے منقطع کیا۔ اس دڑ دھوپ  
کے بعد تو فاتح سرداروں کو ذرا استراحت لازم ہے کیونکہ بیداری دینچالی اور غم و الم سے  
چکنا چور ہو رہے ہیں

موجیم کہ آسودگی ماعدم ماست ۔ مازندہ بانیم کہ آرام تداریم  
شہر میں ابھی ستادی تحریکات محسوس ہوتی ہیں کہ امان اللہ خان پھول لائے جائینگے سمیت  
شمالی سے ایک سخت حملے کا اندیشہ لاحق ہے۔ اس قوی و فعلی اعتراض و تعرض کا رد و  
الفاظ ضرور ہے جس کے لئے سپہ سالار غازی کی خدمت میں عرضینہ لکھا گیا کہ خود  
تشریف لاکر رہبری فرمائیں۔

آپ حاجی سے فتح کابل کی اطلاعات تمام قبائل میں پہنچا کر ایک زبردست لشکر  
کے ساتھ روانہ ہوئے جن کی حلاست میں تین ہزار ستادی اسیر جنگ بھی تھے۔ تمام  
راستے استقبال کرنے والوں سے بھرے تھے۔ سڑکوں کے دونوں طرف میلوں تک  
پاؤں دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ قومی ڈھول بج رہے تھے جن کی آواز کے ساتھ افغانی  
ناچ اور گانٹا ملی وجہ کے کیف میں رنگ لاتا تھا۔ بندوقوں کی صدائیں اندیشے کی بجائے  
سرور و لطف بخشی ہیں۔ فوجی یا جہ سنائی دیا اور سپہ سالار غازی جلوہ افروز ہوئے۔  
حسب عادت تبسم فرما رہے ہیں مگر پرے درجے کا ضعف و نقاہت آپ کے چہرے  
سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیماری کے باوجود جو سخت مراحل آپ نے طے کئے اور ظاہری و  
معنوی شکستوں اور دشمنیوں کے ساتھ جن صعب منازل میں سے آپ ہمت جتار  
استقامت سے گزرے وہ توانا اور قوی مردوں کو لاغر و نحیف بنانے کے لئے کافی  
تھا آپ ہر چیز کو فراموش ہوئے ہیں مگر وطن و ملت کو شاد آباد و آزاد دیکھنے کی سچی

خوہش حنائی نیت اور طاقتور ارادہ آپ کے اقوال و افعال میں حرکت و برکت پیدا کر رہا ہے۔ آپ شہرِ دوہات کے باشندوں سے باتیں کرتے افغانستان کی ترقیات کے ذرائع سمجھاتے مبارکباد کی ترمنوں اور شکرائوں کے ترانوں کے درمیان سلاخا نہیں داخل ہوتے ہیں۔

ایک

تجربہ نگار اور نامدار ریاضیاتی

# فصل اول

شاہی قبول کرنے سے بتکرا انکار اور

ملت کا الحاح و ہرار

امان اللہ خاں کے وزرا اور اسی عہد کے وکلا جو تمام ملک سے منتخب ہو کر آئے ہوئے تھے مع کابل کے اکابر و عائد اور سفیروں کے موجود تھے۔ پہلے تو تکبیر کے نعروں سے پھر تبریکات و تہنیتات کی صداؤں سے بعد ازاں شکر گزاری کے عربیوں اور قصیدوں سے فاتح اعظم کی خوش مدیہ ہوئی۔ آپ نے کشادہ پیشانی سے ان سب علاماتِ حمیت و مصیبت کی قدر دانی فرما کر یہ نطق ایراد کی:-

میرے بھائیو! در عزیزو!

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے رسول کی روحانی مدد سے افغانستان کی قومی قوت نے بے شرف و بے ناموس چوروں کو مغلوب و دفع کیا جو ہماری مشائخ و اعمال سابقہ حکام کی کج رویوں اور دیگر اسباب کی وجہ سے مسلط اور ظلم و تشدد کے

قابل ہو گئے تھے۔ (سامعین کی تصدیق کی صدا تیں)۔ اس کامیابی پر جتنا شکر کریں کم ہے وطن میں آگ لگ رہی تھی جس سے ملت کی حریت اور مملکت کا استقلال سب جل کر خاک سیاہ ہو جاتا اگر لطف الہی سے قومی شجاعت غیرت اور وحدت اس کے بجھانے میں جلدی جدوجہد نہ کرتی۔ (حاضرین کی تصدیق کے آوازے)۔ حضار محترم اور باقی ملت کے لئے تجھفوں نے اس طوفانِ بلا سے وطن کو نجات دینے میں میری عملی مالی اور فکری امداد کی یا اس بارے میں تسهیلات ہم پہنچائیں یا موقع کے مطابق خیر خواہی کی خداوند کریم سے دنیا و عقبیٰ میں اجر کی دعا کرتا ہوں۔

البتہ آپ سب آگاہ ہیں کہ ان حوادثِ دردناک کے ظہور پر میں شکستہ دل اور خستہ تن فرانس کے ایک کونے میں پڑا تھا۔ ان الم انگیز خبروں کو سنتے ہی پریشاں حال بغیر زاد راہ اور ضروری لوازم کے اپنے بھائیوں محمد ہاشم خان اور شاہ دلی خاں کے ساتھ میں نے افغانستان کا عزم کیا اور ان سات ہمینوں میں میں اور میرے بھائیوں نے قوم بقوم موضع بموضع اور سنگ بسنگ پھر کر جنوبی ملک کے علاقوں میں رات دن وحدت کی روح پھونکنے بے اتفاقی کو مٹانے اور چوروں کی جنت و تعدی کے اثر کو زائل کرنے میں اس طرح کوشش کی کہ ہر گھڑی ہم قسم قسم کی مشکلات اور بلائیں نازل ہوتی تھیں۔ عین اس وقت ہمارا مال و بسباب برباد اور ہمارے ساتھ سے زیادہ اہل و عیال اور بچے ڈاکوؤں کے ہاتھ میں گرفتار تھے۔



کئی بار قومی اجتماع ہوا اور کتے چلے گئے مگر مختلف وجوہ سے شکست ہوئی رہی۔ اس مغلوبیت مالی تنگیوں اور قومی اختلافات میں جو ہر ایک میری دشمنی کنار کشی اور مایوسی کا موجب ہو سکتا تھا۔ میں نے وطن اور توحید ملت کے عزم کو نہ چھوڑا کیونکہ میرا مقصد ہم تھا کوئی دنیاوی تعلقات اور مادی و معنوی مشکلات مجھے روک نہیں سکتی تھیں حتیٰ کہ تمام خاندان کی قربانی میں بھی میں نے دریغ نہ کیا۔ احضار کی تصدیق کے لئے (۱)۔ خدا کا شکر ہے کہ اپنی مساعی ملک کے خیر خواہوں کی مساعدت اور اقوام کی معادنت سے اسد فتنہ ظالم دھماکیوں کی درندگی کو دور کرنے میں کامیاب ہوئے (۲)۔ شکر کی آوازیں ملت اور وطن کے خیر خواہ سب ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور مجھے بھی عظیم صوابیت سے سابقہ ہوا مگر میں ناامید نہیں ہوتا تھا۔ میں نے ہاتھ پاؤں مارے ہر طرح سعی و کوشش کی اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو ان کے نفع و نقصان سے خبردار کیا یہاں تک کہ وہ نتیجہ برآمد ہوا جو توقعات سے بہت بلند تر ہے۔

فی الواقع ہماری فلاکت و بختی پر خدا نے رحم فرمایا ہماری سچی توبہ اور گریہ و زاری اس کی بارگاہ بے نیاز میں قبول ہوئی جو ہم آج اس قدر جمع میں کہاں مسرت کے ساتھ شکر بجا لا رہے ہیں حالانکہ گذشتہ ہفتے میں دو تین آدمیوں کا اکٹھے ہونا کہاں ایک دوسرے کے ساتھ بات کرنا محال تھا کیونکہ تم اشتراک کے تشدد اور استبداد سے ہر وقت فتنے اور اندیشے میں گرفتار تھے۔ ہم ابھی مکمل کامیابی کو نہیں پہنچے ہیں۔ ابھی

خطرات کے رگ و ریشے ہر گوشہ و کنار میں موجود ہیں۔ ابھی ہمارے سامنے بہت سے کام ہیں اسلئے اس فتح کے نشے میں سسرشار ہونا مناسب نہیں ہے۔ نہ صرف انقلاب کے شعلوں کو گل کرنا باقی ہے جو ابھی بھڑک رہے ہیں بلکہ ان تلفات کی تلافی بھی لازم ہے جو ہر طرف ملک پر وارد ہوئی ہیں۔

اتنی تقریر کے بعد تمام حاضرین میں شور و غوغا برپا ہوا اور یکسیر کے نعروں میں ریاد ازیں آتی تھیں کہ زندہ باد! علیحضرت محمدنا در خواں غازی۔ پادشاہ نجات دہندہ استقلال بخش۔ تمام اعیان و ارکان مملکت یکے بعد دیگرے اٹھ کر نہایت صراحت و الحاح سے عرض کرنے لگے کہ بادشاہی کو آپ قبول فرمائیں۔ جب یہ سلسلہ عرض و نقل ختم ہوتا دکھائی دیا تو آپ نے بڑی کوشش سے حضار کو خاموش کر کے فرمایا:-

میرا ارادہ کبھی ذاتی نہ تھا اور نہ ہے۔ مجھے بادشاہی کا خیال نہ تھا اور نہ ہے بادشاہی ایک انتخابی امر ہے اور اجتماع امت پر اولی الامر کا انتخاب منحصر ہے۔ البتہ بڑے جرگے کی تشکیل کے وقت ملک میں بحیثیت و کاست کام کروں گا لیکن بادشاہی کو قبول نہیں کر سکتا۔ جب تمام افغانستان سے ملت کے نمائندے جمع ہو کر اپنے آئندہ بادشاہ کے انتخاب پر کافی مذاکرات کر کے جس کسی کو اکثریت مطلقہ سے منتخب کرینگے ہم بھی اسی کی اطاعت کو اپنی مغفرت کا موجب سمجھ کر نہایت خوشی سے اس کی بیعت کرینگے اور اسکے حکم کے ماتحت ملک و ملت کی خدمت بجالائینگے۔ میرا مطلب

جیسا کہ شروع سے دنیا کے اخباروں میں اعلان کر چکا ہوں اس فساد خانہ جنگی اور  
 سفاکی ظلم کو دور کرنا اور ملی وحدت کو قائم کرنا تھا جس میں خوش نصیبی سے ہم کامیاب  
 ہوئے۔ اب پھر اسی مطلب کو جو فرانس ہندوستان اور تمام سرحدات افغانستان  
 میں تحریری و تقریری طور پر بیان کر چکا ہوں یاد دلاتا ہوں کہ میں میرے بھائی اور  
 خاندان اس پر فخر کرتے ہیں کہ اپنی ملت کی مسرت کے ساتھ شادمان ہیں جیسا  
 اس کی مصیبتوں، غمگین و پریشان تھے۔ ان فرائض کو جو اسلام نے ملی خدمات  
 کے لئے ہر فرد وطن پر عائد کئے ہیں ہم بجالا رہے ہیں اور یہی افتخار و اعتبار ہمارے  
 لئے کافی ہے کہ افغانستان کے ایک فداکار عسکر کی طرح میں اور میرے خاندان  
 کے سب افراد بنو ق کندھے پر لٹھکرا پنا فرض ادا کریں اور امر سلطنت کو عمومی اتفاق  
 و آراء ملت پر چھوڑیں جس شخص کو ملت انتخاب کرے ہم نہایت مسرت سے  
 اسکی بیعت کریں گے۔

سپہ سالار کے خاموش ہوتے ہی پھر شور و غوغا بلند ہوا اور ہر طرف سے  
 تقریریں ہونے لگیں جن کا حاصل یہ تھا کہ آپ نے ہماری مشکل وقت میں مدد کی اور ہمیشہ  
 ملی اور وطنی مفاد میں فداکاری دکھائی۔ آپ کے سوا افغانستان میں ہم اور کسی کو  
 نہیں پہچانتے جو بادشاہی کے بارگراں کو اٹھا سکے۔ ہم نے ایک سال کے انقلاب  
 میں سب آدمیوں کو آزمایا۔ افغانستان کی تمام دلائیات سے یہاں برگزیدہ لوگ

کم و بیش موجود ہیں اور سب کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کی ذات کے سوا بادشاہی کے لائق اور کوئی نہیں۔ کئی مہینوں کی لگاتار شور و غل اور بربادیوں سے وطن پاگل ہو رہا ہے اور بڑے جگے کے انعقاد تک یہی حال رہے گا۔ ہم کو یقین ہے کہ اُس وقت بھی آپ سے بہتر کوئی شخص پیدا نہیں ہوگا اور ملت کے نمائندہ آپ کے سوا کسی کو بادشاہ قبول نہیں کریں گے لہذا مصلحت یہی ہے کہ آپ بادشاہی کا ذمہ اٹھا کر اس ملت پریشان و پرآئندہ کی اصلاح کریں اور اس کی بقاء و قابلیت آپ کے سابقہ رویے سے ثابت ہو چکی ہے۔ اگر آپ انتخاب بادشاہی کو ملتوی رکھیں تو فتنے بڑھیں گے اور پہلے سے زیادہ خونریزیوں کا میدان وسیع ہو گا کیونکہ بچہ سقا اپنی ساری قوت کے ساتھ دوبارہ حملہ کرنے کو ہے۔

ہر طبق کے بعد اور درمیان اسکی تائید میں متحدہ آوازیں اٹھتی تھیں اور یہ سلسلہ پھر لمبا ہوتا جاتا تھا۔ بڑی مشکل سے سپر سار غازی نے اسے قطع کر کے اپنی تقریر جاری رکھی:-

مجھے افسوس ہے کہ آپ اور دوسری اقوام و اشخاص جو اس زمانے کی سلطنت کا سخت اور بھاری بوجھ مجھ پر ڈالنے کا ٹکراؤ دھڑک رہے ہیں میرے اصولی مدعا کو نہیں سمجھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح خداوند کریم کے فضل اور آپ لوگوں کی مہمت سے میں نے وطن کو مصائب کے گرداب سے نکالا ہے اسی طرح

افغانستان کے تاج و تخت کو بھی ذاتی رعایتوں سے پاک کروں اسلامی اصول کے مطابق انتخاب شاہی کو آرائے عمومی پر موقوف کروں اور اس بارے میں قوت قدرت اور توپ و تفنگ کے استعمال کی ضرورت کو دور کروں۔ اسی لئے میں اصرار کرتا ہوں کہ اس اہم امر کو جو تمام ملت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وطن کی آئندہ قسمت کا فیصلہ اسکے ساتھ وابستہ ہے آرائے عمومی پر چھوڑ دو اور عجلت و مشتابی سے درگزر کر کے خوب غور و فکر کے بعد افغانستان کی تمام ولایتوں اور حکومتوں کے نئے وکلاء کے ساتھ مذاکرہ کر کے جس کامل الصفات شخص کو برگزیدہ سمجھو میں بھی دل سے اسکا ہاتھ چوم کر ایک سپاہی کی مانند اسکی رکاب میں خدمت کروں گا۔

اس کے بعد حضار کی طرف اسے پھر بڑے زور و شور کی تقریریں ہوئیں اور ہر تقریر پر چھوڑ کر تائید کی متفقہ صدائیں اٹھتی تھیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے افغانستان کے مریض الموت وطن کو نزع سے لوٹا کر نئی جان بخشی ابھی اسکی حالت نازک ہے صرف ملتِ ستم رسیدہ کی خاطر اس کی خیر گیری منظور کرو اور بادشاہی کی تکلیف کو افرامو تاکہ کم کم جویم و دافعت اور حملہ و رد کے پاؤں کی گردنوں میں اور زیادہ پست و نصیب نہو۔ افغانستان کے اکثر حصوں میں سقادی قسمت را بھی باقی ہے اور کابل کے نواح میں جنگ جاری ہے۔ ہم نے انقلاب کے دوران میں خوب غور و فکر کیا اور صلح و مشورے کے بعد یہی نتیجہ نکالا کہ سوائے آپ کے بادشاہی کی خلوت کسی

اور کو زیب نہیں دیتی خصوصاً اس آخری ہفتے میں رات دن ہمارا یہی موضوع بحث و مذاکرہ رہا اور ہم سب نے کلی اتفاق سے یہی فیصلہ کیا ہے کہ بالضرور آپ عنان حکومت ہاتھ میں لیں۔

آپ نے جو فرمایا کہ افغانستان کی تمام ولایتوں اور حکومتوں سے دکن طلب کئے جائیں۔ ہم پھر عرض کرتے ہیں کہ یہ تحصیل محاصل ہے۔ امان اللہ خاں کے عہد میں جو دکن حاضر تھے انقلاب کے سبب واپس نہ جاسکے سب یہیں موجود ہیں۔ سفاوی حکومت میں چونکہ دور کی رعایا اس چر کو نہیں پہنچتی تھی اور اس کے مشیروں نے دھوکے سے اسے خادم دین رسول اللہ قرار دیا تھا اس لئے ہر جگہ سے نئے دکن آئے تھے وہ بھی یہیں حاضر ہیں۔ علاوہ برائے جنوبی و مشرقی اور کابل و قندھار کے دکن آپ کی معیت میں ہیں ہم سب متفق و متحد ہو کر ہم آہنگ و بیک آواز عرض و محفل کرتے ہیں کہ موکلہ طریقے پر بحیثیت بادشاہ آپ وطن کا ادارہ کریں۔

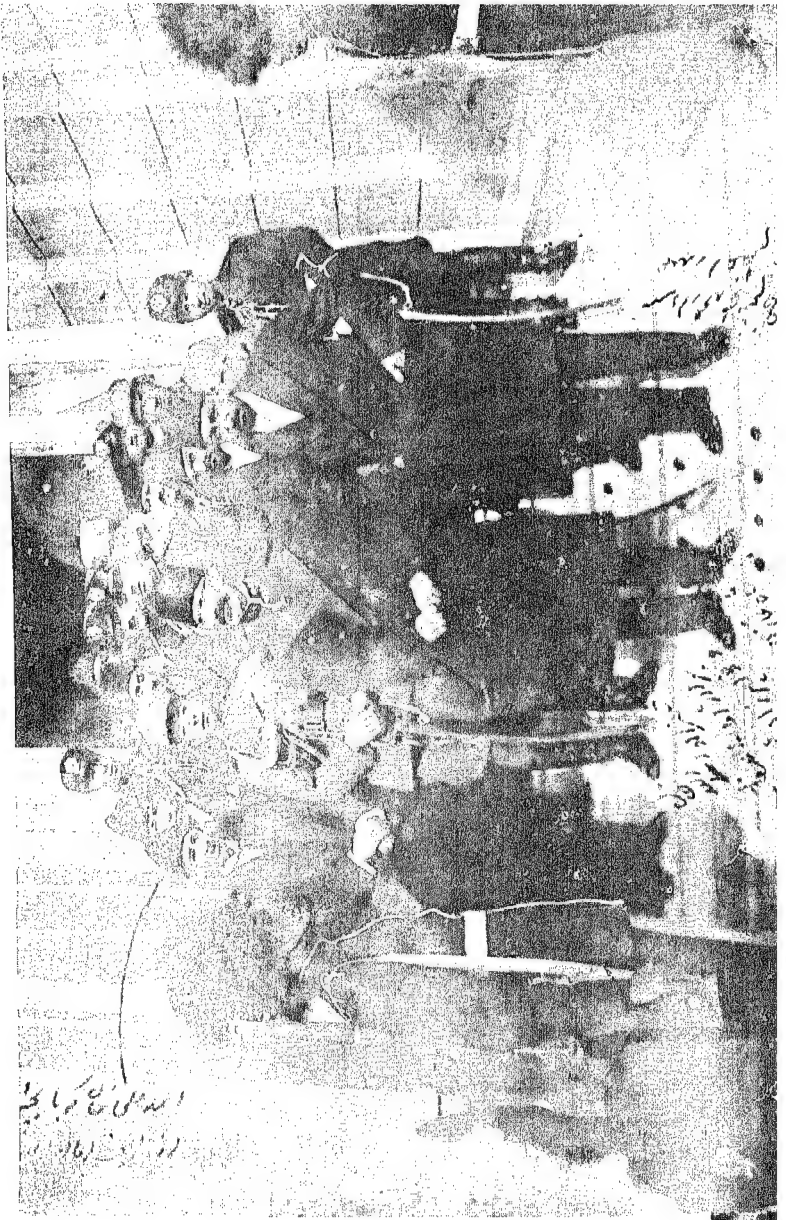
خدا اور رسول کے لحاظ سے زیادہ مزید کر کے ہمارے احساسات کو زخمی نہ کیجئے ہم مصیبت زدہ ہیں۔ ہماری بھنور میں پھنسی بیڑی کو آپ نے ڈوبنے سے بچایا۔ اب ہمیں ساحل سلامت پر پہنچا کر اساسی دستگیری فرمائیے تاکہ ہماری آئندہ زندگی میں سعادت ہو اور خدا کا رسول اور ملت آپ کی مساعی

نے خوشنود ہوں۔ ہم کو پورا معلوم ہے اور آپ بہتر جانتے ہیں کہ افغانستان کے طول و عرض میں آپ کے موالد کوئی جامع الاوصاف شخص موجود نہیں جس کو تمام فرقے قبیلے طائفے اور قومیں دل سے مانیں اور معزز و محترم جانیں اور اس کے حکم کے ماتحت تفاق و خانہ جنگی کی جھڑ اور ریشوں کو جو ہر جگہ جال پھیلانے میں متسلع و متوجہ کر سکیں۔ لہذا ہم کمال رضا اور عذر دہناری سے التجا کرتے ہیں کہ ضرور و بصد ضرورت مملکت کو مخدوم کی منزلت میں منظور فرمائیے اور ہماری حسرت و رانی پر صدمہ وارد نہ کیجئے۔

اس پر نعرے پر نعرہ پڑنے لگا۔ بادشاہی مبارک ہو۔ زندہ باد علی حضرت محمد و خاں پادشاہ نجات دہندہ و استقلال بخش۔ یکسر کی بلند آوازیں کے بعد پھر بادشاہی پر تبریک تہنیت کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ اس حال میں سپہ سالار غازی ایسی حیرت میں پڑ گئے کہ ظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ آپ اس اتری و پریشانی کے عالم میں اس بارگراں کے اٹھانے میں تامل کر رہے ہیں مگر لوگوں نے آپ کو زیادہ فکر کرنے کا موقع نہ دیا۔ تمام دھکا اور اکابر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور زبردستی ہاتھ پکڑ کر بوسہ دینے اور بیعت کرنے لگے

سر تھا سر کو زی نہ منی تاج + بارے تاج دی ٹھا د سرو تہ تاج

(میرا سر تاج کی سرنگونی کو نہیں مانتا۔ بارے تاج میرے سر کا محتاج ہے) +



اسلامی کونسل کے اجلاس  
کراچی ۱۹۶۸ء





## فصل دوم

### بچہ سرتقا کا خاتمہ اور تہذیب و فساد کا دفعیہ السار

باغیان چمن میں داخل ہو گئے۔ طوطے اور چمکا و طجرات دن خوان بنیما کے گرد پکے رہتے تھے اڑ گئے۔ چور اور شریر جو میوؤں کو لوٹتے تھے بھاگ گئے۔ فصحا میں کپکپ کر غار نگروں کے ہاتھ سے بچکچر من میں جج ہو گئیں مگر یہ دھڑا دی اور ڈاکو مفت تو اپنی غنیمتوں سے دست بردار نہیں ہو سکتے تھے۔ سمت شمالی میں جا کر انھوں نے پھر اپنی پرانگندہ فوجوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ فاتح لشکر بھی ان کے علاقے میں گھس گئے اور کیا شہر کیا نواحی میں سبائی غاصبوں کو پکڑنے کی تلاش ہوئی مگر علامہ حضرت غازی حسب معمول مزید کشت و خون نہیں چاہتے تھے حتیٰ کہ امرے رہزن کو بھی معاف کرنے میں کوئی تامل نہیں رکھتے تھے۔ وہ اور ان کے پیرو آخر طاعت کے افراد تھے اور سمت شمالی کابل کا ایک معتد بہ ضلع تھا۔

وہ کوہستانی جوارک میں خاندان جلیلیہ کی حفاظت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ پہلے مناسب ہو کر مورد عنایت ہوئے۔ ان کو امور کیا گیا کہ اپنے علاقوں میں جا کر قوم کو سمجھائیں

کہ اخیر دہشتہ ارمیں تمیز کر کے نئی حکومت کی اطاعت اختیار کریں بلکہ شریروں کو  
 ابھی نام ہو کر تلامع ہو جائیں تو ان سے باز خواست نہیں ہوگی۔ یہ مصالحت بڑا مشکل جملہ  
 سمجھا کیونکہ فاتح لشکر کو ہدائن میں داخل ہو گیا تھا اور وہ انتقام سے باز نہیں آتا تھا۔  
 الغرض علیحضرت کی خوش خونی اور رحمدلی تو ہمیشہ سے معروف تھی۔ سرکش اشخاص بھی  
 مطیع ہونے لگے۔

سید حسین بھاری فوج کے ساتھ ترکستان سے آیا تھا کابل کی فتح کی خبر سے  
 اس کی جمعیت میں کمی ہو گئی۔ وہ بچہ سقا کو ملامت کرتا تھا کہ اگر کچھ مدت اور ارک میں  
 ثبات سے کام لیتا تو وہ پوری قوت کے ساتھ اس کی محصوری کو رفع کر سکتا۔ ان دنوں  
 میں مجاہدہ ہوا جس کا نتیجہ ان کی اطاعت پڑنچ ہوا۔ ان کے باقی ہمراہی بھی مجبوراً رضا مند  
 ہو گئے کیونکہ چاروں طرف جدید بادشاہی کے طرفداروں کا ہجوم نظر آتا تھا جن  
 کے ہاتھوں گرفتاری سے رہائی بحال دکھائی دیتی تھی۔ انھوں نے شاہانہ عقائد و عقیمیت  
 سمجھ کر اپنے تئیں جو اسے کر دیا مگر جب ان کی موٹریں شہر کے باہر پہنچیں تو پیشان ہوئے  
 کیونکہ خلعت کا انہوہ ان کو چہرے پہ چھاڑنے کے لئے تیار تھا۔ ملت ان کے ظلم و  
 تشدد کے سلسلوں میں سے کس کس کڑی کو بھلا دیتی یا معاف کرتی۔ ان پرفتروں اور  
 گائیوں کی بوچھاڑ پڑنے لگی۔ نہایت خشک سے ان مجرموں کی موٹریں سلامت نکل کر  
 ارک میں پہنچیں۔ اب ان کو بڑی حفاظت میں رکھنا لازم ہوا کیونکہ ذرا سی آزادی ان کے

لئے ہمدک تھی۔ اب ان کو اپنی نگہگاری پر غور کرنے کا موقع ملا جس کی پاداش شہر کے باشندوں کے قہر و غضب کی صورت میں سوتے سوتے چل گئے سامنے آئی تھی اور اس سے چھٹکارا دشوار تھا۔

ان کی حراست سخت تھی اور ان کے اپنے لئے سخت تھی مگر پھر بھی ان کی خاطر مدارات کافی کی جاتی تھی۔ اس سے انھوں نے استفادہ کیا اور یہی حکومت کے لئے عفو سے فخر کی سبیل نکلی۔ آرک میں ابھی میگزین موجود تھی اور اسکے پاس ہی یہ لوگ مقیم تھے۔ تیل ڈالکر دروازوں کو آگ لگانے کی کوشش میں پکڑے گئے در نہ پھر پہلی طرح زلزلہ واقع ہوتا اور آتش فشاں پھٹتا اور مثل سابق یہ بھاگ نکلتے۔ اس نئے جرم میں ماخوذ ہوئے اور سزائیں گولیوں سے مارے گئے۔ شہر کے لوگ اب بھی مطمئن نہیں تھے ان کو پھانسی پر لٹکا یا گیا تاکہ عبرت عام ہو۔ پھر بھی تمیز سے کام لیا گیا۔ شہر میں اور محمد صدیق کے بھائی عطاء الحق کو قتل سے نجات دی گئی کیونکہ اس نے وزیر خارجہ کی حیثیت میں مردت دہر بانی سے کام کیا تھا اور اس سے قبل بھی نیکنامی سے اپنے وظائف ادا کرتا تھا۔

سمت شمالی کے باشندوں کو عام معافی دی گئی کیونکہ علم حضرت غازی انکوائیک حد تک سعدور سمجھے تھے اور ان کی تکلیف و توجہ کو ملت کے ایک حصے کی رحمت خیال کرتے تھے مگر یہ ترمیم پلنگ تیز دندان پرست نگاری کو سفندان ثابت ہوا۔ سمت شاہی کے

باشند کے کہلانے کے اور کابل کی رعایا کو اپنے ماتحت سمجھنے کے عادی دفعہ جو تمام اختیارات سے محروم ہو گئے تو دو سال کے بعد پھر تسلط و تحکم کی سوچھی گزشتہ حکومت کی بخبری و غفلت میں حملہ کر کے کامیابی حاصل کرنے کا سبق پھر دہرایا گیا۔ علیحضرت امن و اصلاح کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے اور فتنہ و فساد کے سر نہ کھانے سے فارغ پنہان میں تشریت فرما تھے کہ کوہ امنیوں کا ایک گروہ اس طرف بڑھا تا کہ ناگہاں ذات شاہانہ کو محصور کر کے پھر اپنا سکے چلانے کی تجویز کریں۔ علیحضرت کابل کو جلدی چلے گئے اور وہاں سے ان کی سرکوبی کا انتظام کیا مگر عبدالوکیل خاں نائب سالار اور ایک مکتب قصات کا تعلیم یافتہ جو ان حفیظ اللہ خاں اسن بہودہ بغاوت کے شرکار ہوئے۔

وزیر حیریر شاہ محمود خاں اور نائب سالار عبداللہ خاں شاہ جی باغیوں کے مقابلے میں نکلے جو در در سے سخت اور نازک تھا۔ سمت شمالی کے باغیوں نے پہلی دفعہ بھی لڑائی میں کوئی بہا درمی کا دقیقہ اٹھانا نہ رکھا تھا کیونکہ بادشاہی کا راہ چکھ کر حکومت کیسے گوارا ہوتی اور اول تو ان کو یقین تھا کہ ان کے سبب ان کو ہینا ہی نصیب نہیں ہوگا۔ جب علیحضرت کی جان بخشی سے ان کو زندگی ملی تو پھر سلطنت کے خواب دیکھنے لگے۔ ان کی عملی تعبیر کے وقت ان کو کوئی شک نہیں تھا کہ دوبارہ مغلوبیت پر وہ ضرور قتل کئے جائیں گے۔ اسلئے وہ سب سے پہلے کیوں نہ لڑیں

سرکاری فوج پہنچ ہی بدلہ لینا چاہتی تھی اب انتقامی جوش سے جسے اٹھحضرت بھی ٹھنڈا کرنے پر مائل نہیں ہو سکتے تھے کہ ہامن پر ٹوٹ پڑی۔ چونکہ وہاں مطیع لوگ بھی تھے اس لئے وزیرِ سریر کو نہایت احتیاط سے کام لینا ضروری تھا۔ بڑی دقت سے یہ فساد رفع ہوا۔ مفسدوں کی البدلتہ خوب خبر لی گئی جس سے آئندہ فتنے کی بچ بکری ہو گئی۔ باقی پانچ تہائی جو شریروں کے دفعیے میں تھامے تھے اٹھحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مور و عقور ہوئے۔ اب سمت شمالی کے لوگ افغانستان کے دوسرے علاقوں کی مانند حکومت کی مرضی کو جو ان کی بہبودی و ترقی میں ہے پچھا کر دل و جان سے متابعت و معادنت پر کمر بستہ ہیں۔

سیلمان خیل اور ان کے بھائی بند تعداد اور مالی استعداد میں ملت افغان کا ایک مہتم و معتد بہا جزو ہیں۔ انھوں نے انان اللہ خاں کو قندھار سے نکلنے کی دھمکیاں دیں اور اس گمان پر کہ محمد نادر خاں بھی ان کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں آپ کی مشارکت سے پہلو تہی کی تھی کابل کے فتح ہونے پر بخت و بدست ان کی کنارہ کشی کا موجب بنی۔ کوہستان کے دو خانوں کا قصہ ہے جو ایک دوسرے کے دوست تھے۔ ایک کا کوئی عزیز فوت ہو گیا جس کی ماتم پری پر دوسرا مدت تک نہ پہنچ سکا حالانکہ اس کو جنازے پر اگر نہیں تو تیسرے دن ضرور جانا لازم تھا۔ ملاقات پر نہیر کسی سببہ گفتگو کے گالیاں دینی شروع کیں۔

مردہ دار و دست سخت حیران ہوا اور اپنی معقولیت سے بجائے تند جواب کے نرمی سے اس درشتی کا سبب پوچھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ شرمساری کا حجاب بڑھتے بڑھتے یوں قباحت سے قطع تعلق کا محرک ہوا ہے۔ حضرت صاحب شور بازار اور مولوی افتد نواز خاں کی مساعی جمید سے سبب سلیمان خیل نبی حکومت کے قدردان اور تابع فرمان ہو گئے اور ملک میں آرام و امن قائم ہو گیا۔

سلیمان خیلوں کو کیا سارے قبائل کو امان اللہ خاں سے اس درجہ بڑی مہتی کہ وہ اس کی ہوا خواہی کے مشابہے پر محمد نادر خاں سے بگڑے رہے اور ہندوستان میں اس کی ویسی ہی دبستگی تھی جیسی فرانس کے لوئی کی بیدنی ممالک میں جہاں وہ بھاگ کر جاتا ہوا پکڑا گیا۔ مگر افغان بادشاہ زیادہ خوش قسمت نکلا۔ یہ دل لگی انقلابات میں مشہور ہوتی ہے اور ہر ملک میں اس کا ظہور عجیب و غریب فاجعے پیش کرتا ہے۔ امیر نجب را اسی انقلاب سے بچکر کابل میں پناہ گزین ہو جاتا ہے۔ یہاں پھر اسی کا تماشہ دیکھتا ہے۔ بخارا میں ایک اور نئے طبقے کا جوان حاکم ہے اور یہاں ایک ڈاکو بادشاہ بن جاتا ہے جس کو امیر بخارا مبارک باد کہتا ہے اور رشتہ گانٹھنے کے لئے قیاس و دڑاتا ہے کہ تاجیک وسط ایشیا میں بادشاہی کر چکے ہیں جن کی اولاد میں سے ضرور ہے کہ اور بھی تخت کے وارث ہوں کیا بعید ہے کہ بچہ رست بھی

انہی میں سے ہو۔ دریائے آمو کے آریار تاجیک آباد ہیں ان کو ترغیب دیتا ہے کہ افغانی تسلط سے نکلیں۔

اس کی تائید میں ایک اور شخص نمودار ہوتا ہے جو بچہ را کے انقلاب کی پیدائش ہے۔ جب انور پاشا مرحوم اپنے ملک کے انقلاب سے در بدر ہو کر بچہ را کے علاقے میں آخری جہاد کی مٹھانتے ہیں تو اس شخص ابراہیم بیگ کے ہاں مقیم ہوتے ہیں جو مہمان کی طاقت نہ رکھ کر گھر اسی کے حوالے کرتا ہے تاکہ وہاں جام شہادت نوش کریں اور خود افغانستان کی راہ لیت ہے۔ یہاں کے انقلاب میں اسے اپنا الو سیدھا کرنے کی سوجھتی ہے۔ بچہ سقا کے ساتھ یہ بھی تاجیکوں کو ساتھ ملانے کی سعی میں ہے کہ افغان کابل پر قابض ہو جاتے ہیں۔

اب یہ ابراہیم بیگ نئے حوادث کے منجد ہار میں پڑ کر دریائے آمو کے ادھر ادھر اپنی شرارتیں جاری رکھتا ہے جن کو دفع کرنے کے لئے پھر سردار شاہ محمود خان نکلتے ہیں اور اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ نیکی کر کے دریائے آمو ڈال دو اس کا اجر بیابان میں مل رہے گا۔ جو خوبیاں انھوں نے بخشاں میں کی تھیں چونکہ بے غرضانہ تحقیق کام آئیں۔ ابراہیم بیگ کے وعدے اور ہتھکنڈے بیکار ثابت ہوئے۔ اس نے چندے سازشیں جاری رکھیں



قتال و جدال کا سامان بھی ہیا کیا مگر وزیر جریر نے اس کا انسداد کر کے  
 سرغنہ کو مایوس کر دیا جو خیر باد کہہ کے رفو چکر ہو گیا اور یہ علاقہ مع تمام  
 ترکستان کے نئی حکومت کیساتھ سچی عقیدت سے تابع ہو گیا۔

## فصل سوم

### امان اللہ خاں اور چرچی خاندان وغیرہ کی

#### فقتہ پردازی

امان اللہ خاں کی مثال ایک متمول اور نوجوان دارث کی ہے جس نے بہت سارے پیسے اکریک وسیع محل بنانا چاہا۔ اس کا فقتہ کھینچا گیا اور مواد عمارت ہیا گیا مگر فقتے میں بنیادی نقائص تھے جن پر میر عمارت نے انگشت اعتراض رکھی۔ دھر تعمیر شروع ہو گئی اینٹ پتھر چوناچ گسیمنٹ لوبا لکڑی اور سامان زیبائش وغیرہ کا دھڑا دھڑ دھیر لگنے لگا اور ادھر فی اختلاف جاری رہا۔ مالک نے مکانات کھڑے کر دئے اور میر عمارت حسرت سے دیکھتا رہا مگر اپنی رائے دینے سے باز نہ رہتا اسلئے اسے کام سے ہی علیحدہ کر دیا۔ اب یہ عالیشان خورق تیار ہو گیا اسکی رونق دوبالا ہوتی مشرق و غرب میں اس کی دھوم مچی۔

سحی اذا اخذت الارض ذخرفها و ذینت و ظن اهلها انهم

قادر و نعلیہا اٹلھا امر نالیدلا اونہارا انجعلناھا حصیداً اگان لہ  
 قنن بالامس۔ اس کی آرائش سے آنکھیں چندھیاتی تھیں اور زینت پر دنیا  
 والہ تھی۔ مالک سمجھتا تھا کہ یہ سب کچھ میری قدرت میں ہے۔ خدا کا حکم رات  
 کو یاد ن کو آیا تو اس کو میا میٹ کر دیا گیا کہ یہ کل عقی ہی نہیں۔ مشرق سے  
 یا شمال سے ایک بھونچال کی لہر دوڑی ایک ذرا سادھکا ہوا اور قصر نے جنبش  
 کھائی۔ مین بھاگے باقی دیں رہ گئے اور دھڑام سے سارا محل چھوٹوں کے بل گرا  
 وہی خاویہ علی عرو مشہا اور اس پاس کے مکانات و باغات کو بھی جو پہلے  
 زمانوں میں تعمیر و آباد ہوئے تھے اپنے نیچے دبا کر ان کی بھی دیرانی کا باعث ہوا۔  
 اس کی تباہی کے بعد میر عمارت پھر آتا ہے اور از سر نو تعمیر کو شروع کرتا ہے  
 اور پائیداری سے صحیح ہنرمندی سے بنیادیں کھدوا کر جو مواد موجود ہے بے نیس سے  
 نکال کر اس سے کام لیتا ہے اور مزید اثبات کے ساتھ درست اصول پر پہلے سے  
 زیادہ شاندار و خوبصورت بنا کر کرتا ہے۔ نواحی کی تباہ شدہ سابقہ عمارت کو بھی  
 سر نو آباد کر کے باغات لگاتا ہے انکو سیراب و شاداب کرتا ہے۔ چوچکار کا کھٹکا  
 نہیں۔ میا د کا خدشہ نہیں۔ انالی امن و آرام میں ہیں۔ ہر شجر پر یکہر گین پر ادیب  
 عندلیب نفر سرائی کر رہی ہے لایس معون فیہا لغوا ولا تانیہا الا  
 قیلاً سلاماً سلاماً

اُعلیٰ حضرت اور ان کا خاندان جن فداکاریوں سے کامیاب ہوئے وہ سب پر روشن ہیں اور ان کی خالص نیاں بھی مبرج ہیں۔ ان کی سرکف خدمات اور قدس فتوحات سے ایک جہان شیدا و حیران ہوا تھا اور جو لوگ ان کی معرکہ الارامظفرتوں سے مستفیض ہوئے تھے وہ تو از حد ممنون و متشکر تھے مگر انسان کو نسیان سے اتنا سابقہ ہے کہ اسی بلا کی وجہ سے کفران نعمت کا صدور ہوتا ہے پھر جو نتائج عدل و انتظام پر بھی مامور ہوں تو ظالم و غاصب ضرور بگڑینگے اور مفسد و مضن لاجرم صحت پر آباد ہوں گے۔ سب کو خوش رکھنا ہر چند کسی کی رحمدلانہ خواہش ہو بہا بہت ناممکن ہے۔ ایک شخص یا خاندان کو ان کے حسب ملتا منصب و عزت نہ ملنے پر شکایت کا موقع ہاتھ آتا ہے دوسرے لوگ محض حسد کی بنا پر کہ فلاں اشخاص کو ان سے زیادہ کیوں انعام و اکرام ہوا گلہ کرتے کرتے بغاوت پر اتر آتے ہیں پچھلے عہد کے راگ گانے لگتے ہیں۔ بچہ سقا کو مہدی بتاتے ہیں یا امان اللہ خاں کو متحد دہکتے ہیں۔ اس طرح دل کا بخار و بخار نکال کر متعاق و نفاق کا مظہر بنتے ہیں۔

امان اللہ خاں بھی چپکے نہیں بیٹھتے۔ کسی نے ان کے بارے میں معذرت کی تھی کہ ایک آدمی کی سوتی کھوئی جائے تو وہ تلاش کرتا ہے اور اگر نہ ملے تو دل میں جھپٹی رہتی ہے اس کی توبہ درشاہی جاتی رہی ہے۔ اب اس کی جستجو میں حرم کعبہ

میں پہنچے جہاں سے اگر گوش شنوا ہوتا تو یہ صدا آہی مٹتی کہ تم نے باہر کیا کیا جو گھر کے اندر آئے ہو ۔

بطواف کعبہ فرستہ بحرم رسم نہ اند + تو بروں در چہ کردی کہ در حق نہ آئی  
 امان اللہ خان اپنی خواہیں سنایا کرتے تھے جو بچی نکلی تھیں۔ جب محمد نادر خاں پیرس  
 میں سفیر تھے تو امان اللہ خاں نے ایک خواب بیان کیا کہ میں خانہ کعبہ میں ہوں اور  
 محمد نادر خاں حرم کے ادبر اسلام کا جھنڈا گاڑتے ہیں۔ عجیب تعبیر نکلی۔ علیحضرت  
 محمد نادر خاں نے ایک شخص کو اپنے حج بدل کے لئے بھیجا اور پھر اپنے وزیر دربار کو افغان  
 حجاج کے لئے ایک عالی شان سرے تعمیر کرنے کے لئے مقرر کیا جنہوں نے تاریخی  
 تحقیقات کر کے احمد شاہ درانی کی بنائی ہوئی ایک سرے کا بھی سراغ لگایا۔ امان اللہ  
 خاں نے سیاحت یورپ میں شاہ حجاز کی دعوت کو رد کیا تھا۔ پھر بھی جب آپ  
 انقرہ میں تھے تو میں نے تار کے ذریعے ابلاغ کیا کہ شاہ غازی افغانی سلطان میں سے  
 پہلے حاجی بن کر آئیں۔ اگر اس فریضے کو اس وقت ادا کر لیتے تو شاید انقلاب  
 کی بلال جاتی مگر آپ استمبول سدھارے اور وہاں بھی عید کی نماز نہ پڑھی۔

لڑائی کے بعد اب تھپڑ کی سوجھی۔ مکہ معظمہ پہنچ کر ملت افغان کے نام ایک خط  
 لکھا جس میں اپنی بریت و صفائی پیش کرتے ہوئے علیحضرت محمد نادر خاں کو صاحب  
 نمک حرام قرار دیا اور غلط واقعات سے استدلال کر کے افغانستان کے ساتھ

اپنی محبت و شیفتگی کا اظہار کیا۔ ایک تو ہندوستان میں اخبار بیندار کے ذریعے یہ اشتہارات شائع کئے تاکہ ہندوستان اور سرحدات کے باشندے بہار دی و امداد پر آمادہ ہوں دوسرا خفیہ وسائل سے ایک ہی رات کابل کے مختلف مقامات میں اشتہارات ڈلوئے تاکہ وہاں کے لوگ ایک دفعہ ہی اٹھکرتے انقلاب کی داغ بیل رکھیں کیونکہ سابق حوادث کی لذت دوبارہ چکھنے کے بہت مشتاق تھے ایہ منصوبہ بڑے اہتمام سے باندھا گیا تھا اور خام خیالی یہ تھی کہ انفاستان کے لوگ علیحضرت شاہ غازی محمد نادر خاں اور ان کے بہادر بھائیوں کے کارناموں اور احسانات کو بشری تقاضے سے اب فراموش کر بیٹھے ہوں گے اور جب عادت گلوں ٹسکوں کی نوبت آئی ہوگی جس سے استفادہ کر کے یہ اعلانات بطور آزمائش کے تقسیم کئے گئے۔

ایک اتفاقی امر تھا کہ میری کتاب ”انقلاب انفاستان“ عین اسی وقت نشر ہوئی جس میں امان اللہ خاں کے الزامات کا مفصل جواب تھا بلکہ ان سے بڑھ کر کئی اور امور کی بھی قلعی کھولی گئی تھی۔ ہوشیار حکومتوں اور بیدار مغز بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ سرخسہ کو سوئی سے بلکہ سوئے سے بند کر دیتے ہیں۔ علیحضرت نادر خاں نے فوراً بزرگ منعقد کیا جمیں تمام انفاستان کے وکلاء و مشرفاں شریک تھے۔ انکے سامنے امان اللہ خاں کا خط پڑھا گیا اور اسکی ہر ایک بات کا مدلل و مبہن بلکہ دندان شکن جواب

دیا گیا جس سے ایسے رانت کھٹے ہوئے کہ مدت تک امان اللہ خاں نے پھر منہ نہ کھولا  
چونکہ یہ بکتوب اردو میں بھی تھا اسلئے جواب اردو میں بھی شائع کیا گیا۔ یہ ایک کتاب  
کی صورت میں ہے جس میں نہ صرف تمام ملک کے جو تین دارا کین کے دستخط بلکہ ان  
کی تصویریں بھی درج ہیں تاکہ دنیا پر ثابت ہو جائے کہ شاہ غازی محمد نادر خان کو ملت  
کے وکیل اور نمائندے سلطنت کا حقدار سمجھتے ہیں اور ان کی اطاعت میں استقامت  
کرتے ہوئے کسی اور سے چشم امید نہیں رکھتے اور امان اللہ خاں کو تو ایسا مجرم سمجھتے ہیں  
جیسا میا ہی میدان جنگ سے بھاگ جائے اور ساتھ خزانہ بھی لے جائے عصر  
حاضر میں اسکی سزا معلوم ہے اور سعدی نے بھی اس بارے میں ویسی ہی سختی دکھائی  
ہے ع رزمیدان آنکر بگریزد بخون لشکرے \*

امان اللہ خاں کے بہانے اور اکسانے پر دیرینہ فتنہ پرداز قبیلہ درخیل کو  
پھر سز کاٹنے کی جرات ہوئی جسکی موجودہ حکومت سے خاطر جمع اسلئے نہیں ہو سکتی  
تھی کہ وہ اپنی پہلی سیاہ روئی کو دل کے آئینے میں دیکھتے تھے۔ اگرچہ اعظم حضرت  
ان کو عفو فرما چکے تھے اور عالی ہمت نیک دل بادشاہ کینے کینے سے آشنا ہی نہیں  
ہوئے مگر وہ بدکردار لوگ اپنے نفسوں پر قیاس کر کے ایک نئے فتنے کی تیاری  
میں لگے رہے۔ اور کسی حیلے کی تلاش میں تھے اور باہر بھی کوئی شخص ایسے ہی وسیلے  
کا نگران تھا۔ امان اللہ خاں نے اب کے غلام نبی کو آگے کیا مگر پہلی راج والی تدبیر سے

عبرت پاکر اب یہ سازش نہایت پنہاں رکھی۔

امان اللہ خاں کی والدہ علیا حضرت کی ایشک آقاسی یا سیکرٹری غلام بنی کی ماں تھی جس کے پاس اس کا بیٹا غلام صدیق جانا اور بچپن میں امان اللہ خاں کے ساتھ کھیلتا۔ یہ تعلق بادشاہی میں دوستی کے درجے کو پہنچ گیا۔ اسے ہندوستان میں نائب سفیر مقرر کرتے انگریزوں کو کہا تھا کہ یہ میرا دوست ہے۔ چنانچہ شاہ خاں ملکہ کو طیارے میں لے کر یہی شخص قندھار گیا تھا۔ اٹل حضرت شاہ نادر خاں نے جیسا انکی بلند نظری سے توقع تھی اس غلام صدیق کو جرمنی میں سفیر مقرر کیا۔ اسکے دوسرے بھائی جنرل غلام جیلانی کو انقرے کی سفارت پر مامور کیا جب وہ کابل آیا تو اس کے استقبال میں خاص توجہ کی اور بڑی عزت سے رکھا۔ اسی طرح جنرل غلام نبی بھی نہایت احترام سے کابل میں دار دہوا اگر اس نے آتے ہی ایسی وضع اختیار کی جو موجودہ بیدار مغز حکومت کو کھٹکی۔

اندیشے کے پیدا ہوتے ہی تجسس و خیرداری سے کام لیا گیا۔ بعض مشتبہ اشخاص کی آمد و رفت معلوم ہوئی۔ کئی معزز عہدیداروں اور فوجی افسروں کی سازش کا پتہ چلا۔ جو پہلے سے قائم تھی۔ خط پکڑے گئے جو صریحاً اس پر دلالت کرتے تھے کہ غلام نبی صرف سابقہ منصوبوں کو اختتام دینے کے لئے آیا ہے۔ اس اثنا میں مزید ثبوت کے لئے درخیل میں شورش برپا ہوئی وہی ملک جو پہلے اس کا سرغنہ تھا اب غلام نبی کا نام لیا جاتا



حسن اتفاق سے ان دنوں وزیر حزبہ اس طرف وارد تھے۔ انھوں نے فتنے کا سدبنا کیا۔ اس قبیلے کے بھائی بند جہد ران جو ہمیشہ سے حکومت کے وفادار رہے ہیں اب بھی ثابت قدم تھے۔ انھوں نے وزیر حزبہ کا ساتھ دیا اور حکومت کی مداخلت کے بغیر خود قبائلی نے ذمہ لیا کہ دیکھلیوں کو سیدھا کر دیں۔ چنانچہ ان کے سرگرد ہر گرفتار ہو کر بعض کیفر کردار کو پہنچے اور باقی معات کئے گئے جسکے بعد اس علاقے میں امن جین قائم ہو گیا۔

علم حضرت نے حسب معمول مجلس دوزا جمعیت العلماء مجلس اعیان اور مجلس شوریٰ کے ارکان کو جمع کر کے جرنیل غلام نبی کا معاملہ پیش کیا۔ علاوہ موجودہ جرم کے جو حکومت کو منقلب کرنے کے لئے صادر کیا تھا اور جس کے ثبوت میں گواہ موجود تھے اور تحریروں برآمد ہوئیں سب نے غلام نبی کی گزشتہ روش کو سراپا لگہ قرار دیا۔ اس کے منقذ و غور کی داستان بہت لمبی ہے۔ نہ صرف افغانستان میں بلکہ روسی فرانسیسی اور ترکی پایہ تختوں میں بھی زباں نہ دھلائی ہے جہاں وہ سفیر رہا تھا۔ اس پر قتل کا فتوے نافذ ہوا اور اسکے معاون مجوس کئے گئے اور یہ کاٹا بھی نکل گیا جو ملت کی وحدت میں کھٹکتا تھا۔ سیمین الحبیث من الطیب۔ قد تبین الرشید من الغی۔ پاک اور پلیدی کی تمیز اور ہدایت و گمراہی کا تقاضا معلوم ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ آخر حقیقی حکومت نے اس نئے فتنے کی کلی کو کھٹنے سے پہلے

فوج دیا اور آئندہ کے لئے اس طرف سے اطمینان ہو گیا اگرچہ کئی خاطر جمع نہیں کہی جاسکتی  
کیونکہ امان اللہ خاں اور اسکے رفیق غلام صدیقی وغیرہ باہر موجود ہیں۔

پہلے مذکور ہوا کہ حسد و بغض کس طرح حکومت میں رخنے کا باعث ہوتے ہیں ذریعہ  
نے علی حضرت غازی کی مشکل وقت میں مدد کی تھی اور ان کو اور نیز دیگر قبائل کو جنہوں نے  
مال و جان سے اعانت کی تھی کھلمے دل سے حسب استطاعت انعامات دئے گئے مگر  
سرکش ذریعوں میں شکایات پیدا ہوئیں بعض طائفے جو معادنت میں شریک ہی نہیں ہوتے  
تھے طمع کی مشقت میں فساد پر آمادہ ہوئے۔ حامدوں کو عناد ہوا کہ کیوں ان کی عزت  
کم اور دوسروں کی زیادہ ہوئی ہے۔ امان اللہ خاں کی طرف بھی رخ تھا کہ وہ شاید زیادہ  
انعام و اکرام سے مالا مال کر دیں۔ الغرض درخنیوں کے ساتھ یہ بھی اٹھے اور ایک لشکر تیار  
کر کے مقابلے کے لئے نکلے مگر اب افغانستان ایک منظم ملک تھا ہر جگہ اکی مزاحمت  
ہوئی اور آخر اپنا سامنے لیکر واپس لوٹنے پر مجبور ہوئے۔ اس بارے میں انگریزی حکومت  
نے بھی حصہ لیا اور اعلان کیا کہ اگر وزیری سیدھے مراجعت نہیں کریں گے تو انکے گھر بار  
معوض خط میں ڈالے جائیں گے۔ اردو اخباروں میں بعض افغان فراریوں کی قلم سے مضامین  
شائع ہوتے رہے جن میں علی حضرت شاہ نادر خان پر ملت فروشی کا بہتان باندھا جاتا تھا  
یہ سب شبہات اس تقریر سے رفع ہو جائیں گے جو آپ نے مشورت ملی کی مجلس کے افتتاح  
پر فرمائی تھی۔

# فصل چہارم

## مجلس شوریٰ اور اسکے افتتاح پر شاہانہ تقریر

مجلس شوریٰ ملی امان اللہ خاں کے وقت بھی تھی بلکہ اس سے قبل بھی جس کا ذکر میری پہلی کتابوں میں ہو چکا ہے مگر حضرت شاہ نادر خاں نے صحیح معنوں میں مجلس قائم کی اور اسکے ارکان کی رائے کو وقعت دے کر انکی منزلت بڑھائی۔ انکو مدت کے افراد میں وحدت پھیلانے کی تعلیم دی حکومت و ملت کو ان کے ذریعے سے باہم نزدیک کیا تاکہ تقریر جو پہلی بربادی کا موجب ہوا تھا پھر رونما نہ ہو۔ مجلس اعیان کی بنیاد ڈالی جو علاوہ بعض موجودہ ممالک کی رواج کے افغانستان کی محلی حالت کے بالکل مطابق ہے۔ ان مجالس کے افتتاح بڑی دھوم دھام سے کئے گئے اور ہر سال جب نمائندے خدمت پر جاتے تو ان کو ملت کے تنویر افکار کی ہدایات دی جاتیں اور جب لوٹتے تو ملت کی درخو استیں اور شکایتیں سنی جاتیں اور دیگر کام حسب ضوابط جاری ہوتے۔

حضرت ان مواقع پر نہایت مؤثر مواعظ و نصائح سے ہماری تقریریں فرماتے اور اسی طرح جشنوں کے افتتاح و اختتام پر ملت کو اتفاق و اتحاد اور صلاح و تقویٰ اور تہذیب اور

تمدن کے طریقے بتاتے اور سابقہ تباہیوں سے عبرت حاصل کر کے آئندہ ترقیات کی راہ دکھاتے تھے۔

مجلس شوریٰ کے متعلق پوری معلومات اس تقریر سے حاصل ہوتی ہیں جو علامہ نے اسکے افتتاح پر پورٹفائل کے ساتھ فرمائی تھی اس کا اختصار یہاں درج کیا جاتا ہے :-

میرے عزیز و اجداد کا شکر ہے کہ دوسری بار افغانستان کو نفاق و خانہ جنگی کی مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ و مامون دیکھتا ہوں اور اطمینان و امید سے اس شورائے ملی کو افتتاح کرتا ہوں۔ ہمارے دین میں حکومت مشورے پر مبنی ہے و ایشاد و دھمد فی الابرار۔ ہمارے رسول اکرم ہمیشہ اسکے پابند رہے۔ خلفائے راشدین اس پر عمل کرتے رہے۔ بنی امیہ کے عہد میں حکمرانی اسی ذریعے سے ہوتی رہی اور بنی عباس کے وقت تو متین اساس پر اس کا اجرا ہوا اور دکلانے ملت دربار میں حاضر ہو کر سب امور میں مشورہ دیتے تھے۔ اس کے بعد سلاطین نے اسکو اپنی قوت و اقتدار کے منافی سمجھ کر ترک کر دیا جس سے عالم اسلام میں تغیر و انقراض واقع ہونے لگا۔ افغانستان میں قرون سے مشورہ جاری ہے چنانچہ افغانوں کے جرگے کو ملت کا عادل حاکم کہہ سکتے ہیں۔ لہذا ہمارے لئے مشورہ نئی چیز نہیں ہے اگرچہ بعض بادشاہ اس پر توجہ نہیں کرتے تھے لیکن ملت نے اپنے قبائل و عشائروں کو اسکو آج تک

نہیں چھوڑا اور اس کا حکم اب بھی نافذ ہے۔ امان اللہ رضاں نے شورائے دولت قائم کی وکلائے ملت حاضر ہوئے تھے لیکن اس سے فائدہ نہ ہوا۔ اس سے عبرت حاصل کر کے اب یہ شورائے تاسیس کی جاتی ہے تاکہ جو نقص اس میں تھے دوبارہ رخ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ پھر افغانستان میں وہ بد بختانہ واقعات سر نہ نکالیں اور اس شورائے ملی کو موقع فرست اور درایت عنایت ہو کہ ملت اور حکومت کے درمیان سے تمام تنگیات اور ان کے موجبات کو رفع کرے اور برخلاف سابق عہد کے حکومت کو ملت اپنی سمجھے اور مملکت کی بہبودی و ترقی کی خادم جانے۔

ہماری ملی شورا دوسری ملل کی مجالس مشورت کی طرح جو مردِ ایم میں اصلاحات حاصل کر کے موجودہ درجے کو پہنچی ہیں ہماری پہلی مجالس کی مشکل صورت ہے اگرچہ ملت کی طرف سے اس کی خواہش نہیں ہوئی لیکن چونکہ میں شورائے ملی کو مملکت کی اصلاح و ترقی کا خاص وسیلہ و اساس سمجھتا ہوں اس کا اعلان میں نے اپنے خط حرکت کے پہلے دن ہی کر دیا تھا اور شکر ہے کہ اس پر اس زمانے میں اسکے افتتاح پر کامیاب ہو اہوں اگر تم اپنے حقوق کو صحیح استعمال کرو اور ہمیشہ حکومت کی رفتار کے نگران رہو اور مصلحتا کے لئے سعی و کوشش کرتے رہو تمہاری مجلس مملکت کی ترقی و تعالیٰ امنیت اور رفاهیت کی بانی ہو جائیگی اور خانہ جنگیاں، ففاق و شقاق ہمیشہ کے لئے اس وطن سے معدوم ہو جائے گا۔ شخصی معاملات اور خود غرضانہ مسائل اس اسلامی سلطنت کے زوال و

اُٹھال کا باعث نہیں ہوں گے۔ ملت ہر وقت آسودہ حال مطمئن خاطر اور فارغ البال رہے گی۔ سلطنت کا تغیر و تبدل ملک و ملت کی ترقی و تقدم کے رگ و ریشے سے ہمتیال کا موجب نہوگا۔ چوروں چکاروں اور سیہ کاروں کو حکمرانی کی نوبت نہیں پہنچے گی ہمیشہ نیک زامدار صادق حکام اور ملک و ملت کے محسن خدام افغانستان کے کاروبار میں منتخب و مشغول ہونگے۔ استبداد مطلق العنانی بدعت پرستی اور رشوت ستانی اس قلم و سے یک قلم مفعو دہو جائیگی۔

میں دعو کر سکتا ہوں کہ جس روز دکھلاے ملت نے مجلس مشورت میں اپنے حقوق کو پہچاننا خیر و شر کو عمومی مفاد کے رو سے امتیاز کیا اور خود غرضیاں اور تفرقہ باہیں سے اٹھ گیا اس دن سے افغانستان کی سعادت کا دور شروع ہوگا۔ میں خدا سے سکت کر تا ہوں کہ ہمارے وطن عزیز کی سعادت کا وہ روز یہی افتتاح کا پہلا دن ہو۔ خدا قادر ہے رحیم و کریم ہے جس طرح افغانستان کو انقلاب خانہ برانداز سے اب نجات ملی اور ملت کو از سر نو اہلیت عزت توانائی اور اتحاد نصیب ہوا۔ آئندہ بھی اس کی درگاہ سے مایوس نہیں ہیں بلکہ امید واثق رکھتے ہیں کہ گذشتہ انقلاب ہمارے ملت کا آخری د در فترت و کسبت گنا جائیگا اور ایسے واقعات کا خاتمہ ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ مشورت ملی کا یہ پہلا روز افغانستان کے عہد سعادت کا جو ہمیشہ جاری رہے گا پہلا روز ہوگا۔

ملت کے محرم نمائندہ۔ ناامید نہ ہو۔ یہ ظلمت کے دواجن میں سے ہم گندے ہیں  
دنیا کی تمام ملتوں کو سہنے پڑے ہیں (ان یمسسکم قرح فقد مس القوم  
قرح عثله) ہر سختی کے بعد آسانی اور ہر منزل کے بعد ارتقا و اعتلا آنے والے  
ہیں بشرطیکہ بندگان خدا حقیقت اور انسانیت کے رو سے منحرف نہوں اور عیب  
کو ہنر اور اسباب زوال کو ترقی کا ذریعہ بنائیں۔

میرے عزیز بھائیو اور فرزندو! اس عہد کی کارروائیوں میں سے جو میں خود بین  
کرنا چاہتا ہوں افغانستان کی آج کل کی خارجی سیاست ہے تاکہ تم اس سے  
خوب آگاہ و واقف ہو جاؤ۔ افغانستان کی خاک پاک میں میرے درود سے لے کر  
اب تک جو معاملہ دراصل دولِ متحابہ سے ہوا ہے اس سے آپ کو خبردار کرتا ہوں  
تاکہ کوئی تجیز آپ پر پوشیدہ نہ رہے جس وقت میں نے افغانستان کی سرحد میں قدم  
رکھا۔ سمت جنوبی میں سقوطی لغو ذکے کوئی آثار نہیں تھے اور کوئی شخص بھی اس حکومت  
کو وقت اور اعتبار نہیں دیتا تھا لیکن جس وقت امان اللہ خاں نے قندھار کی عساکر  
کی مدد سے اپنی دوبارہ بادشاہی کا اعلان کیا۔ سمت جنوبی کے باشندے مرتد  
ہوئے اور گمان کرنے لگے کہ میں اور میرے بھائی اسکی طرفداری میں کوشاں ہیں  
میں نے ہر چند واضح کر کے بتایا کہ میرا مطلب کسی کی شخصیت نہیں ہے حتیٰ کہ  
میں اور میرے بھائی اپنی ذات کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ

افغانستان میں انیت قائم ہو اور خانہ جنگی درمیان سے اٹھ جائے پھر جس شخص کو تمام قوم و ملت بادشاہی کے لئے انتخاب کرے وہی بادشاہ ہو۔ لیکن باوجود میرے تکرار و اصرار کے سمت جنوبی کے باشندے متاثر نہ ہوئے تھے جبکہ میں مجبور تھا کہ افغانستان کے تمام باشندوں کے عزائم و مقاصد کے بغیر اپنی بادشاہی کو رد کروں۔ ہر چند بڑے بڑے مواقع پر اور ناکامی و شکست کے ظہور پر اسی مدعا کو لوگ ظاہر کرنے اور بادشاہی کی تکلیف مجھے دیتے تھے لیکن میں بادشاہی کے نام کی نسبت خدا سے قادر پر توکل کرتا تھا اور اس ذات متعال کے لطافت و کرم کو اس امداد پر مرجع جانتا تھا اور جانتا ہوں جو مجھے بادشاہی کے نام سے ملتی تھی۔

اس سے سمت جنوبی کے قبائل میں خیالات و افکار کی پرگندگی واقع ہوئی اور سقادیوں نے سمت جنوبی پر پورا تصرف حاصل کر لیا چھانڈونیاں تقریباً مسلمان کے قبضے میں آگئیں۔ میں نے اس وقت ارادہ کیا کہ سرحد کے آزاد افغانوں سے استمداد کروں اور پہلے ارگنئی قوم سے اعانت چاہوں۔ میرے اور ان کے درمیان انگریزی علاقہ حائل تھا اسلئے انکو پیغام بھیجا مگر انھوں نے موافقت نہ کر کے اپنی بے طرفی کا عند پیش کیا اور ارگنئیوں تک راستہ دینے کو اپنی غیر جانبداری کے اعلان کے خلاف بتا کر اسی مضمون کا مراسلہ مجھے بھیجا جو موجود ہے۔ پھر بھی میں مایوس نہ ہوا۔ جاہلوں



کی غیر قوم اور ایک حصہ منگل اور احمدیوں کا میری طرفداری میں تھا۔ آخر ہم نے فیصلہ کیا کہ قوم وزیر سے مدد لی جائے جو میری حمایت اور افغانستان کی نجات کے لئے اپنی اسلامی اور افغانی حمیت سے کمر بستہ تھے۔ انھوں نے میری دعوت قبول کی اور وہ میرے پاس حاضر ہوئے۔ دولت برطانیہ نے اس معاملے پر میرے ساتھ درستی برتی اور بہت ضد کی کہ وزیریوں کو حاجی کے رستے نکال کر وزیرستان واپس بھیج دوں۔ نیز میں نے قندھار کے باشندوں اور قبائل کو اعلانات اور خطوط بھیجے جن سے وہ خوش ہوتے اور اپنی پوری آبادگی کے جواب میں گرانگریزوں نے میرے قاصد کو دھار جالے ندیا اور اسکے سامنے سخت بندشیں پیش کیں۔ میں نے وزیریوں کے واپس بھیجنے کو ناکھن کہہ کر انگریزوں کو خط لکھا اور ابھی وہ ان کے لوٹانے پر اڑے ہوئے تھے کہ وزیریوں حاجیوں منگلوں احمدیوں جہرانوں گردیزیوں طوطاخیلوں اور دیگر قبائل کی جانفشانی سے کابل فتح ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ اس سے قبل میرے اور دولت برطانیہ کے درمیان وزیریوں کی مشارکت کے بارے میں بہت کدورت اور کشیدگی پیدا ہو رہی تھی۔ میں تقدیر کے حکم سے مجبور تھا کہ جس افغانی قوم قبیلے سے بھی ہو سکے امداد لینے کی کوشش کروں۔ میرے اور زندگی کے درمیان ایک آدھ سانس کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔ برطانیہ کی تہدید اور نیز سقاویوں کے مظالم میرے سامنے کچھ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

کیونکہ عرصہ حیات مجھ پر تنگ تھا اور میں اپنی اور اپنے خاندان کی موت یا بائرنٹ زندگی کو نصب العین بنا چکا تھا۔ اہل غرض فتح کابل کے بعد تشہیر کرتے تھے گو یا مجھ کو سمیت جنوبی میں انگریزوں نے مدد دی ہے اور میں نے اس کو امتیازات دئے ہیں۔ میں آپ ملت کے نمائندوں کے سامنے آج اعلان کرتا ہوں کہ خدائے قادر مطلق کے بفضل و رحم اور افغانستان کے باشندوں کی ذکاوری کے سوا کسی جہنی دولت کی مدد سے میں نے کابل کو فتح نہیں کیا اور وطن کی نجات میں میری کامیابی خدا کے خاص لطف اور ملت افغان کی غیرت و بہمت سے حاصل ہوئی ہے۔

وہ اشخاص و اقوام جو حکومت امانیہ کے مخالف تھے اور اسی طرح وہ وزرا مامورین عساکر مشائخ اور اکابر ملت جو امان اندھاں کے ضرر افزا اعمال کے ساتھ موافق نہیں تھے اور مسلم ہے کہ ان کا یہ تغیر وطن و ملت کی خیر کے لئے تھا وہ چاہتے تھے کہ اس کو اس کی ناقابت اندیشانہ اور شہرت پسندانہ حرکات سے باز رکھیں جن میں کبھی ملی و مذہبی جذبات کا لحاظ نہیں ہوتا تھا چنانچہ چند کوتاہ بین اشخاص کے مشورے سے اس نے ملت کو اپنے سے متنفر کر لیا اور تمام خدام وطن کے اثر و رسوخ کو جو خطرے کے موقع پر کام آئے زائل کر دیا۔

میرے عزیزو! خود غرض مخالفین کی بیہودہ گویوں کے علی الرغم سیری سیاست خارجیہ میں بھیدا اور راز نہیں ہے بلکہ روشن و آشکارا ہے۔ میں چاہتا

ہوں کہ محکمات کی تمام باتوں سے واقف ہو کر آپ اپنے کام کو سمجھو جب میں کابل میں پہنچا اور آپ لوگوں نے اصرار اور تاکید سے مجھ کو افغانستان کا بادشاہ انتخاب کیا۔ وزارت خارجہ نے تمام دنیا میں اطلاع بھیجی جس کے جواب میں دول متحابہ کی طرف سے تبریک اور موجودہ حکومت کو قبول کرنے کا اعتراف وصول ہوا اور اس کا اعلان ہو گیا۔ دولت علیہ ترکیہ کا سفیر یہاں تشریف رکھتا تھا اور دولت بہیہ روم کا سفیر سب سے پہلے کابل میں پہنچ گیا باقی دول متحابہ نے یکے بعد دیگرے اپنے سفراء و نمائندے بھیج دیے۔ بین المللی اصول و قواعد کے مطابق میں نے حکومت سابقہ کے تمام معاہدات کی تصدیق کی اور کوئی پوشیدہ اور ظاہر معاہدہ میں نے نہیں کیا۔

البتہ گذشتہ سال بعض دول نے ہم کو امداد دی۔ چنانچہ حکومت بہیہ برطانیہ نے بغیر کسی شرط کے ایک لاکھ پچتر ہزار پاؤنڈ قرض بلا سود دس ہزار بنڈوں اور پچاس لاکھ کارٹوس دیے۔ چونکہ یہ امداد ہر طرح کی سرری و علنی آلائشات سے مبرا اور بغیر شرائط کے ہے میں نے ممنونیت سے منظور کی۔ امان اللہ خاں نے بھی موٹریں سید گاند کا سامان وغیرہ دولت برطانیہ سے قبول کیا تھا سمیت جنوبی کی لڑائی میں پانچ ہزار بنڈوں اور کارٹوس حکومت ہند سے لئے تھے مگر ان معاملات کو آج تک ظاہر نہیں کیا تھا جب امان اللہ خاں لندن میں تھا تو نقد

مبلغ کے علاوہ دس ہزار بندہ قیں اور بعض دیگر آلات تحفے میں لئے تھے میں نے سیاست خارجہ میں جو کچھ کیا ہے اس کے متعلق واضح کہتا ہوں اور آپ کو خاطر جمعی دیتا ہوں کہ میری حکومت نے آج تک کسی دولت کو اتنا زخمی نہیں دئے اور میں جب تک زندہ ہوں اللہ تعالیٰ میری قلم سے ایسی کوئی چیز نہیں نکلیگی۔ میں ہرگز افغانستان کی سیاست خارجہ میں کوئی سربراہ اور پوشیدگی رکھنا نہیں چاہتا اور نیز حکومت و ملت کو نصیحت کرتا ہوں کہ افغانستان کی جغرافیہ و قیمت مطلقاً سری سیاستوں کی متعل نہیں ہو سکتی چاہے کہ خفیہ سیاست سے ہمیشہ پرہیز کی جائے۔

ہم نے فرانس سے اٹھارہ ہزار بندہ قیں اور ایک کروڑ اسی لاکھ کارٹوس قرار داد سے خریدے ہیں جن میں سے نو ہزار کی قیمت ادا کر دی گئی ہے اور باقی دی جائے گی۔ دولت جرمنی نے بھی ہمارے ساتھ دوستانہ وضع کی ہے چنانچہ باقی ماندہ حصہ اس قرض کا جو امان اللہ خاں کو دیا تھا ہم کو دے دیا اور اسکی ادائیگی کے اقساط کو چھ سے آٹھ سال تک پھیل دیا۔ نیز پانچ ہزار بندہ قیں اور پچاس لاکھ کارٹوس ہم کو دئے اور ان کی قیمت کو بھی اسی قرض میں شامل کر لیا جو آٹھ سال میں ادا ہو گا۔ انہی اوقات میں پانچ ہزار بندہ قیں اور پچاس لاکھ کارٹوس کے قریب اور انگلستان سے ہم نے خریدے اور ان کی قیمت نقد دی گئی۔ اسی

طرح دیگر دول متحابہ سے بھی اس طرح مناسب قیمت پر خریدایا گیا ہے۔

نئے معاہدے جو منعقد ہو گئے ہیں عنقریب ہونے والے ہیں اور ان میں مذکرات جاری ہیں۔ ان میں اول جاپان اور افغانستان کا معاہدہ ہے افغانستان اور روس کی غیر جانبداری کا معاہدہ از سر نو انعقاد پایا گیا ہے اور اب تجارتی معاہدے میں گفتگو جاری ہے۔ اس کے بعد ڈاک کے متعلق مذاکرہ میں دخل ہوں گے۔ افغانستان اور دولت علیہ حجاز کا معاہدہ عنقریب فیصلہ ہو جائیگا الحاصل جو کچھ ہوا ہے اور ہونے والا ہے میں نے کھول کر تفصیل بتا دیا اور ایک دفعہ پھر تم سے ظاہر کہتا ہوں کہ افغانستان کی مفید ترین سیاست جو تصور میں آتی ہے اور میں ہمیشہ اس کے دوام کی توصیت کرتا ہوں یہ ہے کہ افغانستان چاہئے بے طرف رہے اور اپنے ہمسایوں اور تمام دول متحابہ کے ساتھ اچھی روش اور حسن سلوک جو افغانستان کے مفاد کے منافی نہ ہو اجرا کرے اور اپنے ہمسایوں کو عملاً یقین دلائے کہ افغانستان طرفین کے موازنے کو کاملاً محافظت کرتا ہو ان کے ساتھ دوستانہ اور مساویانہ رفتار رکھے گا اور یہی طریقہ خود افغانستان کے لئے اور نیز اس کے ہمسایوں کے لئے مفید ترین ہے

سرحد آزاد کی اقوام کے متعلق یہ مسئلہ ناگفتہ بہ ہے جو افغانستان اور دولت برطانیہ کے لئے بہت محنتنا ہے۔ حکومت ہند اور سرحدی اقوام کی باہمی

معالمت اندیشے سے خالی نہیں۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ سرحدی قومیں اور ہم مسلمان  
اور افغانیت کے لحاظ سے ایک چیز ہیں۔ دولت برطانیہ نے شاید اس سرحدی  
کو جو سرحدی اقوام کی افغانستان کے ساتھ اور افغانستان کی سرحدی اقوام  
کے ساتھ ہے سالہا سے دراز سے تجربہ و مشاہدہ کیا ہے۔ ہم کسی وجہ سے اس  
سرحدی کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ آزاد سرحدی اقوام کی پریشانی کا اثر ضرور  
افغانستان میں محسوس ہوتا ہے لہذا سرحد آزادی کی اقوام کی سعادت نہایت  
اہم اوقات ہماری خواہش و آرزو ہے۔

محترم نائبہندو۔ یہ ہے آپ کی امروزہ حکومت کی سیاست جس کی میں نے  
آپ کے سامنے مشرع بیان کی تاکہ آپ بے کم و کاست حقائق سے آگاہ ہو جائے  
اور اپنے کاموں میں غور و فکر سے تصفیہ کرو۔ امور مملکت میں بے پروائی کٹا  
عظیم ہے۔ آپ ایک بڑی ملت کی مقدرات کا اس مجلس میں فیصلہ کر دے گے۔  
تھوڑی سی سبھو و خطا ایک ذاتی معاملہ نہیں ہے۔ اس کا خسارہ ایک عظیم اثر ان  
اسلامی مملکت و ملت کو بھگتنا پڑیگا۔ نہایت احتیاط اور باریک بینی سے مسائل  
کے حل کرنے میں متوجہ ہو جائے۔ تم نے خوب ملاحظہ کیا کہ حکومت سابقہ کی ناقصیت  
اندیشی اور ملت کی خیر و مضر سے عدم تمیز نے کتنے بڑے نقصانات عائد کئے تھے  
روز اس وطن کو مشکلات میں ڈالنا سوائے اسکے کہ کہوں خیانت ہے اور کیا تعبیر

ہو سکتی ہے، چونکہ آپ کی حکومت بقول مشورت ملی کو زیادہ مزاہمیت دیتی ہے اور  
 خواہش رکھتی ہے کہ ہمیشہ ایسی اجازات کرے جس میں رفائے خالق اور مخلوق کی  
 خوشی مترتیباً برادر وہ حسبیات عمومی کے مطابق مطلوبہ ترقیات حاصل کرے۔ آج  
 میں نے کمال مسرت سے اس مجلس عالی مشورت ملی کو افتتاح کیا اور میرا خیال ہے  
 کہ اس کی فکری مدد و منت کے لئے اور نیز دیگر بند مقاصد کے حصول کے واسطے  
 ایک مجلس اعیان تشکیل کروں۔

# فصل پنجم

## مختلف مواقع پر آنحضرت کی مفید تفسیریں

آنحضرت کا مشغلہ ہی ملت کی فلاح تھا۔ آپ کو کسی لہو و لعب کا اگرچہ وہ ایک حد تک مفید ہی ہو کوئی شوق کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہر وقت ملت کے کاروبار میں مصروف رہتے اور جب فراغت ہوتی تو بھی اسی کا تذکرہ کرتے اور کبھی اس میں تکرار سے تھکے نہیں تھے۔ رمضان کے مہینہ دن کو روزے کے ساتھ فرض حکومت ادا کرتے۔ رات کو تراویح کی نماز پڑھتے۔ افطار کے بعد جب عموماً طبلۃ تک کان محسوس کرتی ہیں آپ حاضرین کو وہی ملت کی خیر خواہی کا سبق پڑھاتے تھے۔ روزے کی خوبیوں پر وعظ فرماتے جس کا ذکر نونے کے طور پر درج ہوتا ہے :-

مسلمانوں کی ترقی اسلامی شعائر کی پابندی کے ساتھ وابستہ ہے اور روزہ منجملہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں تذکرہ حق کے علاوہ اجتماعی اور اخلاقی فوائد ملتو ہیں۔ وہ اخلاط جو معدہ اور رگوں میں گیارہ مہینے جمع ہو کر فساد کا موجب ہوتیں ایک مہینے کے فائقے سے حل ہو کر ان کا ازالہ صحت و فرحت کا باعث ہوتا ہے۔ دو مہینہ



لوگ فاقہ کشی کا تجربہ بذات خود کر کے مفلسوں کے ساتھ ہمدردی کا سبق سیکھتے ہیں اور احسان و خیرات پر مائل ہوتے ہیں جس سے قوم میں اتفاق و استقامت قائم ہوتا ہے۔ بھوک اور پیاس میں صبر کی عادت پڑتی ہے جو مجاہدت کے لئے لا بد ہے۔ جو افراد کو جنگ و سفر میں اس کی ضرورت سے چارہ نہیں۔ علاوہ ہر اس اپنے نفس پر قابو پانے کی مشق ہوتی ہے۔ بیجا اور ناجائز خواہشات کو ضبط کرنے پر اقدار چاہل ہوتا ہے جس سے انسان اخلاق کا مالک بن کر معزز و محترم ہو جاتا ہے رات کو عبادت میں مصروفیت روح کو تقویت دیتی ہے اور اکٹھے ہو کر نماز پڑھنے سے اتحاد کی صورت بندھتی ہے۔ تراویح میں ایک دفعہ سارا قرآن سننا اس کے احکام سے آگاہ بناتا ہے جو دنیا و عقبہ کی فلاح و نجات کے لئے لازم ہے۔

کلام الہی شب قدر میں اسی مہینے نازل ہوا اور اس رات تمام مخلوقات کے کاروبار اور معاملات کا اندازہ و تجزیہ لگایا گیا۔ ہم بھی مامور ہیں کہ اپنی ملی رو حیات حکومت و رعیت کے جذبات و خصوصیات اور ملک کی جغرافیائی حیثیت کے مطابق اپنے لئے ایک خط حرکت اور نقشہ تیار کریں جس کے بغیر ترقی و ترقی کی عمارت انجام کو نہیں پہنچ سکتی۔ انجینئر زمین کی وسعت اور کامد کمروں کی ظرفیت کو اقتصادی حالت کے ساتھ موازنہ کر کے گھر بنائے تو اس سے صاحب خانہ استفادہ کرتا اور کوئی خسارہ نہیں اٹھاتا ہے برعکس اسکے اگر اراضی کی کیفیت مالی استطاعت کے بجا پنچنے کے بغیر تعمیر شروع کر دی

جائے تو اس کی تکمیل نہیں ہوتی اور اگر ہو جائے تو ہر وقت نقصان اور تکلیف کا سامنا رہے گا۔ قومی محل تیار کرتے ہوئے بطریق اولیٰ ان سب امور کا لحاظ رکھنا واجب ہے ہم نے جس پلین کی تعمیل کی ہے اس سے پہلا نتیجہ انیت و آرام کلا ہے جو دو سال سے زیادہ عرصہ گزرا ملت کو میسر ہے اور ایسا الطینان و رفاه سبقتیہ میں کبھی حاصل نہیں ہوا۔ ہم اپنی اقتصادی حالت کے مطابق مرکزیں بند عمارتیں کا سچا مکاتب مطابق روز بروز زیادہ بنا رہے ہیں اور عساکر کی تنظیم بھی کر رہے ہیں۔ اس صحیح پلین کی وجہ سے تھوڑی مدت میں ہم نے بہت کام کر لئے ہیں اور یہ کوئی پیچیدہ پلین نہیں ہے۔ صرف مذہب کی پابندی کے ساتھ رواداری و تسویٰ اور ہمدردی کا پاس اور تفرقہ ففاق و بے پردائی سے پرہیز حکومت کے کاموں کو اپنا جاننا وطن کی ترقی میں متحدانہ مساعی کرنا تمام امور میں غور و فکر سے کام لینا اور مشورے کو دستور العمل بنانا ہے۔ یہ ہے ہمارا پروگرام اور اگر اسی پر مدد مست کریں تو موجودہ حالت میں ہماری تمام ترقیات کا ضامن ہو سکتا ہے۔ دینی پیردی کے ساتھ علوم و فنون کی اشاعت سے اخلاق درست ہو کر جہل و نادانی بالکل دور ہو جائے گی اور لائق مرد پیدا ہوں گے۔ بند نہیں اور سرکاریں عمومی رفاهیت کے علاوہ اقتصادی سہولت کے لئے ضروری ہیں۔ کارخانوں سے وطنی صنعتیں فروغ پائیں گی اور بیگار لوگوں کیلئے مفید روزگار ہاتھ آئے گا۔

تمام دنیا میں آجکل لوگ مادیات پر اس قدر فریفتہ ہو گئے ہیں کہ اسی انداز سے معنویات کو فراموش کر بیٹھے ہیں چنانچہ اس سے بڑی مصیبتیں واقع ہو رہی ہیں۔ باوجود مال و متاع کے رذائیس و حشیر اور کھوٹری سی تکلیف پر صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر خود کشیاں ظہور پیرا رہی ہیں۔ امریکہ خاص طور پر اس حرد بہتوجہ ہوا ہے اور شراب کی ممانعت سے اس کا مطلب اخلاقی کو ٹھیک کرتا ہے۔ افغانستان نے زمانے کے روستے شروع تمدن میں پہلا قدم رکھا ہے اور حکومت و ملت کی متحدانہ کوششوں سے یقین ہے کہ جلد ہی دنیا و عقبے کی سعادت کا استحصال ہو گا۔

طلبہ کے تقسیم انعامات کے موقع پر شہانہ لفظ :-

معارف بمنزلہ روح مملکت ہے۔ ہر حکومت جو ملت کی حقیقی سعادت کی خواہاں ہے ضرور ہے کہ صحیح معارف کی قدر و منزلت کرے اور اس کی ترقی میں سعی ہو۔ حکومت افغان اپنی تمام قوتوں کے ساتھ معارف کی وسیع پیش رفت میں مصروف ہے کیونکہ کابل پورا احساس ہے کہ زندگی کے تمام شعبے اسی کے ساتھ وابستہ ہیں جو مصارف اس بارے میں کئے جاتے ہیں معارف کی ترقی کے سود میں حصے کے لئے بھی کافی نہیں ہیں جو حکومت کے مد نظر ہے کیونکہ دنیا کے امروزہ کی ترقیات سب معارف ہی کا حاصل ہیں اور میں بھی امید دار ہوں کہ افغانستان نیز سی ذریعے سے ترقی کرے انشاء اللہ تعالیٰ۔

یقین ہے کہ آئندہ ایک ملت کے شرف کی حفاظت اور عزت کا حصول ان کے رجاء کامل کی مساعی میں مضمر ہے کیونکہ زمانہ حال میں ظاہر ہے کہ سب محیر العقول ترقیات علم و کمال کا نتیجہ ہیں۔ جب دنیا اسی ذریعے سے مدارج عالی کو پہنچی ہے کوئی قوم دوسری متمدنی اقوام کے مقابلے میں اپنی زندگی اور حرمت کی محافظت نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے تئیں صاحب علم و کمال نہ بنائے۔ لہذا حکومت حاضر نے محسوس کیا ہے کہ صحیح عرفان کے بغیر ترقی ناممکن بلکہ حفظ شرف مشکل ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ وزارت معارف زیادہ تر متوجہ ہو اور ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے پابند مذہب اور صاحب اخلاق جوان کمال حاصل کر کے نکلیں کیونکہ اس مملکت کو صحیح اشخاص کی حقیقت ہے اور صحیح وہ فرزندانِ وطن ہیں جو اپنے دین میں ثابت قدم اخلاق میں بلند اور کمالات کے ساتھ حب وطن دل میں لئے ہوں تاکہ آئندہ وطن کی خدمت بجا آ کر اپنے لئے ملت کے لئے اور حکومت کے لئے موجب فخر ہوں۔ ہر ملت جو ترقی کی خواہش رکھتی ہے مجبور ہے کہ اسی شعبے سے ادارہ مملکت کے لئے کامل آدمی پیدا کرے مجھے بھی امید ہے کہ افغانستان کی معارف سے کم مدت میں عالم و کمال اشخاص ظہور کریں گے جو ان ذمہ داریوں کو جو ملت و حکومت ان پر ڈالے گی بوجہ احسن اٹھائیں گے۔ یہ لڑکے جو آج مدرسوں میں مشغول تحصیل ہیں کل جو ان ہو کر مملکت کی باگ اپنے ہاتھ میں لینے پس ان کو لازم ہے کہ آج ان قیمتی اوقات سے استفادہ کر کے

وہ لیاقت پیدا کریں جو کل ان کو گراں فرائض ادا کرنے کی قابلیت بخشنے اور یہ نقطہ یہ  
 اس وقت انجام کو پہنچے گا جب اساسی تعلیم صحیح و سلیم تربیت کے ساتھ جھنڈ ہو کر  
 ان کے دماغوں میں جگہ بکریں گی۔ کیونکہ تنہا علم سعادت کا تکفل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے  
 ساتھ صحت تربیت اور پسندیدہ اخلاق لازم ہیں۔ خداوند تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ  
 ان بچوں کو عالم اور جابرِ اخلاق حسنہ اور خادمِ وطن بنائے۔

# فصل ششم

## الحضرت کے اخلاقی فیاضیت کا نمونہ حسنہ

روزمرہ کی مجالس میں وعظ و نصیحت کے علاوہ الحضریت عیدین جشنوں اور جلسوں میں ہزاروں سامعین کو ریڈیو کے ذریعے اپنی بلند تقریروں سے مستفیض فرماتے تھے اور حکام کو وقتاً فوقتاً فرمانوں میں نافع تحریروں سے مستفید کرتے تھے جن میں سے نمونے کے طور پر بعض کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:-

### (۱) امانت

والاقدیر جلالتہا نائب النائب الحکومہ، عزیز مامورین ملکی اور میری صداقت شعار رعیت! اپنے معین ارادے اور مقررہ عادت کے مطابق پہلے آپ سب عزیزوں کی صحت و سلامتی سے جو اصل مدعا اور آرزو ہے وہ نفیث حاصل کر کے مطمئن ہوں پھر حسب معمول آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مملکت کے تمام امور ہر حیثیت سے منتظم ہیں وطن کے تمام اطراف و جزائب میں خیریت و امنیت قائم ہے حسب بلاد و مقبضات کے باشندے کمال فارغی و خوشحالی سے زندگی بسر

کر رہے ہیں۔

میرے عزیز! اپنے سابقہ فرامین کے دستور پر نصائح لازم کے سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے اس مندرجہ بالا امانت کے مضمون پر بعض بیانات دیتا ہوں۔ امانت ایک قوت ہے جو انسان کے وجود میں داخلیت ہوئی ہے اور اس سے ہر شے جس غرض کے لئے بنائی گئی ہے اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے۔ اگر کسی کے پاس مال رکھا جائے تو اس کو محافظت سے رکھ کر بدون کم و کاست اس کے مالک کو واپس دیا جائے۔ اگر کسی کو مائیت دی جائے تو اپنے فرائض کو جو حکومت نے اس عائد کئے ہیں شرافت و وقار سے بجالائے۔ اگر کوئی پیشہ و کسب کرتا ہو تو اپنے معاملات میں راستباز اور لوگوں کے نزدیک اعتبار کے قابل ہو۔ ہمارے رسول اکرم بعثت سے قبل اپنے معاملے اور سلوک میں اتنے سچے اور یکے تھے کہ امین کے خطاب سے یاد ہوتے تھے ان اللہ یا صر کہ ان تو دوا الامانت الی اہلہا و اذا حکمتہ بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ خدا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مستحقوں کو سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو عدل سے فیصلہ کرو۔ ان عرفتہ الامانت علی المسئوت والارض۔ انسان نے امانت کا زمرہ اٹھایا جبکہ آسمانوں اور زمینوں نے ڈر کر کن رکھ لی۔ اطاعت عبادت اخلاق اور اعمال حسنہ امانتیں ہیں جن کے ادا کرنے میں لازم ہے کہ خیانت نہ کی جائے۔ ہمت و صبر سے

کماحقہ امانت کار اور دیانت شعار رہیں۔ چونکہ میری آرزو یہ ہے کہ میری عزیز رعایا تمام صفات اور خوبیوں سے مزین ہو اور سب نیک امور میں سبقت لے جائے لہذا تمہارے لئے نصیحت کرتا ہوں کہ امانت کی خصلت کو اپنا شیوہ بنا کر کبھی اس کو ہاتھ سے مت دو۔

## (۲) نیک عمل

میرے عزیزو! اس فرمان کا موضوع نیکو کاری ہے۔ اس خصلت میں تمام فضائل و اخلاق حمیدہ داخل ہیں جن کے ساتھ ابدی سعادت وابستہ ہے۔ اس سے دنیا میں کامیابی و اکرام حاصل ہوتا ہے اور عقبی میں نجات و دستگاری۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان الارض میراث ہے اعبادی الصالحون۔ میرے نیک بندے زمین کے وارث ہوتے ہیں۔ یہ نیک بندے کون ہیں اور کیا کرتے ہیں اس فرمان میں ان کی توضیح کرتا ہوں:-

- (۱) بہمہ حال خدا کو عالم الغیب جان کردہ کام جو اس کی رضا کے خلاف ہو نہیں سکتے
- (۲) عمل کے اجر پر یقین کر کے جو قدم اٹھاتے ہیں اپنی اور مسلمان بھائیوں کی خیر کو پہلے سوچ لیتے ہیں اور اسکے سوا ناجائز کاموں پر اقدام نہیں کرتے
- (۳) اپنے اور اپنے موطنوں کے نفس مال ناموس اور شرف کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور اس بارے میں ہر طرح کی فداکاری سے دریغ نہیں کرتے



- نیز اپنے حقوق کی نگہداری میں دوسروں کے حقوق پر تجاوز نہیں کرتے۔
- (۴) ادا امر الہی کو بجالاتے ہیں اور اطاعت اولی الامر بھی اس میں داخل ہے پس حکومت کی تعلیمات اور احکام کو جو رباب عقل سلیم صادر کرتے ہیں اور اس میں عمومی اور انفرادی خیر مقصود ہے احترام سے قبول کرتے ہیں۔
- (۵) وطن کی آبادانی دولت کے استحکام اور ملت کی راحت و رفاهیت کے وسائل کی فراہمی میں کمال جدوجہد و صداقت برتتے ہیں۔
- (۶) نعمت و مال جو خدا نے عطا کیا ہوا ہے مناسب طریقے سے خرچ کر کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اس کو صرف کرتے ہوئے معصیت میں مبتلا نہیں ہوتے۔
- تم میرے عزیز فرزند اگر نیکی کی صفت سے متصف ہونا چاہتے ہو تو سفرد حضرت میں ہمیشہ ان ناکورہ بالا امور کو مد نظر رکھو تاکہ عباد الہ سالکوں کے ذمے میں داخل ہو۔ افسوس ان اشخاص پر جو ان صفات سے عاری ہوں اور خوش قسمت ہیں وہ جو کمزور کار بنکر اپنی اور اپنے بھائیوں کی فلاح و بہبود میں کوشش کریں۔ اخیر میں خداوند کریم سے تمنا کرتا ہوں کہ تم سب اس نیک وصف سے آراستہ ہو کر سعادت دارین حاصل کرو۔

(۱۴) عید اضحیٰ

میرے عزیزو!

چونکہ عید سعید الفحی دینی ایام میں ایک افضل روز ہے اسلئے سب اہل عیدوں کی مانند اسکی بعض محنت و مزیارت کا بیان کرنا مناسب ہے۔ اس عید کا اکرام و لحاظ سب مسلمانوں پر مصادی واجب ہے۔ تبکیہ تہلیل تطہیر نماز قربانی حج مہمان خیر و نفع اعمال مستحسنہ جو تیرہ سو سال سے بے کم و کاست مسلمانوں کے درمیان عقیدت و حمیت سے جاری ہیں۔ انکے مرتبہ کو بارگاہ کبریائی میں دو چند اور باہم توحید انوار اتفاق اقوام اور حسن معاشرت کو سرشت بناتے ہیں۔

تبکیہ تہلیل جو عید کے دنوں میں پکاری جاتی ہے علامہ عبادت و ثواب کے عمومی ہم آوازی اور مجموعی نعروں سے اسلام کے پہلے بزرگوں کی یاد کو تازہ کرتی ہے اور مسلمانوں کو اپنے سچے دین کے پابند دکھاتی ہے۔ اسی طرح پاکیزگی خوشبوؤں کا استعمال سیر و گردش اور اقربا و اجا سے ملاقات جو اجتماعی حالت میں اجرا ہوتی ہے اسی طرح شریعت کی پیروی ہے جس سے حفظ الصحت صلہ رحم اور اتفاق و اتحاد قائم ہوتا ہے اور خاندانوں اور افراد کے تنازعات و مناقشات رفع ہوتے ہیں۔ یہ مظاہرہ ہر شہر و قریہ میں نمودار ہو کر مسلمانوں کی شان و شوکت کا موجب ہوتا ہے حج کا فریضہ حقوق اللہ کے متعلق گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور ضمنًا حاجیوں کو رنج و مصوبت سفر سے بلاد کی آب و ہوا کے تفاوت سے جو راہ میں واقع ہیں حضر کی راحت کی قدر دانی حاصل ہوتی ہے۔ اسکے سوا کئی ملتوں کے لوگوں سے انکی عادات

خوراک و پوشاک وغیرہ گونا گون مشاہدات سے جو سیاحت کے لوازم ہیں۔  
آشنائی ہوتی ہے۔

قربانی ایک تو حضرت خلیلؑ کے ایثار کو تازہ کر کے ہر مسلمان کو اسکی متابعت پر  
آمادہ کرتی ہے دوسرا اسکے ذریعے سے اقربا میں تحفہ بھیجنے سے محبت بڑھتی ہے  
اور محتاجوں کو مدد ملتی ہے۔ جناب رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ قربانی کے دن  
انسان کا عمل خون کے ٹپکانے سے بہتر ہے۔ اچھل تمام شکار و آداب جو اس روز  
کے لئے مقرر ہیں علاوہ ثوابِ آخرت کے زندگی میں بھی بڑی تاثیر رکھتے ہیں اور  
عظیم فلسفے پر مبنی ہیں۔ ان ایام میں جو زیادہ نہیں ہیں متعلقہ مراسم کا پاس اتفاق  
مواظف پیدا کرنے اور رنجیدگی و کشیدگی کو دور کرنے میں بہت مدد ہے۔

لہذا میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ عید سعید کے دنوں میں اسکی تمام رسموں اور  
رداءوں کے پابند بنو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ صلح و صفائی اور محبت و مودت سے  
پیش آؤ۔ عبادات خیرات اور صدقات سے دو لہجہ ان کی خوبیوں کو حاصل کرو۔  
اپنے بچوں کو جو سعیدوں کی تقریب پر سب سے زیادہ خوش ہوتے ہیں معصومانہ مسرتوں میں  
رکھو جن سے کدورت و ملال نافع ہو ان کے ساتھ اس دن کی سعادت کی وجہ سے  
مصالحات کرو۔ بیماریوں کی عیادت مفلسوں کی معاونت بزرگوں کی اطاعت اور  
خوردن پر ہر بانی لازم جانو۔ حقہ اردن کے گھر دن میں جا کر عید مبارکی کو خوشیوں

اور دوستوں کو تپاک اور خلوص سے تہنیت کہو۔

چونکہ ان مسعود روزوں میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کعبہ شریف میں حج کے مناسک ادا کرنے میں مشغول ہو کر اپنے گناہوں کی مغفرت اور عالم اسلام کی خیر طلب کرتی ہے تم بھی عید کی نماز میں حضور قلب سے اسلام کی ترقی و بہبود کی دعا مانگو تاکہ تم حاجیوں کے ساتھ ہم آواز ہو کر خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول بنو۔ قربانیوں کو شرعی شرائط کے بموجب مستحقین میں تقسیم کرو۔ ہر حال میں خوشی اور خوبی سے بات کرو۔ خوش اور خوب رہو اور ایک دوسرے کی خوشی اور خوبی کے لئے کوشش کرو تاکہ تمھاری عید سعید بنے۔ آخر میں میں بھی تم کو عید مبارک کہہ کر خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں کہ میری عزیمت افغانستان کی سعادت و تعالیٰ کے ساتھ بہت سی عیدوں کو خوشی اور خوبی سے گزارے۔

## فصل ہفتم

### علی حضرت کے مزید احسانات اور ان کی اعتراف

بچہ سقا کے دوران میں جیسا کہ توقع تھی سب محاکب و مدارس یک قلم موقوف بلکہ ویران و تباہ ہو گئے تھے۔ فوجی لوگ ان میں مقیم کرسیوں میزوں اور کواٹرڈنک کو جلا چکے تھے۔ طبیعات کیمیا وغیرہ کی اشیاء تلف ہو چکی تھیں۔ ملی کتابخانے کی ایسی گت بنی تھی کہ قیمتی اور نایاب کتابیں چھری جھانے کے علاوہ کواٹرڈیوں کے دام کی تھیں۔ چنانچہ بعض طلبہ لمبے چنے پہنے ستوی سپاہیوں کو پیسے دے کر گٹھڑیاں اس بہانے سے لے گئے کہ ردی کاغذوں کے طور پر برتنے یا جلائیے۔

الغرض علی حضرت مجھ نادر خاں نے معارف کو اس حال میں دیکھا کہ اپنی تخت نشینی کے دوسرے دن ہی علی محمد خاں کو بوز افغانستان کے باغ تعلیم کے سرو بلکہ نخل بار آور ہیں وزارت پر مقرر کر کے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں سب سے پہلے معارف احیا ہو کر از سر نو جاری ہو اور اس بارے میں جس قدر سعی و غیرت کر دے گی میں ممنون ہو نگا۔ کیونکہ یہی ایک اصولی وسیلہ ہے جو ان سب خرابیوں اور تباہیوں کا ازالہ کر سکتا ہے۔

بادجو دیکر اس وقت ضروری مصارف کے لئے روپیہ نہیں تھا پھر بھی تیس ہزار روپیہ عنایت فرمایا جو سال کے اخیر تک سات لاکھ پھر دوسرے سال بائیس لاکھ اور تیسرے سال تیس لاکھ تک پہنچ کر سہ ہزار برس بڑھتا رہا جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے زیادہ مکاتب و مدارس قائم ہو گئے۔ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ دارالامان کے عالیہ شان محلات اور کوٹھیاں مع اراضی و باغات کے معارف کی نذر کئے۔ یورپ اور امریکہ میں طلبہ کی تعداد پہلے سے دو چاند یعنی دو سو تک پہنچ گئی۔

اب داخل و خارج میں تعلیم صحیح اساس پر اجرا پذیر ہوئی یعنی پہلے دینی و اخلاقی پہلو خالی تھا جس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہتا اور اس کا اظہار کسی تاثیر پر نتج نہیں ہوتا تھا۔ مثلاً میں تمام طلبہ کو جمع کر کے ہفتے میں ایک دن اس موضوع پر دو ڈھائی گھنٹے لکچر دیتا تھا اور ایک رسالے میں اس بحث پر مضامین لکھ کر چین میں ایک بار یورپ کے طلبہ کو بھیجتا تھا۔ یہ دونوں ذریعے موقوف کئے گئے۔ الحاصل دینی ملی اور اخلاقی امور سے قصداً بے اعتنائی برتی جاتی تھی اور عام تعلیمی امور میں بھی سطحی اور نمائشی باتوں کا زیادہ خیال رکھا جاتا اور حقیقی اور ٹھوس ترقی کی بناؤں سے بے پروائی دکھائی جاتی۔

سر آغا خاں نے علیگڑھ کانفرنس میں صدر کی حیثیت سے مسلمانوں کے

زوال کے باعث کاسرلخ اس زمانے سے لگایا تھا جب حضرت عثمانؓ کی  
 شہادت پر بعض اصحاب بے طرف ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ علما و مشائخ  
 حکومت و مملکت سے علیحدہ ہو کر جداگانہ تعلیم و تحقیق کرنے لگے اور آج بھی ہندستان  
 میں یہی حال ہے۔ جب تک سب مل کر صلاح و تقدم میں کوشش نہیں کریں گے  
 کامیابی ایسی ہی محال ہے جیسے کسی کو ہاتھ پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا جائے  
 تاکہ ساحل سلامت پر پہنچ جائے۔ جب تک مذہبی رہبر ملاجی نہ کریں گے کشتی منہجہ جہا  
 میں رہے گی۔ اعلیٰ حضرت مجدد فرخاں کی حکومت اپنی سلیم روش سے اس  
 نکتے کو نہ صرف متاثر نہ کی ہے بلکہ دینی عقیدت کے دلی ہونے کے سبب بلوغ  
 مائل ہے کہ روحانی پیشواؤں کی اعانت حاصل کرے۔ جو خود شریک حکومت ہیں  
 اور اس کی ترقیات کے اقدامات میں حصہ لے رہے ہیں۔ جمعیت العلماء ہند  
 تخت میں سرگرمی دکھا رہی ہے اور ہر علاقے میں مشائخ عیسوی ارادت سے اپنے  
 مریدوں کو حکومت کا وقادار بنا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت اور ان کے برادران کرام اور  
 وزراء عظام کو ان ذوات کبار کے ساتھ اخلاص و صداقت ہے اور اس کا  
 اظہار مختلف عملی و معنوی ذرائع سے ہوتا رہتا ہے مثلاً نہ صرف ان بزرگوں کی زندگی  
 میں ان کی توقیر و تکریم کی جاتی ہے بلکہ ان کی اوقات پر بھی تاسف کیا جاتا  
 ہے۔ چنانچہ میاں صاحب سرکانی اور ملا صاحب مزین فوت ہو گئے تو اعلیٰ حضرت

نے ان کے جانشینوں کو فرمان بھیجا جس کا ایک نمونہ درج کیا جاتا ہے :-

جناب مخدوم غفران مآب کی رحلت کی خبر تالم اثر سے جو عالم متدین اور مادی و معنوی فضائل سے آراستہ تھے مطلع ہو کر نہایت متاسف ہوا۔ اگرچہ اس طرح کے علمائے حقانی کا عالم فانی سے جہان جاودانی میں انتقال فی الحقیقت ان کے تقرب کا بارگاہ خداوندی میں وسیلہ ہے مگر چونکہ ان ذوات بابرکات کا وجود بمثل معنومات ہوتا ہے اسلئے کہ افغانستان کے افراد کے لئے انکی تدریسات مواعظ دین و دنیا کی رہنمائی کے مورد ہوتے ہیں لہذا ان کا فقدان ان کے سب ارادتمندوں کے لئے قلبی تاثرات کا موجب ہوتا ہے۔ میں ارحم الراحمین کی درگاہ سے ان کے لئے اخروی مراتب کے ارتقا اور پسماندوں کے لئے اجر کی دعا کرتا ہوں اور اس فرمان کے ذریعے سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں اور جو کم تمام اخلاص مندوں کے لئے اس قصداً الہی پر صبر اور ہمیشہ عافیت کا خواستگار ہوں۔

اعلیٰ حضرت کی سلطنت کے چار سالوں میں علاوہ انقلاب کی بربادیوں کو دوبارہ آباد کرنے کے کئی جدید اصلاحات و عمرانات کا عملدرآمد ہو گیا ہے جن کی مختصر فہرست دی جاتی ہے :- یتیم خانہ۔ دارالمجانین۔ موسسات خیرہ۔

معادن کامیوزیم۔ شرکت اسہام۔ شعبہ لفظیہ۔ شعبہ خزانہ خارجی۔ شعبہ واردات و صادرات۔ اطاق تجارت۔ ڈیری فارم۔ ادارہ جنگلات۔ بند۔ نہریں۔ سرکین۔



مشینیں اور کئی طرح کی ایزادیں جو زراعت حرفت اور مکاتب فنیہ جسدیر میں  
ظہور پذیر ہوئیں۔

مجلس اعیان کے افتتاح پر علحضرت نے ایک موثر تقریر فرمائی جس کے  
جواب میں مجلس کی طرف سے جو معروضہ پڑھا گیا درج ہوتا ہے تاکہ ملت افغان  
کے اپنے طبقے کا عقیدہ علحضرت کی نسبت معلوم ہو۔

چونکہ خداوند متعال وقادر لایزال کی مشیت ہے کہ ملت نجیہ افغان کو دنیا کی  
اہل مرتبہ میں شامل فرمائے اس کی رہنمائی اور ادارے کے لئے آپ علحضرت  
کی مانند ایک ذات مہر اسر صفات عطا و مرحمت فرماتا ہے جو تمام محسناتِ خلاقیہ  
کے مالک صاحب عقل و دانش اور بہت بلند و نافع تجارب کے اہل ہیں تاکہ  
ارتقاء و عسلا کی راہ میں اور رفاه و ملت کے ہر طرح کے وسائل کی فراہمی میں کوشش  
کی سعی و فداکاری سے باز نہ رہ کر اپنی عزیز ملت کو عالم کی ملل متمدنہ کی گنتی میں  
لے آئیں۔

اے علحضرت! آپ بنفس نفیس شاہانہ دنیا کے بڑے تاریخی اشخاص میں  
سے اور عصر حاضر کے ایک نابغہ ہونچوں نے اپنی ملت مجبورہ کی نجات و ترقی کے  
لئے ایک قوی ارادے کے ساتھ بڑی متانت و استقامت کے ساتھ کسی طرح  
کی بھی فداکاری و جہاں نشاری سے دریغ نہ کر کے اس حال میں کہ مشقتیں اور جہتیں

آپ کے دریائے غم کے جوش کی مانع نہیں ہو سکتی تھیں۔ اپنے بلند قصد اور عالی ہمتی کے سائے میں ایک جادو دانی نام و شرف اپنے لئے اپنے بادرایت بھائیوں کے لئے اور اپنی آئندہ اولاد احفاد و نژاد کے لئے یادگار چھوڑا ہے۔

اے اے حضرت! آپ کے شاہانہ جبرست اور درخشاں کارنامے افغانستان کی تاریخ کے صفحات میں نظیر نہیں رکھتے۔ ملت کے تمام افراد و طبقات آپ کی اور آپ کے با علم و دانش بھائیوں کی ان سب آن تھک زحمات کی قدر و قیمت کو جان کر آپ کی ذات ملوکار کو اس زمانہ عرفانی میں اپنی ترقی و رفاه کے لئے نعمائے الہی میں سے ایک بہترین نعمت سمجھتے ہیں۔ مجلس اعیان جس کا آج آپ نے افتتاح فرمایا اعلیٰ حضرت کے تاریخی موسسوں میں سے ایک ہے۔ ہماری واحد آرزو یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ ذات ہمایونی کی اطاعت میں اپنے فرائض کو خلوص، نیت اور عفت و راسخ سے بجالائیں تاکہ اس ملت دوستی اور عدالت پسندی کے شاندار عہد میں ملت و دولت کی پیشگاہ کے سامنے افتخار حاصل کر سکیں۔“

رزمی امور کے خلاف، جن میں خلقت کی جلبِ توجہ اور سنسنی کا سامان ہمیشہ ہوتا ہے، بزمی معاملات امن چین اور ایسے آرام سے طے ہوتے ہیں کہ اجتماعی ترقیات پر کوئی التفات نہیں کرتا۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت شاہ نادر خان غازی نے خاموش فعالیت کے ساتھ جس کی خبر عام دنیا کو نہیں ہوئی مملکت کے

تمام اداروں اور شعبات میں اصلاحات جاری کیں مگر اس کا اثر خاص طبقات پر پڑا جنہوں نے اپنے منافع کو محسوس کر کے مناسب مواقع پر ان عنایات کا استمرار اور شکریہ ادا کیا جو شاہانہ عواطف سے ملت ملک پر مبذول ہوئی تھیں۔ آپ کے پانچویں سال جلوس پر نہ صرف ملی نمائندوں نے بلکہ شیخ السفرانے اپنے ہمسفاردوں کی طرف سے ان مفید اقدامات و تشبثات پر اطمینان و تہنیت پیش کی جو حکومت نے متواتر مساعی سے وطن کے ترقی و ارتقاء کے لئے استقامت کے ساتھ جاری کر رکھے تھے۔ المحصل اپنے اور بیگانے سب معترف ہو گئے کہ افغانستان کو آخر ایسی سلطنت حاصل ہو گئی ہے جو اسے ایک مستقل دولت کی صورت میں دوام دیکر تمام مدنی لوازم کو فراہم کر رہی ہے جو فی زمانہ دقت بین الملل کے لئے ضروری ہیں۔

اگرچہ اعلیٰحضرت کو اور نیز ان کے برادران کرام اور وزرائے کبار کو یورپ کے دارالافتون اور تعلیمی موسسات ملاحظہ کرنے کے موقع حاصل ہوئے ہیں اور پھر خود ملک میں جرمن فرانسیسی ترکی اور ایرانی پروفیسروں نے ساتھ ہندوستان کے تعلیمیافتہ اصحاب نے مل کر اور مذاکرات کر کے افغانی درمگاہوں کا ادارہ و انتظام کیا ہے مگر اس موافقت

مراغت کی بنا پر جو ذات شاہانہ اور ان کے خاندان ذیشان کو  
 اہل ہند کے ساتھ طبعی طور پر ہے پنجاب کے ممتاز فیلسوف  
 اور مشرق زمین کے شاہ شہیر ڈاکٹر اقبال کو اور مسلم یونیورسٹی  
 علیگڑھ کے بار ورنہال سید راس مسعود کو جو اپنے جدا محمد کی جگہ  
 اس کی باغبانی پر بھی مقرر ہیں مع دیگر لائق احباب کے کابل میں  
 مدعو کیا۔ انھوں نے ارباب حکومت کے ساتھ ملاقات کر کے اور سب  
 ادارات مشاہدہ کرنے کے بعد مراجعت پر جو خیالات ظاہر و نشر  
 کئے وہ تصدیق کرتے تھے کہ صنعتِ حرفت اور علم و عرفان میں صحیح  
 روش جاری ہے اور اگر دس سال یہی رفت و رہی تو پختہ تکامل اور  
 معتد بہ ترقی قائم و مستحکم ہو جائے گی اور ان امیدوں کو اعلیٰ حضرت  
 غازی کے وجود و وجود کے ساتھ خصوصیت سے انھوں نے وابستہ  
 کیا کیونکہ ان کی خصائل عالیہ اور ان کے ملی کارناموں اور مظاہر سے  
 ہندوستان کے عوارف و کبار تر بھی البتہ متاثر ہوتے جس کا انھوں نے  
 بڑی مسرت سے اعلان کیا۔

ڈاکٹر اقبال نے معاودت پر اخبارِ صلاح میں حکیم الہی کے سیاق  
 پر لکھا تھا ”میں نے ایسے بادشاہ کی زیارت کی جس کے کام کی بنیاد

بندگی خدا اور عشق وطن پر ہے یعنی ایسا بادشاہ جو قبائے خسروانہ کے اندر  
 خرقہ درویشانہ اوڑھے ہے اور خداوند تعالیٰ نے حضرت رسالتاً  
 کی روحانیت کے طفیل اس کی درویشی کو قبول فرمایا ہے۔ "اس صائب  
 رائے کے مطابق تبلاً اعلم حضرت فاضل (شہید) نے استقلال کے چودھویں  
 سال کی شاہانہ تقریر میں ملت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ قوت علم  
 صنعت اور کمال حاصل کرنا تمھارا فرض ہے اور راہ استقلال میں میرا  
 فرض بندگی خدا اور عشق وطن ہے۔ میری عبودیت میں دنیاوی طبع نہیں  
 اور میری حب وطن میں عقل کو دخل نہیں اس لئے میری کامیابیاں  
 محض لطف خداوندی پر مبنی ہیں اور ان میں دلیل و اندیشہ کی گنجائش نہیں۔  
 میں نے اپنی ملت کے لئے ایسے دل پر درداور پر آرزو کی پرورش کی ہے  
 کہ اس کے اور بارگاہ مجیب الدعوات کے درمیان کوئی واسطہ یا رذہ نہیں  
 میں نے قوت دانش اور ثروت سے کام نہیں لیا۔ میری قوت میرا  
 عجز ہے۔ میری دانش میرا عشق ہے اور میری ثروت میرا خلوص  
 ہے۔ ان تینوں بے بضاعتی کے متاعوں کو اپنی عزیز ملت کے لئے  
 ادھی ادھی راتوں کو جب آسمان کے دروازے کھلے ہوئے میں نے  
 درگاہ بے نیازی میں تفتیم کیا اور اپنے عجز مطلق اور بے کسی محض

کی قوت سے الطاف آسمانی کو حاصل کیا۔ دعا کرتا ہوں کہ بندگی کی  
 دولت مجھ سے لی نہ جائے اور اخلاص و فداکاری میں ثابت قدم رہوں۔  
 میری عزیمت کو دینی و دنیوی ترقیات نصیب ہوں۔



ابن شیم

ظاہر اور معنی کے ساتھ سابق کی مترادف

جدید یاد شاہی



# فصل اول

## ناگہانی شہادتِ کبریٰ

علحضرت غازی نے داخل و خارج میں جدوجہد کا اجر کرتے قنہار کی ولایت اور شمالی سمت کو وزیر محمد گل خاں کی تنویر تنظیمات سے آباد و آرامتہ کیا تو ترکستان کی جانب نئی اور قطع کوتاہ سفر ک نکال کر مزاراؤر مینہ وغیرہ کی اصلاحات کیلئے صد عظم سردار محمد یاشم خاں وزیر خارجہ سردار فیض محمد خاں اور وزیر تجارت مرزا محمد خاں کو اعزام کیا۔ ان اصحاب کے رخصت ہونے پر دارالسلطنت میں حسب معمول کاروبار جاری تھے اور شملہ مکاتب کے طلبہ میں درزشوں کے مقابلے ہو رہے تھے جن میں جیتنے والوں کو انعامات عطا کرنا بادشاہ نے اس لئے اپنے ذمے لیا کہ لوہو انوں کو مردانہ ریاضات میں سبقت کی تشویق ہو۔ جب آپ قصر دلکشا سے باہر تشریف لائے تو عین اس حالت میں کہ بڑی محبت اور شفقت سے اپنی معنوی اولاد کے ساتھ جس منہ سے باتیں کرتے تھے اور جس دل سے وہ الفاظ نکلتے تھے ان دونوں کو ایک طالب علم عبدالخالق نامی

پستول کا نشانہ بنایا (تین بجے روز چار شنبہ ۲۰ رجب مطابق ۸ نومبر ۱۳۱۲ھ) اپنے  
 جزع و فزع کی علامت کے بغیر زخم برداشت کیا۔ تین بیہوشی میں آپ کو حرم سرائے  
 اٹھا کر لے گئے اور اپنے عزیزوں کے درمیان چند منٹ بعد واصل بحق ہو گئے۔ مرتے  
 دم تک آپ نے وقار کو شعار بنائے رکھا۔ ان العزۃ للہ وللمولہ وللمومنین  
 جرنیل غلام نبی اور اسکے بھائی غلام جیلانی نے جب ساتھ آدمیوں کو ساتھ لے کر  
 برگڈیر عبدالاحد خاں کو قتل کیا تو یہ لوگ قید میں ڈالے گئے جہاں پانچ سال کے  
 عرصے میں اکثر ننگے بھوکے ہتے اور جرنیل صاحب محبس میں بھی مزے اڑاتے  
 بندش اور رہائی میں یہ معاون اصلی قاتلوں کے خاندان کو کوستے تھے اور میں  
 دونوں وقتوں کا شاہد ہوں۔ ایسے بیوفا اور ادا باش اشخاص کے ساتھ نوکر دوں کا  
 صمیمی معاملہ نہیں ہو سکتا کہ ان کی خاطر جاں نثاری پر آمادہ ہو جائیں چنانچہ بڑا نفاق  
 نے جو غلام نبی کا غلام بچہ تھا فائر کر نیکی بعد مہلک آلہ ہاتھ سے پھینک دیا تا کہ بچا نا  
 نہ جلے۔ قیاساً اس کو دھوکا دیا گیا کہ بادشاہ کے قتل پر سخت ہنگامہ و احتمال  
 برپا ہو جائے گا جس میں ہر کسی کو اپنی مصیبت پڑ جائے گی۔ شہر میں لوٹ مار مچ  
 جائے گی اور کسی کو قاتل کی گرفتاری نہیں سوجھے گی۔ بعد میں اس کو انعام و اکرام کی  
 طمع و توقع دلائی گئی۔ خادم نا تجربہ کار بے تشرم ننگین اور سیاہ دل مجرم نے فریب کھایا  
 اور اسکے مفاک محرموں نے اپنے فتنہ و فساد کے سابقہ سلسلوں میں ایک اور غلط آزمائش

کی بقیہ ان کی جہانیت کارنامہ امیدوں کے بالکل برعکس نکلا۔

ملت افغان کو شاہ شہید اور اسکے خاندان خالص کی خدمات پورے طور پر معلوم ہو چکی تھیں جس کا اظہار انکے غم الم اور ماتم سے ہوا مرحوم کے محروم بہیمانہ دلوں کے ساتھ ہمدردی کی لہر اٹھی اور حقانیت کے ساتھ عقیدت کے سمندر نے ایسا جوش مارا کہ اپنے اور بیگانے دنیا کے چار کھوٹوں میں آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے مگر پانی میں میکروب بھی جھوٹے ہیں نہنگ بھی جوشکار مار کر انشک ریزی کرنا ہے مگر انسان اس سے بھی بدتر ہو سکتا ہے بل ہوا ضل

دو ریاب لہر سرد جوشی جہاب زرہ چوی + شید قطع و امید بویہ لہ خیلو۔  
 (بحر کی سرد جوشی سے جہاب کا دل پھٹا جاتا ہے لہ شیدا اپنیوں سے امید قطع کر لیتی پائے)  
 جب ملک کے اندر اور باہر سے تعزیت و تسلی کے پیغاموں کی تاریں غم خواری برسائے  
 لگیں تو روم سے یہ خبر آئی کہ امان اللہ خاں اس سرگ پر خوشی کا ترشح کر رہے ہیں  
 البتہ ظرف میں جو ہو وہی ٹپکے گا اس ہجرت کا باعث یہ قرار دیتے ہیں کہ ظلم و ستم  
 کا دور ختم ہوا۔ زمانہ جو محکب فتح ہے آئندہ اس کی تردید کرے گا مگر ماضی سے یہ  
 مستنبط ہوتا ہے کہ شاہ نادر خاں غازی نے قتل و غارت کے عہد کو قطع کیا اور  
 عدل و امن کی صورت پیدا کی۔ بعض افسر ارکو یہ نہ بھیایا اور ان کی ریشہ دوانیوں سے  
 افغانی سفارتخانہ برلن میں اور انگریزی سفارتخانہ کابل میں مذبحے بنے۔ ان





اعلیٰ حضرت غازی شہید مسند نادر خان اعلیٰ حضرت شاہ مسند تالپر خان

مفسدوں کی بیچ کئی جوانیوں ہینگانوں پر یکساں ہاتھ صاف کریں واجب تھی۔ ورنہ دھاڑیوں کی حکومت کا اعادہ غالب تھا۔ رومی مسافر کی یہی حسرت تھی جو اپنے حرمین میں ایک صالح اور عادل بادشاہ کی موت پر مسرت ظاہر کی بجائے اپنے پر مجلس شہور نے فیصلہ کیا کہ وہ ملت افغان ہی سے خارج ہے۔ انہ لیس من اہل انہ عمل غیر صالح ۛ

پسِ نوح بایاں نبشت ۛ خاندانِ نبوتش گم شد

ملت کے ماتمِ عموم کے علاوہ دولِ خارجہ کے سفیروں نے یہ پیغام سنایا۔ ہم اٹھ حضرت محمد ظاہر خاں کی خدمت میں عمیق ترین احساساتِ ہمدردی و تسلی تقدیم کرتے ہیں۔ فی الواقع اٹھ حضرت بادشاہ محمد نادر خاں کا صنایع ہونا ایک عظیم سوگوار ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ سب ہمدردانہ مظاہرات جو تمام اطراف سے اٹھ حضرت کے پاس پہنچ رہے ہیں ایک حد تک آپ کے غم و الم کو تسکین دیکر اس طاقت و توانِ فرسا بار کو جو اس سانحے سے آپ نے اٹھایا ہے تحفیفت دیں گے۔

جس جگہ سے امان اللہ خاں نے شادمانی کا اعلام کیا تھا وہاں کے بادشاہ نے یوں اظہارِ رنج کیا:۔ اٹھ حضرت محمد ظاہر خاں شاہ افغانستان سے تمنا کرتا ہوں کہ لطف فرما کر میری تسلیات کے شدید ترین مراتب کو اپنے نامدار باپ کے

حزن اور ضیاع پر قبول کریں۔ وکٹریا تیول شاہ ایطالیہ۔  
 علیحضرت شاہ عراق :- آپ کے عالی ہمت باپ کی رحلت پر کمالیہ تالم و  
 حزن سے پسے نہایت درجہ در و رقت کا اظہار کرتا ہوں۔

فان ہنڈن برگ رئیس جمہور جرمنی :- آپ کے باپ علیحضرت محمد نادر شاہ  
 کی مدینہ شہادت پر نہایت متاثر و متالم ہو کر اپنے مہمبی و ہمدردانہ احساسات تمام  
 دل سے آپ علیحضرت کو تقدیم کرتا ہوں۔

البرٹ لوبرن رئیس جمہور فرانس :- آپ علیحضرت کے نامور باپ علیحضرت  
 محمد نادر شاہ کی شہادت پر جو ایک برے اور مہیاک قصد سے واقع ہوئی عین قاتلہ  
 متاثر ہو کر تہ دل سے ہمدردی و تسلی تقدیم کرتا ہوں۔

علیحضرت رضا شاہ ایران :- علیحضرت محمد نادر شاہ غازی کی شہادت  
 کی خبر وحشت اثر سے نہایت متاثر ہوا غم و الم سے بھرے دل کے ساتھ آپ  
 علیحضرت اور خاندان سلطنت کو صمیمی تسلی دیکر آپ کے لئے صبر و شکیبائی کی  
 دعا کرتا ہوں۔

گناس موسکی رئیس پولینڈ :- علیحضرت محمد نادر شاہ پر جنایت کا رانہ حملے  
 کی خبر سے جو ان کے قائمہ حیات پر منتج ہوا عیناً متاثر ہوا۔ میری مہمبی تسلیات کے  
 ساتھ ہی سرگرم دعائیں قبول ہوں جو علیحضرت اور افغانستان کی ترقی و عظمت

کے لئے کرتا ہوں۔

علیٰ حضرت فواد پاؤں ہا ہا ہا۔ آپ علیٰ حضرت کے نامدار والد پیر سوہ قصبہ اور بیابانہ محلے سے جوان کی وفات کا موجب ہوا صیمانہ تسلیات دلی رقت و محبت سے ارسال کرتا ہوں۔ آپ علیٰ حضرت کے جلوسِ تخت سے میرے حزن و ملال کو بڑی تسکین ہوئی میری دعائیں آپ کی سیادت کے ماتحت ملت افغانستان کی ترقی و سعادت کیلئے قبول ہوں۔

یہ چند مراسلات عیناً نمونے کے طور پر نقل کئے گئے ورنہ اسی طرح بادشاہ اور ملکہ علیہم۔ برطانیہ۔ ترکیہ۔ جاپان۔ روس الغرض سب شانان و رؤسائے ٹیگیٹ اور پوسٹ کے ذریعے مواسات انگلیشی کا اظہار کیا۔ سوائے ایک شاہ مخلوع کے جس کو بقول کالیوں کے خدا نے تھرایا کیونکہ اس کو اپنے شرفِ آداب کے علاوہ اپنی پناہ گاہ اٹلی کے لاطینی محاورے کی بھی خبر نہیں تھی جس کی رو سے متوفی کو اچھا ہی کہتے ہیں۔ قاتلِ چرس نے ایک ناجی و منجی بادشاہ کو عمداً شہید کیا سبھی نے نفرین کی۔ الا چند ہوس پرستوں کے جنھوں نے صرف اسی لئے اسے ابھارا تھا۔ کہ خون کے علاوہ مال سے بھی اس کے ہاتھ رنگے جائیں گے ورنہ اس کیلئے اور کوئی چیز حرکت نہیں تھی۔ وطن کے خائموں کی خام طبعی کے خلاف قاتل کے ہم مکتب ہی سے چیر پھاڑ ڈالتے اگر فوراً سردار شاہ محمود خاں اور وزیر اللہ فواد خاں



صحیح صبر سے کراچی کر کے اسے مصلحتاً نہ چھڑاتے اور مزید تحقیق کے لئے قید میں نہ ڈالتے۔

شہادت کے دوسرے دن جب یہ اطلاع ہمیں جالندھر میں پہنچی تو ہمارے کھر میں البتہ تاثر برپا ہو گیا۔ میرے بارہ سالہ لڑکے نے جو کابل کے فریسی مکتب کا معلم رہ چکا ہے غم و غصے میں بے اختیار نہ کہا کہ اگر میں لڑاں ہوتا تو قاتل کو قتل کئے بغیر کبھی نہ چھوڑتا۔ میرے بھانجے خان بہادر عبد المجید خاں نے انحضرت غازی کی فتح کابل کی بشارت بے انتہا مسرت سے مجھے پہنچائی تھی جس کا ذکر پہلی جلد میں ہوا ہے۔ اب اسی غایت درجہ غم سے یہ تحریر کیا ہے۔ انحضرت غازی شہید کی وفات کا حال پڑھ کر اس قدر اسلامی اور قومی صدمہ ہوا ہے کہ اس کا اندازہ اللہ پاک کو بخوبی معلوم ہے۔ نہ زبان سے اظہار ہو سکتا ہے اور نہ قلم سے لکھا جاسکتا ہے۔ میں تو آسمان کی طرف دیکھ کر روتا رہتا ہوں اور یہ پڑھتا ہوں مع سر در ستم سلامت کہ تو خیر آزادی دار سلطنت میں البتہ کہرام مچ گیا۔ قوی دل سردار شاہ محمود خاں نے بازار میں جاکر باشندوں کو تسلی دی اور تمام اطراف میں ضبط و ربط کا پورا انتظام کر دیا۔ جس سے اہمیت میں کسی خلل کا شائبہ نہ رہا۔ ملکی و عسکری افسر اور اعیان مملکت فوراً شاہ شہید کے پس ماندوں سردار شاہ محمود خاں شاہزادہ محمد ظاہر خاں اور سردار احمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ چونکہ شرعی مقررات

اور افغانستان کے اصول نامہ اساسی کے مطابق نئے بادشاہ کا انتخاب اور جانشینی لازمی و جبری ہے لہذا تمام اکابر دار کاں سلطنت منصبداران نظامی مجلس شوریٰ، مجلس اعیان اور جمعیت العلماء سب نے عالیقدر جلالہ التاب والا حضرت شہزادہ محمد ظاہر خاں کو جانشین منتخب کر کے ان کی خدمت میں متفقاً بیعت معروض کی۔ قلعے کی فوج اظہار اطاعت کے لئے اس حضرت محمد ظاہر خاں کے پاس حاضر ہوئی اور باقی افواج کو اپنی اپنی چھاؤنیوں میں حاضر رہنے کا حکم دے کر آپ موٹریں ان کے پاس پہنچے۔ سارے عسکر نے گریہ و زاری کرتے کمال رضامندی سے بیعت پیش کی جب جدید بادشاہی ہر طرف سے مسلم ہو گئی تو ایک سو تیس توپوں نے سلامی ادا کی اور اس کی طلوع ٹیلیفون ٹیلیگراف اور خطوں کے ذریعے مناسبت مقامات میں پہنچائی گئی۔

قاتل کی تحقیق جاری ہوئی اور ہر طرف سے سراغ ملنے پر تین اور ملزم گرفتار ہوئے جن میں سے ایک کو ڈیڑھ مہینے کی مزید تفتیش کے بعد قاتل کے ساتھ قتل کی سزا دی جو سنگینوں سے دی گئی اور باقی دو کو جسدِ دوام کا حکم ہوا۔ اگرچہ لوگ ان کی بھی موت ہی مانگتے تھے۔

## فصل دوم

### عاشق کا جنازہ ہے درادھوم سے نکلے

پنجشنبہ کی صبح خلقت کا ہجوم علیحضرت شاہ محمد ظاہر خاں کی بعیت کر کے  
 ارک سے باہر سڑکوں کے دو کناروں پر جمع ہوتا جاتا تھا جہاں تقریباً ایک میل  
 کے مسافت میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سپاہی الٹی بند و قیس لٹکائے کھڑے  
 تھے۔ گیارہ بجے میت مبارک موڑ میں پھولوں سے بھری عید گاہ میں پہنچی جہاں  
 لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آیا تھا۔ نماز جنازہ کے  
 بعد علمائے دعائیں مانگیں اور حضرت نور المشرق نے تقریر کی جو اس عقیدہ مندی  
 کی مثال کے طور پر ترجمہ درج کی جاتی ہے جو علاوہ ملکی اراکین کے روحانی  
 پیشواؤں کو بھی شہید سعید کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ تھی :-

(مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ اگر دنوں پر پڑتیں تو وہ راتیں بن جاتے )  
 عزیز بھائیو اور علیحضرت غازی محمد نادر شاہ شہید کے معنوی سرزندہ اور  
 اخلاص مندو۔ آج ہم اور آپ ایسے عظیم صدمے اور نقصان میں مبتلا ہوئے

ہیں کہ دنیا میں اس کی نظیر کتیرا آتی ہے۔ ہم نے ایسے بادشاہِ حقیقت آگاہ کو کھویا ہے جس کی مانند شرق و غرب میں کوئی موجود نہیں ہے۔ ایسے محمد نادر کو ضائع کیا ہے جو وطن و دوست ملت پر درخادم قوم محب فقر و مساکین اور مشرق و مسلمین کا مایہ ناز تھا۔ مجھے حتیٰ ہے اگر کہوں کہ ہم سیر و زنگار اور بد بخت ہیں۔ مسلمان کم طالع اور شرق بد نصیب ہے۔

میری مسند فقر ہے اور میرا وظیفہ مسلمانوں کی دعا گوئی اور ترقی ہے۔ میرا خدا شاہد ہے اور وہ کافی گواہ ہے کہ میں پچاس سال کے طول میں اور افغانستان کے متعدد سلاطین کے مذاول میں ایسے بادشاہ کی جستجو کے صدہ میں تھا جس کو اولوالامری کی حقیقی صفت سے موصوف جانوں اور وہ تمام اوصاف و کمالات اس میں پاؤں جو اسلام کے بادشاہ اور شرق کے بادشاہ تاجدارین ہونے لازم ہیں۔ ہائے افسوس! بے پایاں انتظار کے بعد اپنی اس آرزو کو پایا جو عموم مسلمین اور اہل مشرق زمین کی منتہی لیکن قبل ازیکہ اس شہر یار عالی کی مادی و معنوی مصلحتات اور شرقی و تعالیٰ کی بلند خدمات سے بہرہ ور ہوں خدا نے اسے ہم سے جدا کر دیا اور بہشت کا دروازہ اس کے لئے کھول دیا۔

محمد نادر بندہٴ خاص الہی امتِ عقیقہ تہذیب محمدی، دستارِ خلفائے راشدین، اولیائے عظام اور ایک نیک نام مسلمان تھا۔ محمد نادر شاہ کو پورا دور رعیت کا

خیر اندیش تھا۔ محمد نادر ایب شخص تھا جس نے نوجوانی سے لے کر بڑھاپے تک سوائے عبادت ذوالنہن اور عشق وطن کے اور کسی ہوا و ہوس کو دل میں جگہ نہ دی تھی۔ محمد نادر افغانستان کا ایسا نڈا کار سپاہی تھا جس نے کئی دفعہ ملت کی شرافت و افتخار کی حفاظت میں اپنے وجود کو جہاں نشاری کی تہہ بان گاہ میں پیش کیا اور اپنے رشید بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ اپنے سینے کو ان تیروں کی سپہ بنایا جو وطن کو آماج گردان رہے تھے۔ محمد نادر ایب دانشور مجاہد تھا کہ جنگ استقلال کے موقع پر اس کے اہم کارنامے ملک کے لئے باعث فخر ہیں۔

میں اور وہ اس جہاد میں اکٹھے مقیم تھے۔ واللہ محمد نادر صبح سے لے کر شام تک ایک فرد سپاہی کی مانند خندقوں میں گشت لگاتا ہدایات دیتا اور فوج کی احتیاجات کو رفع کرتا اور رات کو عشا کی نماز کے بعد اخیر شب تک سپہ سالاری کے انتظامی امور کا اجرا کرتا۔ پھر دو تین گھنٹے کی راحت کے بعد مجھ سے پہلے حاضر ہو کر نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کرتا۔ اگر میں اس کی جگہ ہوتا اور دن رات اس طرح سرگرداں رہتا کہ سکتا ہوں کہ نماز صبح کبھی باجماعت نہ پڑھ سکتا۔

ہائے مصیبت کہ ہم سے ایسے شاہ دل آگاہ نے رحلت کی جس نے اپنی ناتوان اور لرزین جان و تن کے ساتھ سرد سامان کے بغیر اپنے اہل و عیال اور

خاندان کو قربان کرنے سے دریغ نہ کر کے اور نوہینے کے عرصے میں طرچ طسج کی صعوبتیں اور مشقتیں جھیل کر ہم کو وحشتناک بلاؤں سے نجات دی۔ پھر اس چار سال اور ایک مہینے کی متواتر مدت میں اس مریض مونا توں وجود کے ساتھ مثبت روزہ جاری روحانی پاکیزگی عمومی مرفہ الحالی اور اخلاقی مدنی سیاسی ارتقا کے لئے سعی و کوشش کرتے ایک دم آرام نہ کیا۔

سب جانتے ہیں کہ محمد نادر افغانستان کا ایک جامع کمالات خادم تھا۔ محمد نادر تمام محاسن و فضائل سے آراستہ اور بدعات و رذائل سے پرہیزگار تھا۔ اس نے ساری عمر باوجود بڑے عہدوں کے کسی کو بدکلامی سے خطاب نہ کیا کسی کو اذیت نہ پہنچائی۔ ہمیشہ خیر خواہی کرتا تھا۔ الغرض بااثر بلند کہتا ہوں کہ محمد نادر معصوم تھا۔ چونکہ معصوم محمد نادر کی عالی خدمات اور بلند مجاہدات کا صلہ ہماری اس کے فرزندان معنوی کی سپاہیوں سے لے کر افسروں تک کی قوت اختیار سے ما فوق تھا۔ کیونکہ اگر ہم اس کا اجر دیتے یا اس کی خدمت کرتے تو فقط دنیوی مقاصد میں اس کی معادنت کرتے لیکن اس کی اخروی منزلت کی ترقی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے اسے شہید اکبر بنا دیا اور اپنے نھا اور اپنے رسول کے دیدار سے اسے مفتخر کیا۔ پس خوش نصیب ہے محمد نادر اور بد بخت ہے قاتل فاجر اور افسوس ہے افغانستان مسلمانوں اور شرفیوں

کے حال پر۔ اس درد کی دوا اور اس زخم کی مرہم اس کے سوا اور کچھ نہیں تھی کہ ہم نے معصوم اور شہید اکبر محمد نادر خاں کے فرزند ارشد کی بیعت اختیار کی اور ان کے شریف و نجیب خاندان پر اعتماد کیا جن کے اونچے تجربے دیانت دوستی وطن خواہی، ملت پروری، عسکر نوازی اور ترقی پسندی تمام عمدوں اور سلطنتوں میں افغانستان کے چھوٹوں بڑوں کی ضمانت پر ظاہر ہے۔

میرے بھائیو! یہ افغانستان کی سعادت کی علامت ہے کہ آج والا حضرت محمد ہاشم خاں صدر اعظم نے باوجود اپنی محبوبیت اور رسوخ کے جو ان کو عوام و خواص میں حاصل ہے مزار شریف سے اپنی بیعت پیش کی اور وہ اس نواح میں ان کے اور ان کے وطن کے لئے خدمت کو رہے ہیں۔ نیز والا حضرت شاہ محمود خاں وزیر حرب نے باوصف اپنی ہر دلعزیزی اور نفوذ کے جو سر حکمران تھے ہیں علیحضرت محمد ظاہر خاں کی بیعت قبول کی اور وہ مملکت کی خیر و بہبود کے لئے مجاہد کر رہے ہیں۔ اسی طرح تمام امرا و اراکین عسکری افسر و سپاہ اور ملی طبقات عموماً شہید و معصوم محمد نادر کی خدمات کے لحاظ سے اور ان کے خاندان عالی کی صداقت و امانت پر اعتبار کر کے علیحضرت محمد ظاہر خاں کی بیعت اطاعت اور ان کے احکام کی پیروی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے ہیں۔

میں افغانستان کے ایک فقیر و دعا گو کی حیثیت میں وطن کے تمام سعادت

خواہوں کی مانند فخر کرتے ہوئے خداوند متعال سے نیاز کرتا ہوں کہ ہم سب کو دنیا کے مشرور و مطالب اور عقبے کے سب مقاصد میں کامیاب و فائز المرام بنائے اور بیش از بیش توفیق بخشے کہ اچھی طرح خیر و شر میں تیز کر کے اپنی بہتری و عزت کے لئے اعلیٰ حضرت محمد ظاہر خاں ان کے معزز چچوں اور اپنی حکومت مبعوض کی ہدایات کے ماتحت خدمت و مجاہدت کریں اور درگاہ الہی سے دعا مانگیں کہ ہم کو قیامت میں بھی محمد نادر شہید اکبر معصوم کی مطیع و وفا شعار رعایا اور اس کے مخلصوں کے ذمے میں مبعوث فرمائے۔

وہ خائن جو ہمارے رشتہ و وحدت اور انیت کو توڑنے کے درپے ہیں بدعت دہریت اور فحاشی کی ترجیح چاہتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ اس حقیقی وطن اسلام کو اس گلشن امام اعظم کو اور اس عظیم الشان نشانِ دینیت کو تباہ کریں بھجوانے واللہ مہتمم نودہ و لو کرہ الکافرون۔ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے اور ہمیشہ جیسا کہ تمام مواقع میں نخل و رسوا اور روسیہ ہو چکے ہیں اب بھی خداوند تعالیٰ نے ان کو شرمندہ و ذلیل کیا۔ ہر چند محمد نادر معصوم و شہید اکبر کی شہادت کا واقعہ ہائیکہ نہایت دردناک اور جگر خراش ہے لیکن آج اخلاص محبت و وحدت اور مصیبت کے یہ مظاہر جو ملک کے ہر گوشہ و کنارہ سے مشاہدے میں آ رہے ہیں ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے دوستوں کی مسرت اور

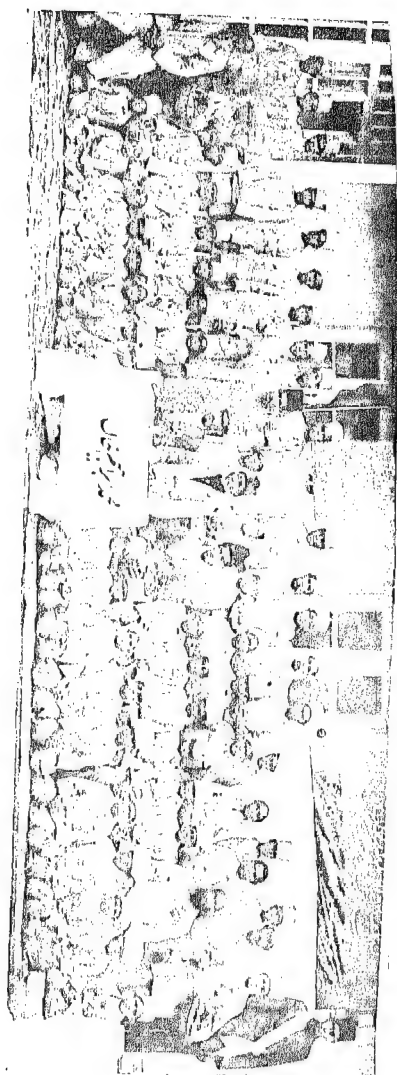


دشمنوں کی نجات کا موجب ہیں۔

دنیا سمجھ لے کہ ملت افغانستان محمد نادر خاں اور ان کے خاندان کو اسلام اور افغانستان کے حقیقی خادم و فداکار جانتی تھی اور جانتی ہے اور خالص نیت اور محکم عزم سے اس کو اور اس کی شہادت کے بعد اس کے فرزند ارشد کو اپنی ادلی الامری پر قبول کرتی ہے۔ اس عقد اخوت و محبت کو جو آج خوش بختانہ افغانستان کی ملت و حکومتِ حاضر کے درمیان موجود ہے دنیا کی کوئی مقتدر اور طاقتور قوت ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی کیونکہ یہ کلامِ خدا کے ماننے والے اس کے مذہب پر چلنے والے مسلمانوں کی اصولی ترقی کے چاہنے والے اور افغانستان کے مجدد و شرف کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اسی طسحِ تقریروں اور دعاؤں کے بعد علامتِ حضرت شہید کا جنازہ عید گاہ سے اٹھا اور تپہ مرغباں میں جو آپ کا آبائی مدفن ہے علما امناء اور عسکری افسروں کے کندھوں پر سے اتارا جا کر اس خاکِ پاک کے نیچے جا بسا جس کی تحریم و نجات کے لئے برسوں پہلے اسی شہر بانی کی دعا مانگی تھی اور اسی فدا کاری پر عمل تھا اور آخر نتیجہ شہادتِ کبریٰ ہوا۔

مبطلِ خلافتِ لائقِ لائق کے سیاہ پوش لڑکوں کا ایک گروہ یہ کمکر در رہا تھا کہ ہم اب یتیم ہوئے۔ علامتِ حضرت محمد ظاہر خاں یہ سن کر بے تحاشہ گریہ و زاری کرنے





لگے جن کے ساتھ سب اکابر آہ و بکا میں شریک ہوئے۔ واپس جا کر اعلیٰ حضرت  
 نے دارالایتام نادری میں چند سو روپے روانہ فرمائے اور یتیموں کو تسلی دی کہ  
 شاہ شہید کی طرح ان کی خبر گیری اور سرپرستی میں ہمیشہ پوری توجہ رکھی جائیگی۔

# فصل سوم

## فوق العادہ و متحدہ تعزیت و تہنیت

هو الذی مخلق الازواج کلھا۔ خدا تعالیٰ نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ شادی غمی اور سنسار و نا ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر ایسے ملے۔  
 جیسے کہ جدا بھی نہیں ہو سکتے۔ پھر ان دونوں کے سبب خوبی اور بدی ہیں۔ ان میں  
 بھی یہی کیفیت ہے اور بڑے پیچیدہ طریقے سے باہم نزدیک و دور ہیں۔ نیکی سے  
 کامیاب ہو کر ان خوش ہوتا ہے تو برائی سے کام نکال کر بھی شیطان سیرت  
 آدمی خورم و خراں پھرتا ہے۔ سچائی کو فتنے اور آزمائش کا سامنا ہوتا ہے تو خواہ  
 خواہ حق پرست آدمی رنجیدہ ہوتا ہے اور مکار و دغا باز کو سزا ملتی ہے تو وہ غمگین  
 ہوتا ہے۔ یغشی الليل النهار۔ رات دن کا تغیر بھی نقیضین میں سے ہے  
 اور اس تبدل میں وہی باریک آمیزش ہے تاریکی اور روشنی کی جو باہم ایک لطیف  
 طرز سے اکٹھی ہو کر پھر علیحدہ ہوتی ہیں۔  
 بصدق کوش کہ خورشید زائداً از طلعت + کہ از دروغ میاہ روئے گشتن نخست

عین اندھیرے میں قھوڑا سا اجالا ہو کر پھر غائب ہو جاتا ہے۔ یہی حال جھوٹوں کی عارضی سرخروئی کا ہے جو دلیل ہے اس امر کی کہ غریب حقیقت کا سورج چڑھنے والا ہے مگر پھر بادلوں کا گرجنا گھنگور گھٹا کا چھانا ان سے میتہ برسنا اور بجلی کا گرنا باقی ہے۔ بارانِ رحمت بھی مسالکین کی خانہ بربادی کر دیتی ہے اور مہلک مصائب سے فضا کے زہریلے جراثیم بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا ینعیان۔ دریچے اور کٹیہ دریا جہاں ایک دوسرے کے گھلے میں یا نہیں ڈالے ہو رہے ہیں وہاں ان کے مابین ایک خلیج بھی حائل ہے۔ یہ ہے دنیا کے اخلاقی امور کی ترکیب اور اسسٹنڈنٹ آباد کی ماہیت۔ فاذا اودى فی اللہ جعل فتنة الناس کون اب اللہ خدا کی راہ میں جو کانٹا پیچھے روٹا اٹکے یا رہزن و دشمن سرکاٹے تو وہ اللہ کا عذاب نہیں ہے بلکہ لوگوں کا فتنہ ہے جن میں سے مفسد مصلح کے شریر شریفیت کے اور خبیث طیب کے پیچھے لگے ہیں اور یہ اذیتوں کا سلسلہ جاری ہے، مصلح اور مستحق شہادت کا درجہ پالیتے ہیں اور قاتل قصاص کے علاوہ جہنم غضب اور لعنت کے مستوجب بن جاتے ہیں اور ہمیشہ کی پھٹکان کی گردن کا ہار رہ جاتی ہے۔ سب سے بڑی مثال یزید پلید کی ہے وہ بھی نہ رہا اور امام حسینؑ رہ بھی نہیں ہیں۔ لعلیلثوا الا عشیة او ضلحہا۔ جاودانی عرصے میں نیکنامی اور شہرت

کے حاصل ہے ؟

لا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون فوحيين بما انتهم الله من فضله وليستبشرون بالذين لم يلحقوا بهم من خلفهم الا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔ جو لوگ خدا کے راستے میں قتل ہوئے ہیں نہ صرف وہ زندہ ہیں بلکہ ان کو رزق مل رہا ہے خدا کے فضل سے نعمتیں پا کر مسرور ہیں اور یہاں تک اختیار رکھتے ہیں کہ اپنے پس ماندوں کو بھی خوشخبری دیتے ہیں کہ انھیں کوئی خوف نہیں اور نہ کوئی غم ہے۔ ان کی نیک مثال ان کے اعمال کا نمونہ حسنہ ان کے مفید اقوال کا مجموعہ اور ان کے جوش دلانے والے حالات باقیات صالحات بن کر ان کے عزیزوں خیر خواہوں اور عقیدت مندوں کو مزید ترقیات پر ابھارتے ہیں اور دلادری اور جاں نثاری کا سبق دیتے ہیں۔

مرگ مقدر ہے۔ بقول شیکسپیر بڑا دل ہزار دفعہ مرتا ہے اور بہا دھرم ایک بار۔ ہم مسلمان اگر شجاعت سے لڑتے یا نیکی کرتے مریں تو ایک مرتبہ بھی نہیں مرتے بلکہ زندہ ہی رہتے ہر قسم کے لطیف ارزاق سے مستحق ہوتے رہتے ہیں جن کی ایک صاحب دل اور عالی ہمت مرد کو خواہش ہو سکتی ہے۔ اشہد انکار رزق تکذب ہے۔ تجعلون رزقکم انکم تکذبون۔ اخبار کا رزق البتہ تصدیق ہے اور

اس میں وہ صحیح باتیں بھی داخل ہیں جو شہیدوں کے بعد دنیا میں جاری رہتی ہیں اور ان کا علم انھیں دیا جاتا ہے۔ ان کی تجاویز بار آور ہوتی ہیں جن سے لوگوں کو فائدہ اور آرام پہنچتا ہے تو اس کے ثواب کے علاوہ اس سے مطلع ہو کر وہ محفوظ ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے قصے میں ایک معصوم کے قتل میں یہ مصلحت بتائی گئی ہے کہ وہ آئندہ معصیت سے بچا اور اس کے بعد نعم البدل آیا من ہو خیر از کوۃ

واقرب رحماہ

نکوائے گرد و دیز دہر نیکو تر شود پیدا ۛ چو گیرد قطرہ راہ عدم گوہر شود پیدا  
پھر تہیوں کی پرورش کے غیبی سامان میں یہ پوشیدہ دلیل تھی کہ ان کا باپ صالح شخص تھا۔ کان ابوہما صالحا۔ اعلیٰ حضرت محمد ظاہر خاں کے بارے میں یہ دو نو باتیں صادق آسکتی ہیں۔ ان کی حسی و نبی قابلیت پر بفضل ایزدی سب توقعات قائم ہو سکتی ہیں۔ ساری ملت نے متحرانہ آواز سے ان کے مرحوم و مغفور والد ماجد کی فوق العادہ اور جاں نثارانہ خدمات ملی کے بدلے اور ان کی اعلیٰ و فضل تعلیم و تربیت اور لیاقت کے آثار پر بھروسہ کر کے ان کی بادشاہی پر لبیک کہی بیسیوں تعزیت نامے جن کے اخیر میں تہنیت کی صدا آتی تھی جیسے محرم کے ماتم میں مسلمانوں کا نور و مضر ہو تا ہے آپ کی بارگاہ میں تقدیم ہوئے جن میں افغان طلبہ کی طرف سے جو عرضیہ تقدیم ہوا وہ اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ قاتل سیاہ



دل بھی ایک طالب علم تھا ہے  
 علم گر بر سر زندہ مارے شود \* علم گر بر دل زندہ مارے شود  
 اسے علی حضرت جواں بخت !

وہ حادثہ ہجرت خراسان جو کل خاندان جلیل شاہی اور تمام ملت افغانستان پر واقع ہوا ممکن نہیں کہ اس کا مشاہدہ ملت افغان کے بڑے اور جوان کے دل میں حسرت و غم کا شعلہ نہ بھڑکائے اور نزدیک و دور سے جس کسی کی روح و دماغ میں بھی حب دین و وطن جاگے گیر ہو امکان نہیں کہ ہمارے اور آپ کے شاہ شہید مغفور کی شہادت کے واقعے سے اس کے لب خشک آنکھیں تر اور ہجر پر درد نہ چہ جائیکہ ہم طلاب افغان جو اپنے مشفق باپ عدالت شہار تاجدار کو آج درمیان نہیں دیکھتے ہیں۔ اپنے بادشاہ استقلال بخش علم دوست علی حضرت محمد نادر خان غازی کو ہم ملایہ اعلیٰ کے مقام میں دیکھتے ہیں۔ ہاتے افسوس و حسرت۔ اس بادشاہ تاجدار نے خدمت وطن کے دن سے جہاد کے سال تک ملت کے شرف و ناموس کو بدبختی کے خوف سے بچایا خصوصاً ذلت و حشت و جہالت کے برس وطن پریشان کو ظلم و ستم سے نجات بخشی۔ ملت پر اگندہ کو جمع کیا اور ناتوان باشندوں کو قوی بنایا۔ اس وطن کی حدود کو اور آبرو کو جو خاک میں مل رہی تھی خطرات سے محفوظ کر کے مدنی و اقتصادی عمرانات کو جو زمین کے ساتھ ہوا ہو گئے تھے

از سر نو آباد کیا اور بڑھایا۔ بوڑھوں اور جوانوں کو خاک و خون مذلت سے اپنے سینے اور کندھے پر اٹھایا۔ مساجد و مدارس کو جو دیرانِ حقیر ہو رہے تھے اپنے عالمانہ و دیندارانہ احساسات سے معمور و محتشم بنایا۔ جہالت و نادانی کے الزام کو جسے افغانستان کی شرافت و افتخار کے دشمن ہم پر بھوپتے تھے بالکل تراش دیا اور دھو ڈالا۔ ہماری دولت و ملت کے سرنگوں جھنڈے کو مجد و عظمت کے ساتھ ملل اور دول کے پائے تختوں میں دوبارہ گاڑ کر برا فرشتہ کیا اور وحدت ملی اتحاد فکری کے تائین کرنے میں پوری کامیابی حاصل کی۔

ہائے مصیبت والے آفت۔ ادب و اخلاق کی رسوم اور دین و تربیت کے آئین تعلیم و تہذیب کے۔ علم کو اخلاق کے ساتھ اور عقل کو شرع کے ساتھ آمیزش دی۔ خوانین و نو ساریش سفیدوں اور جوانوں کو باہم باپ بیٹے بھائی اور دوست غنوار بنایا۔ شہروں کو قبضوں کے ساتھ اور میدانوں کو صحراؤں کے ساتھ مربوطیت اور ہم رنگی بخشی۔ مردہ اراضی کو اور سلاف کی بزرگی و حرمت کو زندہ کیا۔ علم و فن کی ترقی میں مادی موسسات کے قیام میں اجتماعی اور اقتصادی توانائی اور آبادی میں کمرہمت باندھ کر سعی و کوشش کی۔ اس دابقہ الیم اور حادثہ کمر شکن پر ممکن نہیں کہ ہم جگر خون ہوں اور اس ماتم جانکاہ کو بڑی بدبختی اور ضیاع عظیم نہ جانیں کیونکہ اس شہر یار کے وجود مسعود نے ہم کو دنیا سے امروزہ کے

ساتھ شناسا کیا تھا۔

اے اعلیٰ حضرت۔ شاہ شہید صرف آپکے تاجدار اور غرور باپ نہ تھے بلکہ آپ سب افغان لڑکوں کے قبلہ اور طلباء کے پشت دینا تھے۔ اپنی دطن پروری اور ارشاد کی تعلیم کو وطن کے لڑکوں پر اور ہم قوم طلبہ پر ثابت کر چکے تھے۔ اپنے وجود علیل اور خاندان جلیل کو وطن کی رہائی و نجات کے لئے اندنیت کی راہ اور صحیح ترقی کے حصول کے لئے، اور آخر کار سچا نہ ملت کی حریت استقلال و عظمت جلال کے لئے قربان کر کے چار سال اور ایک مہینہ پہلے توکل و دیانت پر تکیہ کر کے عزم و ارادہ کے سرمائے کے ساتھ مع اپنے عزیز و نجیب بھائیوں کے ہماری خلاصی اور اصلاح کے لئے پہنچے، ہم کو ظلم جہل فسق اور وحشت سے چھڑا کر ہماری شرافت و عظمت کے علم کو بلند کر کے ہم کو امن و سعادت کی شاہراہ پر رہنمائی کر چکے تھے۔ کتاب و قرآن اور محراب و منبر کی حرمت کو دوبالا کر کے استقلال اقتصادی اور شرافت دینی کو ہمارے نہیب کر چکے تھے۔ ابھی پورے طور پر ہم نے اس کا شکریہ ادا نہیں کیا تھا کہ کل ایسے شخص کے ہاتھ سے جو اولاد وطن کے لئے باعث ننگ طلباء افغانی کے لئے موجب عار اور مسلمانوں کے جامعہ پر سیاہ دھبہ ہے۔ ہمارے مبارک باپ کا سینہ قدر و خیانت کا نشانہ بنا جس سے ہمارے آئندہ شاندار دورے کی آرزوؤں کے دل میں ناامیدی کا خنجر لگا اور ہم کو

داعدار اور سوگوار بنایا لیکن چونکہ ہمارے اور آپ کے مغفور باپ نے شب و روز دین و وطن کی خدمت میں مصروف و منہمک رہ کر ساڑھے چار لاکھ پندرہ سال پہلے شہادت کی آزد کر کے وطن کی نجات کے لئے میدان میں قدم رکھا تھا۔ کل آپ کی ذات اقدس ہندگی کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہو کر ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہو گئی۔

علی حضرت اور والدہ شاہانہ علیا حضرت، والا حضرت صدر اعظم سردار محمد ہاشم خاں، والا حضرت سردار شاہ ولی خاں والا حضرت سردار شاہ محمود خاں اور تمام خاندان جلیل شاہی اور باقی ملت کے اولاد و احفاد کے لئے عمر صبر اجر اور سعادت کے لئے دعا کرتے ہم اپنے لئے یہ توفیق مانگتے ہیں کہ صدق و صمیمیت کے ساتھ علی حضرت شاہ جواں بخت کی اطاعت کریں جو شاہ شہید مغفور کے دست پروردہ اور نہال باثر ہیں۔ ہم اپنے علم معقول و مشروع کے ساتھ جس کی تحصیل میں ہم کوشاں ہیں اس پر کھتے ہیں کہ اولاد افغان کے دامن سے اس سیاہ داغ کو دھوئیں گے۔

اس کے جواب میں سردار شاہ محمود خاں نے ایک طویل تقریر کی جس کا صرف وہ حصہ ترجمہ کیا جاتا ہے جو اس قتل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

میرے عزیز بھائیو مکاتب کے متعلم۔ علی حضرت محمد ظاہر شاہ اور میں نے احساسات ملت کے سیلاب میں اپنے جذبات کا کمتر اظہار کیا ہے کیونکہ تمہاری

طرح جاری نگیں کی انتہا نہیں صحیح ازچینی شکستہ نیز دھدا درست۔ جیسا کہ  
انہ نے بیان کیا ہم قاتل سیہ کار و بد بخت کو طلبہ کے زمرے میں اور ملت  
افتان کے جوانوں میں ہی شمار نہیں کرتے۔ اس بے شرمانہ قتل کو ہم اس کی  
بے تربیتی بداخلاقی اور طبیعتی دنائیت پر حل کرتے ہیں۔ معارف ایک چراغ ہے  
جس کی روشنی میں تلامذہ قرآن بھی ہو سکتی ہے اور قبیح مطالبہ بھی ہو سکتا ہے  
باراں کہ در لطائف طبمش خلافت نیست

در بارغ لاله روید و در مشورہ یوم خمس

طلبہ افغان علیحضرت شہید کے اپنے لگائے ہوئے نہال ہیں اور جیسا وہ ان  
کی سلیم پرورش میں سماعی رہے آئندہ بھی ان کی ترقی جاری رہے گی۔ ہمارے  
غم کو جو چیز کم کرتی ہے یہ ہے کہ باوجود اتنے بڑے حادثے کے محوڑا سفل بھی  
انیت و انتظام میں واقع نہوا بلکہ تمام ملت اور قوم غم و الم میں مبتلا ہو گئی اور اس کا  
اظہار انھوں نے علیحضرت محمد ظاہر شاہ کی سمیت میں مبادرت کے ساتھ کیا جو  
علیحضرت شاہ شہید کی عالی خدمات اور فداکاریوں کی کچی قدر دانی ہے انھوں  
نے اپنی شاہانہ محنتوں اور قربانیوں سے ملت میں ایسے میٹھا راشی ص پیدا کر دئے  
جو مملکت افغانستان کے استقلال و انتظام کی حفاظت میں شاہ شہید کی  
مانند اپنا خون بہا دیں گے مگر رختہ اندازی ہونے نہیں دینگے۔

انہیں میں عداوتی اور تخت نشینی کے متعلق بے تعداد تحریروں اور تقریروں میں  
سے ایک نظم حقیقت و سلاست کے لحاظ سے منتخب کر کے نقل کی جاتی ہے۔

آہ دادیلا کہ نادر شاہ غازی شہر شہید ✦ از کف یک فاسقے جام شہادت اچشید  
کرده بود از خلق نیکو جلب قلب خاص عام ✦ کہ فیض ملت افغان بے شد مستفید  
عمر خود را کرد اندر خدمت اسلام صرف ✦ وندریں خدمت فراوانیج دجمت ہاکشید  
از برائے قوم و ملت صید استقلال ✦ کرد در سالاری خود تیغ این مرد رشید  
در نجات ملک افغان جان نزاری ہانود ✦ ظاہرست این حرف مثل شمس از قرب بعید  
ملت اورا چون بکار سلطنت مجبور ساخت ✦ شد ز فکر عالمیش بس استقامات مفید  
عسکری و علم و عرفان را بفرز و اقتدار ✦ راحت و امنیت کامل بکشور شد پدید  
صنعت و حرفت تجارت اترقی دادیش ✦ فابریکہ ہا و ماشین ہا ز دولت ہا خرید  
نہر ہا پل ہا سرک ہا قصر ہا و باغہا ✦ ہم بجا بل ہم با طرات و ولایات بعید  
کرد آبادان و مسجد ہاے عالمی ساخت ہم ✦ نیز گنبد بر مزارات بزرگان سعید  
شد از وادی چل سال اندر چار سال ✦ گوئی اعطائے کرامت بودش از رب المجید  
محفل اعیان و شورا را نکو ترتیب داد ✦ یافت آں بالا حصا کہ نہ خوش نقش جدید  
وائے از پنجانی ملت افغانیاں ✦ کاں بجای دولت از ما سیاہ گرفت دہرید  
لیک مے نازیم بر لطف خدای بے نیاز ✦ آنکو اورا ہست فرزند خوش اخلاق و حمید

درجہاں اسم شریف او محمد ظاہر است \* ہست آثار پدر در ذات مسعودش پدید  
 در ہمہ تسلیم حربی و امور سلطنت \* بودہ ذات امجدش ممتاز و وکیا و وحید  
 زمرہ ارکان و اعیان شریفان وطن \* متفق گردیدہ اند اور از اخلاص مزید  
 بر سر سلطنت بنشاندہ برجلے پدر \* نخل افتاد و نہالش تکیہ بر جالش گزید  
 دہر یکے گوید کہ میشد کاش جان من فداش \* ذات اور اس ہلاک جاں نئے آمد پرید  
 اس کے ثبوت میں آخرا یک جوان مرد نے کابل میں اس لئے تو کشتی کر لی کہ ان  
 پر فی الواقع قربان ہو جائے اور یہ وصیت کر کے دھل بخت ہوا کہ مجھے شاہ شہید کے  
 قدموں میں دفن کیا جائے چنانچہ بڑے احترام و احترام خلق کے ساتھ جن میں شاہی  
 خاندان کے ارکان و اعیان مملکت تھے۔ اس کی آرزو پوری کی گئی۔

اس فدا فی افغان کی حرکت اس بزرگ کی حکایت کو یاد دلاتی ہے جس نے  
 اپنے مقدس رہبروں کے ساتھ سگ اصحاب کہف کی طرح رہنے کی حسرت میں یہ  
 وصیت کی تھی کہ میری قبر ان کے قدموں میں بن کر اس پر یہ آیت شریفہ کندہ کی جائے۔  
 کلبھہم باسط ذرا عیدہ بالوصید۔ ان کا کتا دو ہوتا تھا پھیلائے دلیزیر  
 پر ہے

سحر آدم کویت کہ شکار رفتہ بودی \* تو کہ سگ نہ بردہ بودی بچکار رفتہ بودی  
 شاہ غازی شہید کے عقیدت مند اور وفادار خدام اسی حرمان معیت میں ترپا رہے

ہیں مگر ان کے شاہانہ فرزند رشید الاول سلاطین اور ان کے لوگ نہ بڑا دران  
 ذی شان تسکین و تسلی دیتے ہیں کہ افغانستان کی اصلاح و ترقی کی کتاب ختم نہیں ہوئی۔  
 بطور اکبر زندہ جاوید ہے جس کی روشن سرگزشتوں پر حواشی چڑھیں گے اور شاہ سیر کبیر  
 سے آئندہ امید ہے کہ اپنے درخشاں کارناموں سے مزید ابواب و فصول بڑھائیں گے  
 جن کے مطالعے سے سچے مشائخ ایک ہی مربوط اور غیر مقطوع مؤثر کا حظ اٹھائیں گے۔  
 قوم کی تالیف اس کا مضمون ہے توحید ملت اس کا بحث۔ علیحضرت شاہ غازی شہید  
 نے اس تصنیف و طائف میں وہ فریضہ داخل کیا جس کو ان کے جانشین قلم زبان  
 سے بلکہ دل و جان سے بجالائے۔ اصول اساسی کے رد سے علیحضرت محمد ظاہر  
 شاہ نے مجلس شوراے ملی کے سامنے حلفا بیان کیا :-

آج چونکہ اس خادم اسلام کو بفضل خداے قادر متعال اور میری عزیز ملت کے  
 اتفاق سے افغانستان کی بادشاہی پر انتخاب کیا ہے اور ہماری سلطنت اور  
 ملت کے جمہور طبقات کی طرف سے تائید ہو گئی ہے اصولاً اس اساسی مملکت کی بنا پر  
 میں حاضر ہوں کہ اس کے مطابق جس عہد نامے کی قبولیت مجھ پر عائد ہوتی ہے اس کو  
 آپ ملت کے نمائندوں کے محضر میں پڑھوں اور اس کی تحریری صورت پر مملکت کی  
 سعادت کے نام پر دستخط کروں۔ ”بجملہ عظیم و قرآن کریم عہد کرتا ہوں کہ اپنے  
 اعمال و افعال میں خداوند جل شانہ کو حاضر و ناظر جان کر دین مبین اسلام استقلال



انفائنان اور حقوق ملت کی حفاظت، اور وطن کی حراست ترقی اور سعادت  
 شرع متبن محمدی اور مملکت کے اصول اساسی کے مقررات پر بجا لاؤنگا اور اولیائے  
 کرام کی مقدس روحانیت سے اپنے لئے استمداد کروں گا۔“

# فصل چہارم

## مظاہر خاں کی تربیت و نسیم

### اور ماموریت عالی

مظاہر خاں روز دوشنبہ ۲۲ میزان ۱۲۹۳ھ شمس دار السلطنہ کابل میں متولد ہوئے جبکہ دن رات برابر ہو کر طبع نونا د پر عدل کا اثر ڈالتے تھے مگر یورپ میں وہ لڑائی چھڑ رہی تھی جس کا انعکاس ہر چند ہمارے شہزادے پر ظاہراً نہیں پڑتا تھا مگر چونکہ یہ جنگ عظیم دنیا کا سب سے بڑا واقعہ ہے اقلان کی پیدائش کی تاریخ یاد رکھنے میں مدد دے سکتا ہے اور مشہور ذوات کبار نے اکثر ایسے ہی غیب معمولی حوادث کے ساتھ عرصہ وجود میں قدم رکھا ہے۔

آپ کے خاندان جلیل الشان میں ایسے بزرگ موجود تھے جنہوں نے افغانستان کی کئی سلطنتوں میں مدبرانہ تنظیم اور صلح جو یا نہ حصہ لیا تھا اور امیر شیر علی خاں کے عہد سے اس گھرانے کا ضبط دربط تمدن و تدبیر، آداب و اخلاق شرافت و وقار وطن

دوستی ملت پروری اور حسن معاملت زبان زد خلائق تھی اور اس کے زندہ شاہد  
 مولید سردار غازی محمد ایوب خاں مبرور کے منور و موقر فرزند ارشد سردار عبدالقادر  
 خاں آفندی ہیں۔ ان سب اوصاف حمیدہ سے متصف ہونے کا موقع بچوں کے  
 لئے اس لئے آسان تھا کہ گھر میں بڑے چھوٹے پورے اتفاق و موافقت سے رہتے  
 سہتے اٹھتے بیٹھتے اور باہم صلاح و مشورے سے سب کام کرتے تھے۔ سردار محمد  
 آصف خاں مرحوم اور سردار محمد یوسف خاں مغفور بھائی ہونے کے علاوہ پیری کے  
 ضعف تک ایک دوسرے کے رفیق شفیق بنے رہ کر محبت و مودت کی مثال قائم  
 کئے ہوئے تھے۔ امیر حبیب اللہ خاں کے مصاحبان خاص کی حیثیت میں ہر وقت  
 دربار میں اور گھر اور باہر بھی اکٹھے رہتے۔ ان کے بیٹے اور پوتے حتیٰ کہ نوادے جیسا  
 شہزادہ اسد اللہ خاں انہی کے زیر سایہ تربیت پاتے تھے۔ ان کی دقیق خبر گیری  
 کا یہ حال تھا کہ ان کی خاطر مکتب کے حالات سے آگاہ ہو کر اس کی اصلاح میں  
 بھی توجہ فرماتے تھے۔

کابل کے معزز لوگ چھوٹے لڑکوں کی نگرانی کے لئے ایک بوڑھے آدمی کو لایا  
 مقرر کرتے ہیں جسے ترک میں کبھی اتالیق کہتے تھے اب وہ اکثر خود ہی بے تعلیم ہوتا  
 ہے کیونکہ علم کا چرچا اس کے بچپن کے زمانے میں نہیں تھا۔ اس نقص کو رفع کرنے کے  
 لئے بزرگان موصوف ہندوستان سے اپنے ساتھ ایک صالح شخص کو لے آتے

تھے جس کے علم و فہم کا اندازہ اس لئے کر سکتا ہوں کہ وہ مجھ سے کتب خانہ نے کی تھی  
کتب میں خود منتخب کر کے اپنے مطالعے کے لئے لے جاتا تھا۔ یہ مجھ کا ہر حق کے  
ساتھ گھر سے باہر ہوا خوری سیر اور کتب کی آمد و رفت میں ہمراہ رہتا تا کہ انکو نیک  
عادات سکھائے اور بری باتوں سے روکے جس کی طرف میلان ان کی طبیعت میں  
ہی نہیں تھا۔ جس کے مشاہدے کا مجھے تعجب اور سرت سے موقع ملتا تھا۔  
چونکہ اس خاندان کو اہل ہند کے ساتھ ایک خاص ارتباط ہے اس لئے گھر میں تعلیمی امداد  
کے لئے بھی ایک نیک اسٹور اور فرض شناس پنجابی معلم کو مقرر کیا۔

آپ چھ سال کے تھے جب کہ کتب حبیبیہ میں داخل ہوئے جہاں شہزادوں  
کی جماعت میں سبق پڑھتے تھے۔ وہاں مجھ پر ان کی رشادت و اطاعت کے  
ساتھ ان کے طفلانہ وقار کا خاص اثر ہوا۔ وہ صداقت و منانیت جو ان کے قبائے  
اجید میں تختہ طور پر چمکیاں تھیں طفولیت ہی میں ان کے چہرے پر بشریے روشن کلام  
اور استادوں اور شاگردوں کے باہم معاملے سے ظاہر تھی۔

میں نے قید سے رہائی پا کر جب کہ کتب حبیبیہ کو سنبھالنا تو اس میں بوجھائیں  
شہزادوں کی جدا کھینچیں جن میں سے ہر ایک میں مختلف ایاتوں کے طلبہ شامل  
تھے۔ ان کے لئے یا تو سب جماعتیں ہوتیں جو ایک کتب میں ہوتی ہیں یا وہ بڑے  
عام جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے۔ نئی سلطنت کی کفایت مشاعری پہلی صورت کی

متعلق نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے میں نے امان اللہ خاں کی منظوری سے دوسری تجویز پر عمل درآمد کیا جس سے شہزادے دوسرے لڑکوں کے ساتھ اتفاق و الفت سے مل جل کر رہنے لگے اور وہ آداب عالی اور بلند بشپوے جو شاہی ہناؤ اداوں میں ہوتے ہیں باقی لوگوں کے انکسار و میا نہ روی کے ساتھ مخلوط ہو کر معتدل خصائل کے مورت ہوئے۔ تعلیم یافتہ طبقے سے اس تفرقے کا ازالہ ہوا جو حساس افغان اہل عرفان میں مدہش خوابوں کا باعث ہو سکتا تھا۔ مجھ پر بعض بزرگوں نے اعتراض کیا جن میں محمد ظاہر خاں کے محترم اقربا نہیں تھے۔ البتہ انھوں نے یہ ایراد کی کہ ابتدائی جماعتوں کو جن میں شہزادے بھی تھے ایک ایسی عمارت میں کیوں منتقل کیا جو حفظہ کے لحاظ سے مناسب نہیں تھی۔ چونکہ سرداران بزرگوں کا احترام مجھے بہت تھا۔ اس لئے ان کے خط کے جواب کے ساتھ میں نے علی محمد خاں کو جو بعد میں وزیر معارف ہوئے ان کی خدمت میں اس لئے روانہ کیا تاکہ میری فوری معذوری کے ساتھ واضح کر دیں کہ تعمیری اسقام کے رفع کرنے کا بلاتاخیر اہتمام ہوگا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ غازی محمد نادر خاں مع اپنے برادران شجاعان کے محاربہ انگریزوں میں شریک تھے۔ میں اس وقت مکتب حبیبیہ کا مدیر تھا۔ سابقاً طلبہ خصوصی سفارتوں پر ترغیب پاتے تھے چونکہ اکابر اکثر اس کے عادی تھے مجھے اس مضروب باطل رسم کے توازن میں بہت مجاہدے کرنے پڑے۔ میں نے مصلحتاً پہلے سردار محمد آصف خاں

(مرحوم) اور سردار محمد یوسف خاں (منفورا کو اطلاع دی کیونکہ علاوہ خاص حرمت کے وہ معارف کی طرف التفات بھی رکھتے تھے اور غازی بھائیوں کا بھی پاس تھا۔ مکرم بوڑھے سرداروں نے میرے ساتھ اتفاق کیا اور ادا رسے پر اعتماد کرتے مدد کو اپنی اولاد کا مسئول قرار دیا۔ وہ اور اس خاندان روشن روان کے تمام ارکان میری تجویز کو پسند کر کے ہر جگہ تائید فرمائے اور میں اسے اپنی حوصلہ افزائی سمجھتا چنانچہ جب میں ریاست تدریسات پر مقرر ہوا تو یہی رفتار قائم رہی۔

۱۹۲۹ء میں ایک اور مکتب تاسیس ہوا جس میں مدد اور معلم اکثر فرانسیسی تھے اور مقصد یہ تھا کہ طلبہ یہاں سے مکمل تحصیل کے لئے فرانس جائیں۔

محمد ظاہر خاں بھی اسی مکتب میں تبدیل ہو گئے۔ یہاں پھر تفتیش اور امتحان کے مواقع پر میں ان کی ممتاز خوبیاں ملاحظہ کرتا رہا۔ اس مکتب میں فرانسیسی زبان کی زیادہ تعلیم کے ساتھ دینی ملی اور وطنی امور کی طرف بھی بہت توجہ دی جاتی تھی۔

دو سال یہاں پڑھ کر دورہ متوسطہ کے لئے محمد ظاہر خاں فرانس کی طرف روانہ ہوئے جہاں ان کے بڑے بھائی محمد ظاہر خاں اثنائے تعلیم میں فوت ہو چکے تھے اور ان کے والد امجد اب وہاں وزیر مختار مقرر ہوئے تھے۔

سطحی نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معلم ایک ہی مکتب میں ڈٹ کر اخیر تک پڑھتا رہے تو کامیاب نکلتا ہے مگر کامیابیوں کے متعدد مدارج ہیں۔ کتابوں

کے کیڑے سے لیکر جو فزون کو چٹا کر علیٰ فننا کی جاسکتا ہے اس طالب علم تک جو اجتماعی مساعی میں بھی دخل دے کر علی کی لالت کا اکتساب کرتا ہے۔ ناز المراحی کی مختلف اشکال ہیں۔ محمد ظاہر خاں کو واقعات نے ہی ایک جگہ عم کر پڑھنے نہ دیا بلکہ قدرتِ حکیم علی الاطلاق ان کو گونا گوں تجارب میں مشاق بنانا چاہتی تھی کیونکہ اس ذاتِ عالم الغیب کے مولا اور کسے وہم دگمان بھی ہو سکتا تھا کہ امان اللہ خاں کی شہرت اور آباؤی سلطنت کے درمیان بکتب جیسے ایک ایک حکیم وہاں محسوس لڑاکا تاج و تخت افغانی کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔

توتی المملک من تشاء وتنزع المملک من تشاء۔ بیدار  
الحدید۔ اذک علی کل شیء قدیر۔ جسے تو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس  
سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں سب فوجی ہے۔ بیشک تو  
ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

محمد ظاہر خاں نے پیرس کے مشہور مکتب "ایزہ جانشون دے سی" میں دو  
سال تعلیم حاصل کی۔ بسبب اس درگاہ کے اثرات سے کافی بہرہ ور ہو گئے تو  
حوادث کے چکر نے آپ کو فرانس کے جنوب میں پہنچا دیا۔ محمد نادر خاں شہید  
سمید (دزار شہنشاہی سے مستعفی ہو کر مجبور ہوئے کہ اپنے صحابے کے لئے  
نیں میں مقیم ہو رہا جو جنوبی فرانس میں واقع ہے۔ مصارف کے قصے ضروری

تھا کہ محمد ظاہر خاں کو بھی اس تھکھیں۔ ڈیڑھ سال آپ اس تحصیل میں مشغول رہے جو کمزری خوش بخت شخص کو نصیب ہوتی ہے۔ اگرچہ اس وقت وہ اپنے تئیں بد قسمت ہی سمجھے۔ عسیٰ ان تکرہوائیں بیٹا وھو خیر لکھ دے عسیٰ ان تجھوائیں بیٹا وھو شر لکھ۔ مریش باب کی تیمارداری جو اپنی زندگی کو معرض خطر میں سمجھ کر کیا نہ فرزند کو ان مفید معلومات اور بلند ارادت سے آگاہ کرتا ہے جن کی وہ معائنہ و مخزن ہے۔ سردار محمد ہاشم خاں اور سردار شاہ ولیناں جیسے شجاع و انصاف و شرفیت خلیفہ محرب ہریان اور مندرین چچا جو افغانستان پر قربان تھے اور بار بار لڑائیوں میں جاں نثاری دکھا چکے تھے اور ملکی و نظامی معطیات امور میں آزدودہ کاری کے مالک تھے نیز اپنے آئندہ بادشاہ کی تربیت کے لئے وہیں موجود تھے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً فرانس کے اکثر باہر موجد و برابر و فاضل اشخاص افغانستان کے سب سے بڑے وزیر اور مارشل کی ملاقات کے لئے آئے جاتے اور ان کی صحبت سے بھی نفعی نظام خاں کو فوائد انقطاع کرنے کا بہتیرا وقت مل جاتا تھا۔

جب یہاں بھی خاطر خواہ جہت دیکھے تو مزید نظری اور منتہیٰ تعلیم کے لئے لازم ہوا کہ پھر پیرس میں بھیجے جائیں۔ اس دفعہ مکتب ”پاسا تر“ میں داخل ہو کر دو سال وہاں متعلم رہے۔ چونکہ ان کے والد ماجد کو اکابر فرانس بہت معظم



و معزز جانتے تھے لہذا محمد ظاہر خاں کو دانیلہ وزیر امور صحیحہ کے عاتق میں اقامت  
میسر ہوئی۔ مکتب کی تعلیم کے علاوہ اس خاندان سے اختلاط بذات خود تحصیل  
کمالات تھی مگر باپ کی شدت مرض نے یہاں زیادہ عرصہ رہنے ندیا۔ پھر  
جنوبی فرانس میں جانا پڑا جہاں سے ان کے ضعیف و ناتواں قید و کعبہ نے مع  
اپنے غمخوار و فداکار بھائیوں کے انقلاب کے دوران میں وہ خدمات بجالانے  
کا عزم کیا جو اس وقت خواب و خیال کی وقت کہتی تھیں اور بعد میں تاریخی حقیقت  
حاصل کر کے رہیں۔ خود افغانستان کی راہ لے کر آپ کو پدرانہ شفقت سے  
مجبور کیا کہ پیرس کے کالج دموں پیلیے میں داخل ہو جائیں۔ یہاں محمد ظاہر خاں  
نے تمام باتوں میں کامیابی حاصل کر کے تعلیم سے فراغت پائی۔

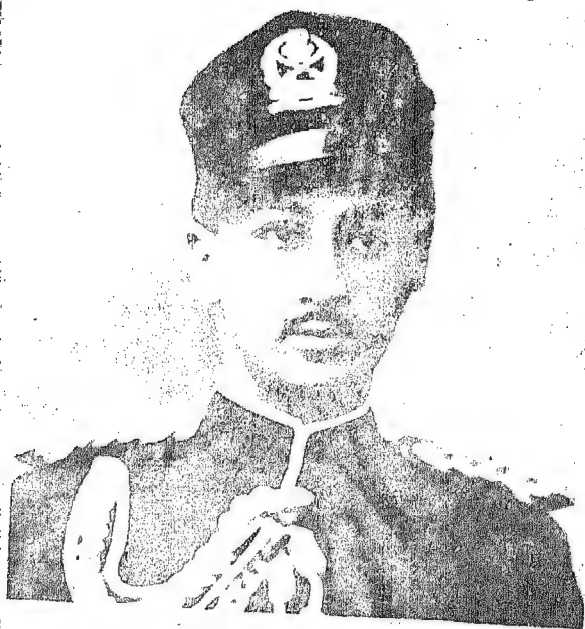
چھوٹے لڑکے جو افغانستان سے یورپ بیٹے گئے تھے چونکہ ان کی تعلیم  
کاروانہ وطن سے باہر بہت دراز تھا اس لئے یہ تجویز کی گئی تھی کہ درمیان میں ایک  
دفتر ٹھکانا جو باوجود بات علیہ کی تازگی و تجدید کر جائیں۔ محمد ظاہر خاں بھی  
ایک دفعہ سوچیں کہ قابل تشریف لائے تھے۔ میں اس وقت وزارت معارف  
میں نہیں تھا۔ یہاں سے تھا۔ وہ گزشتہ تعلقات کی یاد میں مجھے مدیر کا خطاب  
کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ میں نے ان کو ویسا ہی رشید حلیم اور راست کار  
پایا۔ مکتب ہی میں تھے۔ البتہ ان کی تنہا تکامل ہو گئی تھیں۔ سر

سکندر حیات خاں پنجاب کے گورنر کی حیثیت میں دیرینہ علی گڑھ کے تلمیذی علاقے کی وجہ سے مجھے ماسٹر کہتے تھے اور یہ وضع محبت و اخلاص پسندیدہ تھی حالانکہ الٹی کابل کے مجھے اس طرح مخاطب کرنے پر میں نے اس کو سخت ڈانٹا تھا جس پر اس نے معافی مانگی۔

جب غازی بھائیوں کی جانفشانیوں سے افغانستان کو ظلم و جبر سے نجات ملی تو مجھ ظاہر خاں اپنے علم و کمال کو عمل میں لانے کے لئے آخری دفعہ فرانس سے طلب کئے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں آپ دار و وطن ہوئے۔ چونکہ افغانستان ایک جنگی ملک ملت افغان ایک جنگجو قوم بلکہ امت اسلام حربی ہے اور مجھ ظاہر خاں کا توارثی اور خاندانی پیشہ سپہ گری تھا اس لئے تعلیم گاہ پیادہ میں داخل ہو کر بہت جلد و جہد سے فنون عسکری کی تحصیل میں مشغول ہوئے۔ کابل کے علاوہ جلال آباد میں بھی فوجی عملیات کرتے اور سیکھتے رہے اور دونوں مقامات کے عساکر اور رعایا کے حالات سے ضمناً آگاہی حاصل کرتے رہے۔ ایک سال سے زیادہ کی محنت و مساعی کے بعد امتحان دے کر اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوئے۔ فن حرب کے علمی و عملی پہلو سے خبردار ہو کر آپ وزارت حربیہ میں مقرر ہوئے اور وزیر حربیہ کے غیاب میں ان کے کفیل وزارت بھی رہے جس منصب پر فائز ہونے کے سبب تمام امورِ اداری حربی سے کام لینے لگے۔ اس موقع ملا۔ اسے غیبی تہیہ اسس اعتدال کا کہ

سکتے ہیں جو مظلومی مدت کے بعد آپ کے نصیب میں آنے کو تھا۔ فوج آپ کی  
 اوضاع سے مطمئن ہو گئی کیونکہ اس نے آپ کے قبلہ شاہانہ کا سا سلوک بلا واسطہ و  
 بے حجاب دیکھ بھال لیا۔ یہ اس گہری دلچسپی اور پوری وقفیت کا باعث تھا اگر بادشاہ  
 ہوتے ہی آپ نے فوجی تنخواہ کی کمی کو محسوس کر کے اور عساکر کی وفا شعاری کو محسوس  
 کر کے سپاہیوں اور چھوٹے افسروں کے مشاہرات میں اخرونی کر دی۔

تاکہ کشمیر کے ساتھ قلم کے محکمے میں بھی دخل ہو جائے قضا و قدر نے وہاں  
 بھی آپ کے تعارف کا راستہ بند و بست کر دیا۔ وزیر محارف لندن کی سفارت پر  
 جا رہے تھے۔ ان کی وکالت پر آپ مقرر ہوئے تو اہل علم نے آپ کو پہچان کر خوشیا  
 منائیں۔ آپ کے خیر مقدم پر شاہ دہلی کے مظاہرات ہوئے۔ مکتب کی طرف  
 سے فصیح و بلیغ تقریریں ہوئیں جن میں کچھ خسروانہ کے الطاف کے ساتھ ان کے  
 ضلعت الصواب سے بھی عواطف کا یقین ہو گیا۔ مکتب حبیبیہ کی سابق معلمی کے  
 ایسا کیے ساتھ جو ظاہر خاں نے اپنے مکانہ والد امجد کے نقشبند قدم پر چلنے کے علاوہ  
 اپنے خیالات عالی کا اظہار کیا اور ثبات و استقامت کی آرزو ظاہر کی۔ الحاصل  
 ان کی گفتار و رفتار سے اہل عرفان کو کامل الطینان ہوا اور یہ مزید اسے خدا داد مادی  
 غیبی قوتیں اس ارتقاء و رجب کی بے غنتریب آپ کے حصے میں آنے کو تھا۔



اعلیٰ حضرت شاہ محمد نظام خاں



# فصل پنجم

## جمہوری انتخاب شاہی اور پرادین شاہی

اعلیٰ حضرت غازی شاہ محمد نادر خاں کی شہادت پر محمد ظاہر خاں غم و غصے میں مبتلا ہو گئے ان کو البتہ نہایت مہربان باپ کا اس دردِ صدمہ تھا اس کے دور ان کی خاموشی پر یاد و مخلصانہ عادات میں نمایاں ادا و تلباتی کی کبھی سہائی نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے ملت افغان سے کافۃً انھیں بادشاہی پر مقرر کر لیا۔ حدیث کے خواہ سے جب جاہ ایک نہ موم خواہش ہے وہ شخص جو خود کسی مرتبہ پر ہاتھ مار کر امری و تفاخر کی غرض سے بلند ہو جائے آخر ذلت سے منہ کے بل گرے گا۔ جسے دوسرے رفعت و عزت دیں اس کی وقعت و منزلت میں پایاداری و استقامت ہو گا۔ سبیلہ نے کذاب سے پہلے جناب رسالت سے اپنے علاقے کی حاکمی طلب کی تھی جو دی نہ گئی بلکہ قبلہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا کہ اگر شخص مجھ سے مسواک بھی مانگے جو اس وقت آپ کے دست مبارک میں تھی تو میں نہیں ادون گا۔ کیونکہ حکم و دستیار کی تنہائی ان کی منافی ہے اور

ثابت کرتی ہے کہ ان کے الفاظ کی اہلیت ہی مسائل میں نہیں ہے اور وہ انکی مہمیت و صعوبت کا احساس نہیں رکھتا۔

قاتل کی نسبت بد بخت سیاہ دل سفاک ظالم وغیرہ الفاظ کوئی موزونیت نہیں رکھتے وہ اس قبیل کے تمام کلمات سے زیادہ خبیثت پیدا درگندہ ہے۔ وہ اس کرم سے مشابہ ہے جس میں ہبلکسمیت ہوتی ہے۔ سناپ اس کے مقابلے میں ایک اونچی چیز ہے البتہ اس کی زہر ایک سڑی ہوئی زقوم میں آجائے تو کسی قدر ممانعت ہو جاتی ہے۔ خود قاتل کا لفظ اس کے لئے مناسب نہیں ہے اس میں بھی دلیری کا اشمام ہے جو اس حکیم الانسانیت بوسیدہ و تھڑے کے ساتھ کیا محاسن رکھ سکتی ہے۔ اس کے متعلق کچھ بحث کرتے شرم آتی ہے۔ کیونکہ اس سے اس کی شخصیت اور نام میں افسافہ ہوتا ہے رع بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔ بالکل اس نے اس کے وحشی یا ران غار نے یہ سوچا تھا کہ افغانستان میں پھیل چڑ جائیگی اور بچہ ہند کی لسیج پھر کسی کو بادشاہ ہونے کا موقع مل جائے گا مگر غازی شہید نے اپنی عمر بھر کی مجاہدات سے افغانوں کو ایسا متحد و مہزون احسان نہیں کیا تھا کہ وہ اول ہی مرحلے پر متفرق ہو کر وفادار شکران سے غافل ہو جاتے۔

بعض اخباروں میں مہروریت کی حرف اشارات ہوتے رہے ہیں اگر افغانستان

میں جمہوریت حقیقی نہیں تو اور کیا ہے بلکہ بادشاہ جو شخصی سلطنتوں کے مسلمانوں میں اکثر انتخابی حکومت ہی رہی ہے۔ اجماع امت کے بغیر کس بادشاہ کو ثبات حاصل ہوا ہے؟ کئی مسلمانین اور امرا کا قتل اور ان کے خاندانوں کا انقراض آرائے جمہور سے ظہور پزیر ہوا۔ امیر کبیر ہندوستان میں اسیر تھے۔ افغانستان کی بادشاہی ان کی ملت نے ان کے لئے بخوبی کی۔ امیر عبدالرحمن خاں روسی نظر بندی سے بکسی کی حالت میں وارد افغانستان ہوئے کیونکہ ملت ان کے سوا اور کسی کو لائق تخت نہیں جانتی تھی۔ امان اللہ خان عمر کے لحاظ سے تیسرے بھائی تھے مگر شہزادگی ہی کے زمانے سے ملت نے ان کو پسند کر رکھا تھا۔ پھر وہ خود یہ فرمان لکھ کر تاج سے علیحدہ ہوتے ہیں کہ چونکہ ملت مجھ سے بیزار ہو گئی ہے اس لئے اپنے بڑے بھائی کو اپنی جگہ مقرر کرتا ہوں۔ یہ بے تمیزی اور حماقت فنی جسے ملت کب گوارا کر سکتی تھی کہ نہ وہ کسی اور کے تقرر کو اپنی حریت کے مفاد جانتی تھی۔ بھلا ایک معزول بادشاہ کی رائے کو کیا وزن دیتی جب امیر شیر علی خاں جیسے مقتدر بادشاہ کے وسیعہ معین کر نئے اعراض کر چکی تھی۔

بچہ ستا بھی ایک جمعیت کی طرف سے امیر ہوا تھا مگر ساری ملت نے اسے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔ سب نے متفقہاً اپنے استقلال بخش اور نجات دہندہ غازی محمد نادر خاں کو برگزیدہ سمجھا اور صحیح طور پر متحد ہی ان کو اسی مرداد وخلص



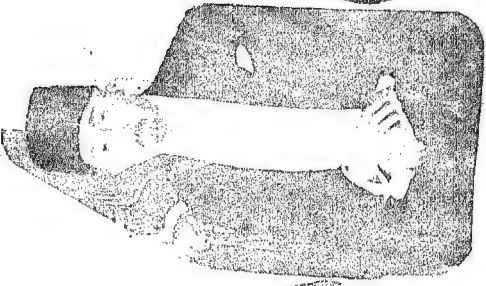
نے کیا تھا جس کا مکمل ثبوت ان کی شہادت پر مل گیا۔ جب تمام ملت نے ایک آواز سے بلیک کہی اور سب نے ہم فواہو کر ان کے فرزند رشید کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ اس کے سوا سچی جمہوریت اور کیا ہو سکتی ہے۔ کیا محمد ظاہر خاں نے اپنی ذات کے لئے کوئی پہلے ہتھام کر رکھا تھا یا اگر ان کے والد ماجد کے بادشاہی اقتدار کا لحاظ تھا تو شہادت پر ان کی خون سے رنگین نعش کا تو کوئی خوف نہ تھا۔ البتہ اس کی روحانی حرمت و مراعات تھی جو شاہی خاندان کے ارکان سے لے کر عام فساد تک مسلم پائی گئی۔

اگر شہید بھائی کی حقانی قدر دانی نہوتی تو سردار شاہ محمود خاں جیسے نالہ اہل کے رائے میں کوئی چیز نہ مل ہو سکتی تھی جو وزیرِ حزب ہو۔ نے کے سوا اس وقت بحیثیت صدرِ اعظم کے تھے۔ تاج و تخت اور دارِ السلطنت ان کے قبضہ میں تھا۔ محاربِ افغان انگریزوں میں ان کی ہمیشہ قریبیاں اور دشمنیات امن و امان کے دوران میں ان کی عربی انتظامی اور عرفانی خدمات بجز سفاکے کے مقابلے میں ان کی ممتاز اور موافقانہ لڑائیاں ابراہیم بیگ کے فتنہ، فساد کو رفع کرنے میں ان کی مساعی، تبلیغ اور شاندار کامیابی دوبارہ سمتِ شمالی کی بغاوت پر ان کی دلاورانہ لشکر کشی اور سرکشوں کی قطعی چٹائی اور سمتِ جنوبی وغیرہ میں بعض باغیوں کی اندیشناک اور مستتبہ اوضاع پر مردانہ نقل و حرکت اور دانش و تدبیر سے تمام قسم کے اختلافات کا قلع قمع اور افغانستان میں

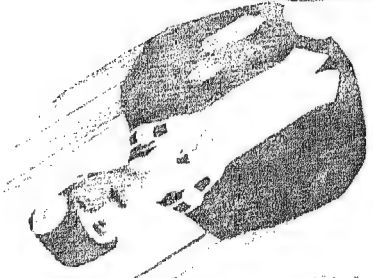
سوارشاهه محمود خان



سوار احمد باقر خان



سوار شاه ولی خان





اصلاحات کی ترویج و اشاعت میں مجاہدات ان کو افغانستان میں ایک خاص عزت و مسخر کا مالک گردانتے ہوئی تھیں مگر انھوں نے اپنی جیسی وہی شرافت نجابت اور ایثار سے نفسیت کا خیال دل میں نہ لاکر اپنی تمام موجودیت اور قوت ملت کے حوالے کر دی جس کے مبعوثوں و کیلوں تھانروں اور الکی و عسکری افسروں نے بادشاہ غازی شہید کے فرزند سعید کو وارث قبول کیا اور پہلے اس نامور سردار نے اپنے بھتیجے کی جیت کی۔

ان بہادر و صالح برادران عظام کے متعلق خود غرضانہ گمان نہ صرف بیجا ہے بلکہ ان کے لطیف احسانات اور متقیانہ جذبات کو ٹھیس لگا سکتا ہے مگر چونکہ اخباروں میں ان کی بابت شرافت و یابیہ خبری سے بدلتی اشاعت پائی ہے اس لئے ان کے حالات کو دہرانہ لازم ہوا۔ سردار محمد ہاشم خاں اسماعیل صدر اعظم نہیں تھے کہ وہ بھائیوں میں بڑے تھے۔ مرحوم سردار محمد عزیز خاں سفیر بلن ان سے بلکہ شہید بادشاہ سے بھی زیادہ معزز تھے۔ وہ اپنی نقل و حرکت اور خدمات کے صلے میں صدر اعظم کے درجے کو نائل ہوئے۔

امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں وہ ہرات کی افواج کے نائب سالار تھے اور انھوں نے اس بلند منصب کے ساتھ نہ صرف سپاہ کو انضباط اور آراستگی کی حالت میں رکھا بلکہ اس دوران کے اقتضا پر غلام رعایا میں بھی امن و آسودگی

کے سامان فراہم کئے چنانچہ اس صوبے کے باشندے ہمیشہ آپ کو عزت و مودت سے یاد کرتے رہے۔ محاربہ افغان و انگریز کے چھلانے پر وہ کابل میں نہیں تھے اور بعد میں جب دارہ پور کو اپنے بے لوث دانشمندانہ اور اسلامیات سے مملو صلاحوں سے مجلس شوریٰ اور بادشاہ کو مدد پہنچاتے رہے۔ جلال آباد کی ویرانیوں کو دوبارہ آبادانی سے تبدیل کرنے ملت کو متحہ بنا کر جہاد کے لئے تیار رکھنے اور پھر عین تشویش کے وقت مدرسوں کے کھولنے میں جس سرگرمی کا مہیابی آپ نے حاصل کی وہ آشکارا طور پر ملت کو معلوم ہے۔ وزیر جریر کی حیثیت میں جبکہ غازی محمد نادر خاں رئیس تنظیم تھے آپ نے محاربے کے تجارب کے بعد افواج میں ضبط و ربط اور نظم و نسق قائم کیا اور اکثر جدید قواعد و لوازم نہایت جلد و جہد سے موجود کئے۔

بادجو دیکر امان اللہ خاں کھلم کھلا مخالفت پراثر آئے تھے مگر آپ نے ذاتی عناد کو بالاسے طاق رکھ کر خدمت ملت کو ہاتھ سے نہ دیا اور ماسکو میں وزیر مختار رہ کر بہت سے سیاسی معاملات کو سنبھالیا جو روسی سفارت میں نزاکت اختیار کر گئے تھے۔ فرانس سے اپنے مریض بھائی کی تیمارداری کرتے جلال آباد پہنچے تو سخت مشکلات کے تغلب میں وہاں کے قبائل میں وہ اتفاق و اتحاد قائم کیا جس کے طفیل انھوں نے کابل پر چڑھائی نہ کر کے بچہ ستا کو محصور کر دیا مگر دوری

جانب چوروں کی فتح نے ان کی فوج کو ایسا فارغ کر دیا کہ وہ سمت مشرقی پر  
 یکجہتی سے حملہ آور ہوئے اور تدریجاً جنگ متقاضی ہوئی کہ آپ قندھار کا رخ  
 کریں جہاں آپ کو بالضرور بلایا بھی گیا تھا۔ ان تمام مراحل میں جس فرہست یحانی  
 اور ہمت حقانی سے آپ نے خدمات ایفائیں ان سے آپ صدارت عظمیٰ  
 کے اہل ثابت ہوئے اور چار سال کے عرصے میں ملت نے آپ کو بہرہ جہ اس  
 جلیل مرتبت کے قابل پایا۔ بادِ صف اس بلندی اور وسیع اختیارات کے  
 آپ نے نہایت بے نفسی اور برادر شہید کی غائبانہ محبت سے اس کے عزیز  
 نور چشم کو مرجع سمجھا اور باقی ملت کے ساتھ ہم دست ہو کر اس کی بیعت پر  
 مبادرت فرمائی۔

انھی کی مانند سردار شاہِ دل خاں نے یورپ سے اپنی اطاعت کا اقرار  
 بھیج دیا اور اپنے قیمدار نام اور شہرت کو اپنے بھتیجے پر شہر کر کے ملت کی اکثریت  
 کا ساتھ دیا۔ انھی کی خالصانہ اور بے عیب متابعت سے باقی ملت کو بھی  
 ترغیب ہوئی حتیٰ کہ جمہوری عمومیت سے بادشاہی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس  
 جمیل نشانِ خاندان کی جلیل القدر خوبی باہم و داد و الفت ہے اور بقاوت  
 درجاتِ خلوص و محبت سے سب ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ برج  
 رفعت و کثرت برادر شہید کے سامنے باقی بھائی ہر چند عائدِ عزت و مرتبت تھے

ادب سے جھک گئے اور صدق تام کا تقاضا تھا کہ ابدی غیاب میں مطلع ہوں۔  
 محاربہ افغان و انگریز میں وزیرستان کی فتح کا سہرا جرنیل شاہ ولی خاں  
 کے سر پر بندھتا ہے۔ ان کے دلیرانہ اور دلیرانہ خصائل و شمائل غازیوں میں  
 زبا نرد عام ہیں۔ جہاد میں ان کی سرفرازیوں بہادر قبائل کے نزدیک ہمیشہ  
 تازہ ہیں۔ جب سمت جنوبی کی ہولناک بغاوت میں کابل جان کنی کا عذاب چکھ  
 رہا تھا تو انہی کی شجاعت اور جانفشانی سے باغیوں کو پہلی شکست ملی جس میں  
 مجھ غوث خان کا حصہ بھی بہت تھا۔ امان اللہ خاں کے عتابی زمانے میں آپ  
 نے کوئی سرتابی نہ دکھائی اور خاموشی سے نائب سالاری اور یادری کے فرائض  
 بخالاتے رہے یہاں تک کہ بڑے بھائی کی اندیشناک بیماری نے آپ کو فرانس کی  
 طرف روانہ کیا جہاں سے پھر تیار داری کرتے لڑائی کی آگ میں آگودے۔  
 سقادی جرنیل کو جو محاربات میں آزمودہ کار اور مکمل عساکر کے ساتھ رزم  
 آزمایا تھا۔ منظم نصف آرائی پر تمام حربی اصولوں کی جنگ کے بعد شکست دی۔  
 فتح کے ساتھ رجعت میں بھی مروت و قہر مائی کے ضوابط کو دستور العمل بنا کر گردن  
 کو خیر یاد نہ کہا جب تک کہ سب باشندے امن میں منتقل نہ ہو گئے۔ صبرِ استقامت  
 سے مہینوں محنت و مشقت جمیل کر لشکرِ مختص کے سامان رسد و لوازم سپا  
 اکٹھے کئے اور آخر سر بکف ہو کر جانِ تسخیلی میں لے کر ادرعقل سے زیادہ عشقِ وطن

کی دلیل سے کابل پر حملہ کیا اور نصرت نصیب ہوئی۔

فتح کابل کے سامنے ابھی جگر خراش مرحلہ باقی ہے۔ بیوی بچے ارک میں ہیں۔ ابھی ان پر گولے برسائے مقدر ہیں۔ ان کی طرف یہ اردو دوسرے بھائی شاہ محمود خاں توپوں کے منہ کو خود موڑتے ہیں اور اپنے اپنے نصف بہتر کی جگر کو تنوں بزرگوں اور عزیزوں کو خود آتش فشانی زلزلے میں ڈالتے ہیں تاکہ ملت ان کی غلامانی قربانیوں کے صدقے آزاد اور آسودہ ہو جائے۔ کیا ان رشتہ جوانوں حیدر زوں صلح مسلمانوں اور بہادر افغانوں سے بہتر ملت اور دین کی عبت تلاش کرتی۔ دوسرے درجے جیسے محمد گل خاں اور اللہ نواز خاں وغیرہم جنہوں نے افغانستان کی نجات میں کمال صداقت شہادت اور جاں نثاری سے مدد کی تھی مع باقی ذریعہ کے جنہوں نے ملک کو دوبارہ آباد و منظم بنانے میں کوشش کی تھی سب یک دل ہو کر محمد ظاہر خاں کی بادشاہی پر رضامند ہی نہیں بلکہ ایک دوسرے سے سبقت دے جاکر تابع و فرمانبردار ہو گئے تو افغانستان کی تاریخ میں جمہوری انتخاب کی ادھیح مثال قائم ہو گئی۔ اس وفاداری اور اخلاص مندی میں جو صرف شاہ غازی شہید کی روحانیت کی خاطر دلی جذبے سے ظاہر ہوئی۔ یہ حکمت مضمر تھی کہ برادران غازی اور ان کے معاصر و معادون جو وطن کے مجرب خیر خواہ ثابت ہو چکے تھے اور شاہ شہید کے نقشہ حکومت سے واقف تھے۔ اس کے اجرا کے لئے بدستور اپنے منہا عصب



یہ جہاں ہے۔ بہاری حکومتوں میں اکثریت فیصلہ کرتی ہے اور علامہ حضرت محمد ظاہر خان  
 اکثریت کے بادشاہ بن گیا۔ اس میں کچھتی اور قومی گیرنگی کی نظیر افغانستان  
 و بھارت میں کیا دنیا کی سابقہ اور لاحقہ جمہوریتوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اس سے  
 علامہ حضرت یوسف بنی اور علامہ حضرت شاہ محمد طابہاں جو اپنی فطری کسی اور خاندانی  
 شہادت کے خلاف کے صادق اور لائق خدام کو دیکھ ہی پہچانتے ہیں جیسے ملت  
 کی خدمت کے لیے وہ عہدہ کرتی ہے ان کے صلاح و مشورے پر کاربند و عمل پیرا  
 رہنے کے لیے اس دیکھتے سے گویا گذشتہ بادشاہی کی مجوزہ اصلاحات جاری  
 ہیں۔ یہی ہو رہا ہے بادشاہ زندہ رہینگے۔ شہید کی زندگی کے ایک معنی یہ ہیں۔

# فصل ششم

## مختلف اقوام کے خدام و حکام

افغانستان اور اس کے خاندانوں اور افراد سے بے خبر اشخاص بعض غرض جو  
 اور معاند آدمیوں کی شکایت کو دہراتے ہیں کہ نادر خاں شہید کے اقربا ہی مناصب  
 جلیلہ کو اجارہ کئے بیٹھے ہیں اور دوسروں کو جگہ نہیں دیتے۔ اہم و یقیناً  
 رحمتہ ربک و خدائے ملوک و مقتدر نے جب ان میں لیاقت و اہلیت ہی  
 زیادہ و ولایت فرمائی ہو جو ان کی قربانیوں اور جانفشانیوں کے امتحان سے بھی گزر  
 چکی ہو اور ملت یہ عملی امتیاز بارہا آزمایا چکی ہو تو پھر اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔ علاوہ  
 برائے شاہ شہید کے اجابھی تو بلند عہدوں پر فائز ہیں اور ان کے دوست ہی ہیں  
 جو ان کے ساتھ وطن کی نجات میں اور اس کی اصلاحات میں مدد و شریک تھے۔  
 محمد گل خاں وزیر داخلہ ہند ہیں اور اپنی ہمت و محنت و صداقت و شجاعت اور ملت کے  
 انتظامات میں جدوجہد کی وجہ سے بادشاہ اور رعایا کے نزدیک سرفراز اور معزز ہیں  
 اللہ نواز خاں وزیر رفہ عام ملتان کے افغان ہیں اور اپنی استقامت و دلاوری

وفاداری جاں نثاری اور ملک کی ترقیات میں سعی و کوشش کے سبب شاہی خاندان کے ایک رکن کے مشابہ سمجھے جاتے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ شاہ جی پشاور کی نائب سالار اور جرنی فیکٹری کے رئیس ہیں اور اپنی مخلصانہ اور غیر معمولی خدمات اور جانتا نیو کے سبب مکرم کئے جاتے ہیں۔ یہ رتبہ پہلے کسی سلطنت میں ہندوؤں کے نصیب نہیں ہوئے تھے۔ ایسی فساد کی کسی کسی افغان بادشاہ نے نہیں دکھائی تھی یعنی اسلامی مسادست کا ثبوت دینے کی کبھی جرأت نہیں کی تھی۔ اس پر طنز یہ ہے کہ ہندوستان کے بعض اصحاب ہٹ دھرمی سے محافل پر اڑے ہیں اور کسی گم شدہ وجود ان ایمان کی دھن میں اسی کے راگ الاپ رہے ہیں۔ عجب بریں عقل و دانش ببا یہ گریست۔

مرزا محمد خاں وزیر تجارت نسبتی لحاظ سے افغان بھی نہیں۔ پھر بھی اپنی مدبرانہ تجاویز اقتصادی تدابیر اور ان کو تک سیاحت کے تجربوں سے دہن کو بے شمار فوائد پہنچا رہے ہیں اور وزرائیں ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس علی محمد خاں جو اب لندن میں سفیر ہیں بدخشاں کے باشندے ہیں جو اپنی ملکیت و دولت و تزیینات اور ہوشمندی کے ذریعے سے پہلے وزارت معارف کے رتبہ پر مقرر تھے اسی طرح متعدد حکام جرنیل اور اعلیٰ منصب دار نادار خانی خانوادے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور صرف اپنی صلاحیت و قابلیت کے ذریعے سے دارالافتخار و امتداد میں

ع ہر شیران جہاں بستہ اس سلسلہ اند۔ نو مڑیاں حیلے اور فریب سے اس کو کیسے توڑ سکتی ہیں۔ خود ناکہ بولی البتہ ہو سکتی ہیں۔

مرزا محمد ایوب خاں وزیر مالیہ قزلباش اور اہل تشیع ہیں اور صرف اپنی حسابی کمالیت و مہارت کے سبب اس اہم وزارت اور متعدد منصب کو احراز کئے ہیں ان کی قوم کے اکثر اصحاب سرکاری ملازمتوں اور ذمہ داری کے مقامات کا بار اٹھاتے ہوئے ہیں۔ ان کی وفائیکشی اور حقیقی مروت کے علائم میں سے یہ ہے کہ علحضرت شہید کی فاتحہ خوانی اور تعزیت میں انھوں نے اپنے سنی بھائیوں سے کم نہیں بلکہ زیادہ حصہ لیا۔ اگرچہ اس لطیف طائفے میں اکثر احباب نامور اور خالص خدام دولت و دین ہیں اور ان میں سے ایک دو اشخاص کو چن کر باقی کا ذکر نہ کرنے میں ان کی بے اعتنائی محفل ہے مگر میں ایسے فرد کو لیتا ہوں جو مشہور نہیں ہیں اور ان پر گئے "کا مرتیہ صادق آتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

بے گل بکوح و بیاباں شگفتہ ۛ بے در در بکار و دریا نہفتہ

ازیں نگاہ بوش از آں آب تابش ۛ کے حظ نہ بردہ نہ در ملک سفتہ

محمد ابراہیم خاں دارالایام نادری کا منتظم ہے۔ شخص ایسا صاحبِ دل ہے کہ رات دن اپنے محدود دائرہ عملیات میں امانت و دیانت سے مشغول اپنی مخلصانہ آرزوؤں اور وفادارانہ فرائض کو جو ملت کے در داوِ وطن کے محسنوں کی عقیدت

سے بھری ہیں ایسی خاموشی سے ظاہر کرتا رہتا ہے کہ ان کا اثر ملک سے باہر بھی محسوس ہوتا ہے۔

عبدالاحد خاں رئیس شورے ملی وردگ ہیں اور تمام ملت کے نمائندوں کے صدر البتہ زیادہ ہی عزت و احترام کے مستوجب ہو سکتے ہیں۔ یہ ان کی عظیم خدمات ہی کا صلہ ہے۔ احمد علی خاں معین وزارت مزید لوہے ہیں اور اپنی فداکاریوں کے ذریعے سے ہی معزز سمجھے جاتے ہیں۔ مرزا مجتبیٰ خاں معین وزارت مالیہ مغل ہیں اور فنِ جدول کی ترویج کے باعث امتیاز رکھتے ہیں۔ امان اللہ خاں کے عہد میں رشوت بھی نہیں لیتے تھے اور آزادی سے صاف صاف باتیں بھی کہہ دیتے تھے۔ اسی لئے وہ موقوف کئے گئے اور اسی موقوفی کے سبب بچہ سہانے انھیں یہی منصب دیا جس پر وہ اب مقرر ہیں۔ میرے سپرد بھی اخبار کا ادارہ اسی لئے کیا گیا کہ امان اللہ خاں نے مجھ پر سپرول اٹھایا تھا۔ جب میں نے تنگ آکر چورہ کی خدمت سے سبکدوشی چاہی تو حکم ہوا کہ اپنی جگہ کوئی شخص تلاش کرو۔ میں نے برہان الدین خاں کو ڈھونڈا مگر انھوں نے واضح کر دیا کہ تم اس خطرے سے نکل کر مجھے بھڑکانا چاہتے ہو۔ یہ دھمکائی چند روزہ نہ مانیں۔ مجھے قید میں ڈال دیں مگر میں ان کی خدمت نہیں کروں گا۔ جب محمد نادر خاں اور ان کے برادران کرام آئیں گے تو مجھے پھڑپھڑائیں گے اور میں ان محسنانِ وطن کے ماتحت البتہ جانفشانی دکھاؤں گا۔

یہ اب مدیر مصلحت ہیں۔ ان کو البلدہ دنیا پہنچتی ہے مگر ان کی فتوت و فراست سے شاید عام اطلاع نہ ہو۔ صلاح الدین خاں سلجوقی قوم سے ہیں۔ عالم فاضل اور اپنے سابق کونسل جنرل کی طرح نازک خیال شاعر ہیں اور ان کا کلام بدیع مضامین سے آراستہ و جہتہ ہوتا ہے۔ محمد نواب خاں مصاحب حضور اور غلام قادر خاں ٹیس مڈل کمانڈ جیسے لوگ تھے تجربہ کار اور مرزا نوروز خاں سرمنشی حضور اور گل احمد خاں رئیس بلدیہ جیسے منور و کافہم جو ان تاجیک ہیں۔ یہ لوگ اپنی لباقت سچائی اور خدمات کے بل پر حکومت کے ارکان ہیں۔ ان چند اشخاص کا ذکر محض نمونے کے طور پر ہوا جو اشنائے تحریر میں یاد آگئے ورنہ ان کی مانند اور کثیر التعداد ذات و قار اور اعتبار کے مناصب پر متصرف ہیں اور ان کا کوئی رابطہ شاہی قوم کے ساتھ نہیں ہے۔

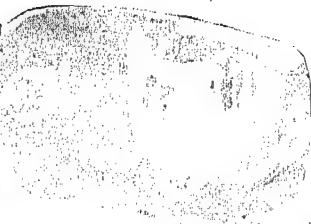
بیشک نادہر خانی خاندان کے اکثر ارکان داخلی خارجی ملکی اور عسکری مناصب کو انتقال کئے ہیں مگر یہ ان کی بیادقت اہمیت شجاعت و فضیلت کی دلیل ہے اگر کسی مختصر زمانہ فریق کو حرف گیری کا موقع تھا تو وہ انحضرت محمد ظاہر خاں کی تقریب تخت نشینی پر زائل ہو گیا۔ جب ملت کے جملہ اعیان و افراد نے کافۃً بغیر کسی گلہ شکوے کے حکومت کے شکریے کے ساتھ بیعت کر کے پورے اطمینان سے اطاعت اختیار کر لی۔ حدیث کے رو سے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کر دے گے ہدایت پاؤ گے حضرت عثمانؓ کی خلاف

راشدہ ہیں ان کے اعزہ و اقربا کے ہاتھ میں عنان حکمرانی بھٹی اگرچہ جی لطف گردہ نگشت  
نمانی نگرنا تھا۔ چنانچہ ان کے انتخاب پر بھی اس کا انہار کیا گیا تھا کہ وہ دومان کے  
ساتھ زیادہ موافقت رکھتے ہیں مگر جب کوئی خاماں ہو ہی رغبت و الفت کے قابل  
نہیں اس کی طرف میلان نہ ہو؟ کیا خلقت کی گفتگو سے بچنے کے لئے جس کے  
ہاتھوں نیک و بد کسی کو ضرب المثلی رنگاری نہیں عزیزوں کو صرف اس لئے غیبی  
طور پر نظر انداز کیا جائے کہ وہ رشتہ دار ہیں؟ کیا حضرت یعقوبؑ اپنے فرزند کریم کو  
اس کے نااہل بھائیوں کی خاطر پیار کرنا چھوڑ دیتے؟

یہاں تو معاملہ ہی مساوات کا ہے۔ سردار شیراز خاں کرنل میٹری سیکرٹری  
رٹس شوری اور سفیر طالیہ کے ٹہنوں پر دو سبقتی عہدوں میں تجربہ جھل کر چلے  
تھے اب صرف سفیر ایران ہیں۔ کیا یہ خاندان پروری ہے یا محض ادائے حق ہے؟  
سردار فیض محمد خاں پورپ میں سیاسی خدمات بجالانے پر وزارت خارجہ میں  
معیین اور پھر وزیر معارف ہوئے۔ کیا اب وہ اس لئے وزیر خارجہ ہیں کہ شاہی خاؤں  
کے ساتھ منسوب ہیں؟ یا ان کی قابلیت ہی موجودہ وزارت کی مقتضی تھی؟ اگر وہ  
کسی اور قبیلے کے فرد ہوتے تو پھر بھی ضروری بلند رتبہ کو نائل ہوتے۔ سردار  
سلطان احمد خاں وزیر معارف کی طرح اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو کر ترکیہ میں سفیر ہوئے اور نہایت  
نیک نامی سے اپنے وظائف ادا کرتے رہے۔ اب اگر وزارت خارجہ میں معین ہیں تو



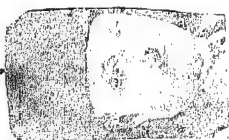
سرور محمد آذر قزاقی



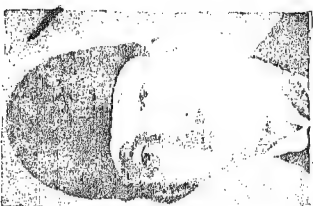
سرور محمد آذر قزاقی



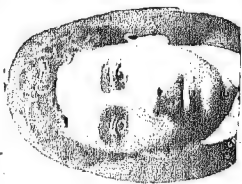
سرور محمد آذر قزاقی



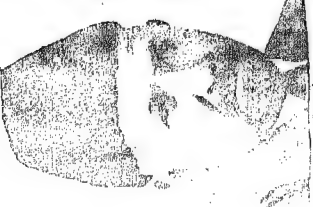
سرور محمد آذر قزاقی



سرور محمد آذر قزاقی



سرور محمد آذر قزاقی



سرور محمد آذر قزاقی



سرور محمد آذر قزاقی





کیا یہ ان کی بیعت کے مطابق نہیں ہے بلکہ اس سے برتر منصب کے مستحق ہیں۔

سردار عبدالحمید خاں سفیر روس، سردار محمد داؤد خاں قومانداں مشرقی سردار محمد فتح خاں سفیر اطالیہ سردار محمد قاسم خاں حاکم اعلیٰ مشرقی سردار غلام فاروق خاں وکیل نائب الحکومتہ قندھار اور سردار محمد عمر خاں وکیل والی کابل اپنی فداکاریوں محنت کشیوں قابلیتوں اور راستبازیوں سے ان مناصب عالیہ کو پہنچے اپنی صداقتوں اور تجربہ کاریوں کی وجہ سے وہ مستحق ہیں اور علی الرغم حاسدوں اور معاندوں کے ملت ان کو پہنچاتی اور ان کی غلصانہ خدمات کی معترف ہے۔

فضل احمد خاں وزیر عدلیہ۔ محمد غوث خاں نائب سالار۔ شیر احمد خاں نائب سالار۔ محمد احسان خاں قومانداں طیارہ۔ محمد عسکر خاں رئیس ارکان حرب سید حبیب خاں مستوفی۔ میر عطاء محمد خاں رئیس اعیان۔ امین اللہ خاں رئیس اصلاحیہ اور انکے قابل وجہ راجہ خانی اور انکی مانند اور ان سے بڑھکر اکثر ممتاز افسر حکام مختلف اقوام کے افراد ہیں جو اپنی صادقانہ خدمتوں اور جفاکشانیوں کے سبب معزز و محترم ہیں اور بادشاہ اور صدر اعظم کے نزدیک انکے اقربا کے ساتھ علی السویر منزلت اکرام رکھتے ہیں اسکو ملت افتخار اپنی ذہانت اور تیز فہمی سے خوب جانتی ہے اور اسکا اعتراف ہی جلد بادشاہ کی عادلانہ تشکیل کا بڑا سبب ہوا۔

# فصل ہشتم

## سابقہ ابواب و فصول کا اہتمام

علیٰ حضرت شاہ شہید کی محدث گسٹری اور مسادات پسندی کا نتیجہ بھٹا کہ ملت متحدہ نے ان کی ماتماری میں وہ علامہ الم دکھائیں جن کی نظیر صرف آپ کی تاجپوشی پر جوش و خروش کے جلو سوں میں پائی جاتی ہے۔ یہ دو تہنیت و تعزیت کی جمعیتیں اور شادی و غم کے مظاہرات آپ کے عدل انصاف قوم پروری ملت دوستی اور حق پرستی کے شواہد ہیں۔ ملک کے اطراف و جوانب تمام حکام و دواہ اور ارکان واعیان دولت کی ہمدردی کے جواب میں علیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ نے فرمایا :-

میرے بھائیو! در عزیز فرزند!

میری نسبت آپ کے نیک اور مخلصانہ احسانات سے اور میرے غمخوار باپ کی شہادت پر ملالت پر تائزات سے جو علیٰ حضرت شہید کے ساتھ ملت کی عقیدت اور میرے ساتھ غم شریک ظاہر کرتے ہیں۔ ممنونیت کا اعتراف کرتا ہوں۔ فی الواقع

جس چیز سے مجھے اور ہمارے خاندان کو اس بے لناک و لقمے پر زیادہ روٹی ملی  
ملتی ہے وہ آپ عزیزوں بھائیوں اور عموم ملت کی ہمارے ساتھ ہمدردی اور  
محبت ہے۔

میرے عزیز بھائیو۔ آپ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے شہید اور بزرگوار باب  
مفخرت سے معروف بھر میں افغانستان کی خیر و سعادت کے لئے کوشش کرتے  
ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ اس خطہ اسلام کی عظمت و مجد کے حصول میں جان و مال  
کو قربان کرنا میری آرزو ہے۔ چنانچہ کئی بار مملکت کے خطراتِ حیات کے مواقع پر  
آپ نے اپنی ہستی اور زندگی کو معرضِ ہلاک میں عملاً تقدیم کیا اور اس واسطے سے خدا  
تعالیٰ نے وطن کو ہمیشہ ہر شہ صد مات سے رہائی و نجات عطا فرمائی۔

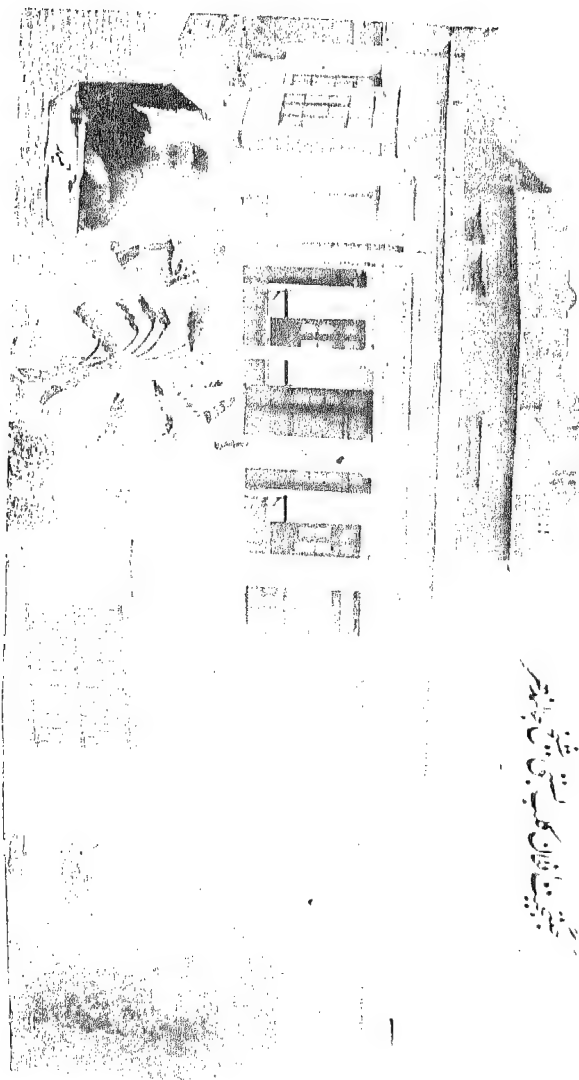
چونکہ اعلیٰ حضرت اقدس اپنے انکار و اراداتِ عالیہ کے مطابق ملت کی خدمت گزار  
میں شہید اکبر ہوتے یہ آپ کے مزید رفعت و مرتبت کا موجب ہوا۔ اس جہان  
کی سب موجودات تابع فنا ہیں۔ عاقل و متفکر شخص کے نزدیک عمر کی کمی یا زیادتی  
میں فرق نہیں ہے۔ اگر مرگ وطن و مملکت کی آسودگی و ترقی کی راہ میں حادث ہو  
ایسی موت و حقیقتِ زندگی جاودانی ہے جس میں مرحوم کی خوبیوں اور خدمتوں کا ذکر خیر  
خلق میں ہمیشہ جاری ہے۔

آپ کے عہدِ جذبات اور مفرط علاقمندی پر جس سے آپ نے مجھے بادشاہی

کے لئے برگزیدہ کیا اظہار شکر کرتا ہوں۔ میں اپنی حیثیت کو آپ ملت کے صحیح خادم اور فداکار کی منزلت سے زیادہ نہیں جانتا اور توفیق الہی سے امید دار ہوں کہ اعلیٰ حضرت غازی محمد نادر شاہ شہید افغانستان کے مصلح و خیر اندیش بادشاہ کی نصائح کے مطابق آپ اقوام دارالمشورے، کابینہ وزراء، مامورین صدارتی، ملکی و نظامی اور افراد عسکری کے تعاون سے مملکت کے منافع عالیہ کے مقصدات کے موافق اہم خدمات بجالاؤں اور آپ ملت کے فکر و عمل کے اتحاد سے اس مملکت کو جو بہر حیثیت مزید اصلاح و ترقی کی محتاج ہے۔ محال و تعالیٰ کے بلند درجات پر پہنچاؤں۔ آخر میں رجا کرتا ہوں کہ فضل خداوندی ہمارے مشاغل حال ہوتا کہ مملکت اور وطن کی خدمات عالیہ کے سرانجام دینے میں کامیابی حاصل کریں۔

اعلیٰ حضرت محمد طاہر شاہ نے اپنے محترم چچا سردار محمد ہاشم خاں کو از سر نو صدر اعظم مقرر فرمایا اور انھوں نے سابقہ وزارتِ راہی کی منظوری کے کریش از پیش حدیث سرگرمی سے امور مملکت کو جاری رکھا جیسا کہ اس فرمان مبارک سے ہدایت ہوئی۔ ہماری جدید حکومت کا طرز عمل شرع مظہر کے مقررات اور ترویج دین محمدی کے مطابق اعلیٰ حضرت شہید میرے والد مرحوم کے طریق رفتار کے موافق ہے۔ اسی اساس پر ہماری عزیز مملکت اسلامی میں خدا تعالیٰ کی مدد سے سب امور جبراً پائیدار ہوں گے، اور اسی طرح امور خارجہ کی سیاست اعلیٰ حضرت شہید کی سلطنت کے معاہدات





بیمارستان کویت

کے مطابق حسب سابق ادا کرے گی۔

محمد ظاہر

اعلیٰ حضرت غازی محمد نادر شاہ کی شہادت کے چالیسویں دن مسلمانوں کی رسم کے مطابق سلامخانہ میں پھر وزیر ارکان و اعیان مملکت حاضر ہوئے اور شہید سعید کی روح پر فتوح پر فاتحہ پڑھی گئی۔ سردار فیض محمد خاں وزیر خارجہ، مولوی فضل ربی رکن جمعیت العلماء، گل احمد خاں رئیس بلدیہ، احمد علی خاں معین وزارت حربیہ، حفیظ اللہ خاں عضو انجمن ادبی، پادشاہ گل خاں ترنگ زائی و حضرت نور المصباح وغیرہم نے اپنے اپنے دائرے اور حلقے کی طرف سے وکالت تقریریں کیں جن میں بادشاہ غازی شہید کی حسنات و احسانات کے ساتھ ان کے برادران ذیشان کی خدمات و عنایات کا بھی اعتراف کیا اور اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ کی سلطنت کو مرہمِ مرام قرار دیا تھا جو ملت کے زخمی دلوں پر کھئی گئی ہے۔ سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم نے ان کے جواب میں ایک عالی لفظی فرمائی جس میں بادشاہ مبرور و مغفور پر دعائے بعدِ ملت کی قدر و اہمیت کا شکریہ ادا کیا اور اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ سے قبلہ مرحوم کے نقش قدم پر مسلك قائم رکھنے کی توجہ کے ساتھ اپنی مزید مساعی اور نیر ملت کی متحدہ کوششوں کے لئے توفیق ایزدی کی تمنا ظاہر کی۔

جانندہ ہر کی بستیوں کے افتادوں نے بھی ”جگجگیت افغان کلب“ میں جمع ہو کر



چہلم کی رسم پر غم ادا کی جس میں مصنف کتاب ہذا نے تقریباً اس کا خلاصہ ہی بیان کر دیا۔ اس پر جدید ابواب و فصول کی فسزونی بھی ہو سکتی ہے کہ علیحضرت محمد ظاہر شاہ خلف رشید کی حیثیت میں کچھ کر کے دکھائیں جس کا یقین ان سے ان کے اعظام کرام سے اور باقی اکابر و سردار ملت سے ہے تو جعلناکہ خلائف فی الادض من بعدہم لئن نظر کیف تعملون ۛ

# فصل ہشتم

## مزید تعزیت و تہنیت موزوں

پہلے ایک نظم درج ہو چکی ہے جو عام اردو خوان قارئین بھی سمجھ سکیں گے مگر بعد میں جرمنی سے افغان سفیر نے جو عزا اشعار لکھے اور جس درد اور عذاب و عذوبت الیم سے کہے اس سے متاثر نہ کر ان کا نقل کرنا بھی مناسب سمجھا گیا تاکہ فارسی دان اصحاب اذلاً یہ تقدیر کر سکیں کہ جاندارِ جلیلِ حکومت کے منسوبین میں سردارِ عباد الرحمن خاں جیسے لطیف خیال شاعر اور صالح الافکار خدام موجود ہیں جو نہ صرف اپنی نجابت بلکہ فضیلت کے سبب ہندوستان کی جنرل کونسلیت سے جرمنی کی وزارتِ خیراتی پر مامور ہوتے ہیں۔ ان کا کلام بے اختیار نہ انجودہ اندوہ اور بے ساختہ تبریک و دعا تے بربادے بھرا ہے۔

محشر آہنگ است مینای شکست ایچا دول + صاعقہ بارہست دور چرخ بر بنیاد دل  
سرد آتش بار آسم بر زمین داغ رست + جست با فوارہ خوں میزنند نہر یاد دل  
از دہان زخم چو خون جگر آید بگو شش + جزس سوز کباب بسیل ناشاد دل

(پارہ ہائی تخت دل امروز نذر آتش است) \* رستہ است از قید ضبط و لوثہ ماسرکش است)  
 ریخت داغ عالم انس و ذکر کہ این طرح گداز \* دل مقطر ہے چکد از دیدہ ام امروز باز  
 آتش را آتش سیال اشک ببلال \* در ایغ لالہ ریزد داغ صہبائے حجاز  
 شعلہ ہے لیس ز لوج دل خط آمال را \* موختن از حد گذشت ای کردگار بے نیاز  
 (ہیکل رحمت شدہ از دست غداری شہید) \* دست کفر و غدر و عصیان تا کجا بنگرید  
 ای دلازبس داغ باید تا قیامت موختن \* و نہ سراق بیکر صدق و دیانت موختن  
 مصطح نہ کرجان و حامی افکار ہیر \* در تمدن سہمی کردن بردیانت موختن  
 لنگر عزم متین بود و تدبیر آسری \* در غم آن شہسوار باشہاست موختن  
 (گلشن آمال ملت باز ماتم خانہ سرش) \* آتش دل جگر جہار و ب این دیرانہ شد  
 نوحہ اش باید بخط خرم در دلہا نوشت \* یاد داد و آہ آسمان سپاہ نوشت  
 باید این عنوان بخون داغ جو شندہ رقم \* یا کہ باد و دماغ مردم دانا نوشت  
 باد ہاں زخم دل فغان بپیش اہل دل \* یا سیما ہی سواد کسیرہ روزیہا نوشت  
 (ہریق فخر وطن مع کوس گدیدا) \* خاک مانجی بود تا چہ تلج ایشیا  
 ہیکل صدق و دیانت بیکر عزم نہیں \* روح انصاف و مروت نادار سے زمین  
 شد شہید اکبر از دست خیانت آہ آہ \* بانی نصر تمدن حامی احکام دین  
 قاب اہل اخلاق حسن و عدل عز و شرف \* آورند بعد چند ہزار قرن عصر را شہ دین

(گر جگر از چشم بیرون ریزد این ملت روست \* آنچه رفت از فرق مآسایه ذات خداست)  
 تخف صدق و صفایا بردن و کسب ریا \* شد مزین سینه اش با "المر" خرچسم و وفا  
 عسکر آسا و بیدان صداقت جان بداد \* بار بار آں انتهایش نفس است از ابتدا  
 آن شهید اکبر دلپور "محمد اکبر" است \* سرخ روزی انجمن رفته بدرگاه خدا  
 و صدقه آں روح پاک و سینه بکینه اش \* روزی ملت شود آں مقصد دیرینه اش  
 یک قدم بیرون ز رفت از سنت خیر بشر \* او بقرن چارده از عصر اولی کرد سر  
 روح و دودست در نهاد ملت انجان مید \* پیرو برنا هر دو با هم گشت چون شیر و شکر  
 رفت از دلها تنفر با بطفت و رحمت \* باعث توحید انکار پدر شد با پسر  
 (و داد یغا حصر تا آں صلح کلی از دست رفت \* تیر خا تیرم دشمن ناگهان از پشت رفت)  
 آنکه بخت تیره را از اختر ملت پشت \* و ز برای اعلا بر خاست با عزم دست  
 تنگ و ناموس وطن را داد از بخت نجات \* بهر تعمیر تمدن او میسان بر سبب چیست  
 آنکه زنجیر اسارت را بقوت پاره کرد \* در وطن بنسبیا و حریت آنها داد بخت  
 (نخل رحمت هایش بار آورد بعد از مردنش \* نعمت امن وطن شد حاصل جان کندنش)  
 حیف ز آغوش وطن آں مرد ملت ساز رفت \* از فضای آسمان خاک با شهید از رفت  
 بهر تشوین معارف با دل پر آرزو \* از ترحم کرده آغوش شفقت باز رفت  
 این نظم را که خواهد گفت در مشعر جواب \* یک فرشته گشته شد یک صاحب عارف

(بود اندر زندگی اوشاه با تند سیر ما) \* این زمان بعد وفات او مرشد است پیرها  
 حمد الله که از و ماندست فرزندان \* هست با عزم متین او بر همان جاده دین  
 تاج افغان بر سرش تابنده باد تا ابد \* هم بجام او بگردد گردش هفت آسمان  
 دست بهیت داد از آن روحه فسرادین \* زانکه داده امتحانها بارها این دو دمان  
 (روح "نادر" در وجود این جوان پاینده است) \* تا که ظاهر "زنده باشد" نادر "ما زنده است"  
 بر سرش تابنده باد اگر هر صدق و صفا \* سمتش اندر وطن معمار قصر ارقط  
 از تزلزل مبادش استقامت را گزند \* یاورش لطیف خدا یا د ابراه اعتلا  
 نیر تابنده اندر ملت اسلام باد \* "ظاهر" ما را خدایا کن تو فخر ایشیا  
 (دست و بازویش بکار اعتلا گرفته باد) \* ظاهرش رخشده و هم باطنش تابنده باد  
 اختر افغان بهرش نیر اعظم شود \* قصر امید عدویش تا ابد بر هم شود  
 عسکر و ملت بزیبایش منصور باد \* شوکت اجلال افغان پیش ازین محکم شود  
 نور عصار وین در عصر دی ظاهر شود \* ارتقای معنوی با اعتلا عظم شود  
 (تا جهان باشد مباد در ترقیش تصور) \* روح اسلام و تمدن کرده در "ظاهر" ظهور

## نذر

- صدق و صفا کے اقتضائے اس کتاب کو پیشکش کرتا ہوں اس شخص کے
- ۱۔ جس نے مومن و مسلمان اور دیگر ادیان و انساب کے مسوہین کے ساتھ دلی الفت و رحیم معاشرت کو اپنا شیوہ و شعار بنائے رکھا ہو۔
  - ۲۔ جس نے ہندوستان سے اس لئے مراجعت کی ہو کہ وطن مملکت میں پہنچ کر سستی و سوسے اس کی خالصانہ خدمات بجالائے۔
  - ۳۔ جس نے متعدد بادشاہوں میں اپنی حیثیت کے مطابق بلکہ اس سے بڑھ کر ملت کی خیر خواہی کا دم بھرتے اس کی ترقیات میں کوششیں کی ہوں۔
  - ۴۔ جس نے باوصف ملکہ دار ہونے کے لکتساب حلال کے معمولی ذریعے کو عارضہ بھکر دیانت امانت اور محنت سے کام کیا ہو۔
  - ۵۔ جس نے دکانداری کرتے متنور اشخاص کی صحبت میں رہ کر عالی ہمت ہماجرین کی معاونت اور راہنمائی میں حصہ لیا ہو۔
  - ۶۔ جس نے اجداد و نفا کے ساتھ بے انتہا وفاداری کا سلوک کرتے مرگ و مسافر میں بھی ان کے حقوق ادا کئے ہوں۔
  - ۷۔ جس نے ماموریت بلدیہ میں جب اس کے ہمسرا مالا مال ہو رہے تھے رشوت بلکہ تحفے تک کو ہاتھ نہ لگا کر خلق خدا کو خوش کیا ہو۔
  - ۸۔ جس نے عالم فاضل نہ ہو کر کتب خانہ عمومی، مہذب محافل اور مجلس خیریت کی عرفانی ادنیٰ میں ہسانی

کی بنیاد پر متواتر پیش کی ہوں۔

۹۔ جس نے چوروں کے راج میں شرفاء و صلحا کی درپردہ دستگیری کے علاوہ ان کے ہاتھوں

خلاصی کی چپ چاپ اور مستقیمانہ تدبیریں کی ہوں۔

۱۰۔ جس نے مجلس امدادیہ علیہ کی بنا ڈال کر اس کے رئیس کی منزلت میں حکومت منجی کی پہلی خدمت

نجات سے ایفائی ہو۔

۱۱۔ جس نے زیادہ مشاہیر سے گزرا شاعر کے طور پر کم خواہ پرقیم خانہ ناری کا ابتدائی اور

اجرائی کاروبار سرانجام دیا ہو۔

۱۲۔ جس نے باوجود غلط فہمیوں اور مزاحمتوں کے اپنی روشن روش اور اہل حکومت کی عقیدت و

کو کبھی ہاتھ سے نہ دیا ہو۔

۱۳۔ جس نے باوجود عجز، انکسار، خاموشی اور گمنامی کے علینہ خدمت، غازی شہید اور برادران شہانہ

سے قدرت شناسی کا فقر حاصل کر لیا ہو۔

۱۴۔ جس نے مستحق و مرشد بادشاہ کی شہادت پر غم و غصہ کھا کر دو دہائیوں میں کئی دن رات

تراپ تراپ کر گزارے ہوں۔

۱۵۔ جس نے صحت کی تابست سجدہ کے ساتھ وطن کی مزید ترقی کے لئے جدید بادشاہی

کے قیام پر پیشگی سے تیار و خدمت کا بیش از بیش عزم کیا ہو۔

میرزا محمد ابراہیم خان سے پہلے ہی کی تعمیر میرستہ دل کے آئینے میں تو ہے استقامت

نارنجی میں نہ فطری تمام آئینہ میں ۛ

## مقدمہ لفظ

چونکہ میری کتابوں پر بعض خود غرض اشخاص نے سخت کدیم چینی کی ہے اور کچھ بے خبر لوگ افغانستان کے واقعات پر بیچارے زنی کرتے رہتے ہیں اسلئے مناسب ہے کہ ان کی اصلاح و تصحیح کے لئے جواب دیا جائے :-

بیجا اور نازیبا قلموں کی مدافعت ضروری سمجھو مجوری سے میں نے قلم اٹھایا ہے۔ میں شہید محمد نادر شاہ کی سلطنت کو فتح حق سے تعبیر کرتا ہوں اور جب اس کے خلاف مقالات پڑھتا یا سنتا ہوں تو افسوس آتا ہے۔ یہ ایک اتفاقی امر تھا کہ علحضرت مہر وح کے ساتھ میری کچھ آشنائی تھی اور انھوں نے ایک مدت مجھ سے بہن پڑھا اور اگر یہ ذاتی تعلق نہ بھی ہوتا تو بھی جو کچھ میں نے افغانستان میں دیکھا اور جو دکھ سہا تھا اس کے رد سے جدید بادشاہی کے غلبے کو فتح حق سمجھ کر اس کی تائید کو عمل ثواب جانتا۔ اس صورت میں بعض کی مخالفت پر لامحالہ مجھے تعجب و تاسف ہوتا ہے کیوں غلط اور بے بنیاد خبروں اور مضمونوں سے کاغذ اور سیاہی کے ضائع کرنے کے علاوہ اپنا اور ناظرین کا قیمتی وقت کھونے کے مرکب ہو رہے ہیں۔

یہاں یہ واقعہ بھی بتانا مناسب ہے کہ افغانستان کے محلی حالات سے بخیرگی کس طرح مضریت کا موجب ہوتی ہے جب بچہ ستھافت پر محکم تھا تو پشاور کا راستہ بند ہونے سے اخبارات کا بل میں پہنچ نہیں سکتے تھے مگر کچھ ستھافت کا ذریعہ خارجہ کسی خفیہ قاصد کے ذریعے کبھی کوئی



اخبار ہندوستان سے طلب کر لیتا۔ ایک پرچے میں بچہ سقا کو منظم گالیاں دی گئی تھیں کہتے دگا کہ ان کی اطلاع امیر صاحب کو ہو جائے تو انتقام میں کابل کے پانچ سو ہندوستانیوں میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑے۔ اس کی تھوڑی سی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ ایک بھاجرنے سقوی دربار میں عرض کی کہ ہندوستان کے اخباروں میں آپ کے برخلاف مضامین شائع ہوتے ہیں مجھے اجازت دی جائے کہ ان کی تردید کروں جو اب ملا کہ اگر ہندوستان کے لوگ مجھے براہ کشتے ہیں تو تم بھی دہیں گے رہتے داسے ہوا سنے تھیں قید میں ڈالا جاتا ہے۔ سب بھاجروں پر یہ حکم صادر ہو گیا بعض تو بروقت مطلع ہونے سے بھاگ سکے اکثر دورہ ہڈاب کے انہما میں پھوس رہے اور مارے جاتے اگر اعلیٰ حضرت مجدد خاں مرقع پر نفع پا کر ان کو رہا نہ کرتے۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ بچہ سقا کی مذمت سے اسے تو کوئی نقصان پہنچ نہیں سکتا تھا اور بہت اقلب تھا کہ ہندوستانی تباہ ہوتے مگر سقوی وزیر خارجہ ہندوستان میں کبھی فرارہ چکا تھا اسلئے اہل ہند کے ساتھ بھار دی نے اسے اس پرچے کو امیر کے سامنے پیش کرنے سے باز رکھا۔ جن دنوں اخباروں میں بچہ سقا کی بری طرح خبر لی جاتی تھی۔ کابل میں ہندوستانیوں کے لئے بڑے اندیشے کا سامنا تھا۔ بچا پت ہے ہے پھرتے تھے کہ اس اخباری بچہ کی اطلاع کے ساتھ ہی سینکڑوں کا خون ہو جائیگا۔

اسی کے مطابق انگریزوں کی نسبت فتنہ اندازی کے خیالات کا اخبار کابل میں اہل ہند کے لئے خدشہ پیدا کرتا تھا۔ مناجاتا تھا کہ برہانوی سفارت ان کو طیاروں میں بٹھا کر خطرات سے نکالنے کے لئے تیار نہیں ہے جب ان کے بھائی ہندوستان میں ان کے خلاف زہر اگل رہے ہیں

یہ تو ظاہر تھا کہ اگر بعض ہندی بہادر جیسا کہ آمادہ ہوئے تھے امان اللہ خاں کی طرف داری میں قدم بھرا رہے ہوتے تو خود جو حشر ان کا ہوتا بدی تھا۔ پہلے کابل میں بچہ سقا ان کے دوسرے ہونٹوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ بیشک مرگ سے ڈرنا مردانگی نہیں مگر ذرا دوراندیشی سے یہ موازنہ بھی لازم ہے کہ اپنی مرگ سے دوسرے مسلمان تو ہلاک نہیں ہوتے اور آیا اس میں اسلام کا بھی کچھ فائدہ ہے یا سراسر نقصان ہے۔ یہ بتیں امر ہے کہ ہندوستانی والٹیر ایک دوسرے ملک میں مفید ثابت نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ ملی تعصب و مقامی خصوصیات حائل ہیں۔ پھر فوجی معرکوں میں افغانوں کے مقابلے میں لڑنا یا لڑنا دشوار ہے۔

اسی طرح ہندوستان کے اخبارات افغانستان کے متعلق موافق یا مخالف تحریروں سے تاریخی تفہیم کے علاوہ اس ملک کو فائدہ یا ضرر نہیں پہنچا سکتے جیسا کہ امان اللہ خاں کی حمایت اور بچہ سقا کی عداوت کے لگاتار مضامین سے پائیدار ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ لہذا محمد نادر خاں نے اپنی شجاعوں اور قربانیوں سے کابل فتح کیا اور ان کے اشارہ و مستقامت کا اثر ملت پر قائم پڑا کہ بادشاہی کے لئے منتخب ہوئے۔ اس میں ہندوستانیوں کا کوئی دخل نہیں۔

جب محمد نادر خاں جیسے شریف غلیظ موثر اور بہادر شخص پر ہندوستان میں وہ تصریحات ہوتے رہے ہیں جن کو افغانستان میں ان کے دشمن بھی نہیں مانتے تو مجھے یقین تھا کہ جو خدا سے نہ ڈریں انسانی شرافت کا بھانڈا نہ کریں اور بے تحقیق خبروں سے اپنے جریوں کے صفے بھریں وہ مجھے کب چھوڑینگے خصوصاً جب ان سے مختلف رائے اور مضامین مقصد کی کتاب نشر کروں یعنی امان اللہ خاں کے خلاف قلم زنی کی جرأت کروں۔ ایک وقت تھا کہ انہی امان اللہ خاں کی کتاب میں جو میں نے

اشعار لکھے تھے اس پر کسی نے اعتراض کیا تھا اور سخت الفاظ میں عیب گیری کی تھی۔ اور اب ان کے بارے میں ایسا ہونا سہیہ کہ ان کے سامنے خاقانی الوری اور فیضی کے قصائد نظر سے گرجائے ہیں عیب چلے اسباب الرجال کے فن میں جو لانی چاہتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ تغص اور تحبس سے بڑے بڑے بزرگ نہ بچ سکے تو پھر مجھ عاجز کی کیا مجال تھی کہ لوگوں کی زبان درازی سے چھوٹ سکتا

ع      ایک نواس از زبان مردم رست

مگر میرے سوانحیات پر تہذکرہ کرتے ہوئے ذوالعداوت سے کام لینا پتا ہے تھا۔ انھوں نے وہ باتیں حذف کر دی ہیں جو میری آزادی اور سچائی پر دلالت کرتی تھیں اسلئے منجوراً میں خود انھیں درج کرنا ہوا اور جیسا کہ افغانستان میں حقوق اور واقف کار اشخاص مجھ پر کمر چیلے۔ تعلق اور زمانہ سازی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ہندوستان میں جان بھر اور ملی گڈاں کے اصحاب سولے، راستبازی و دیرمی اور حلقوئی کیے اور کوئی گنا، مجھ پر نہیں دھر سکتے۔

گزافہ صدق را نام نہ مے نسف + حاصل مانہج نیست جز گناہ اندوختن

جان بھر کے سکول میں لوگوں کی بہادری استقامت پاس پیش تھیں رکھتا جس کی اطلاع پر تھانیدار ہماری جماعت میں اگلسا اور بچے کو قوالی اور گپہری میں جانا پڑا۔ یہ دلاورانہ خصلت علی گڑھ کالج میں پبل اور پروفیسروں کے سامنے میری صاف گوئی میں منجہ ہوئی۔ چار پانچ سال کے عرصے میں دہاں بلاؤٹ خطر سفر و حضر میں میدان ورزش اور انجمن الفرض کے دوروں میں اسی خصلت پر میں قائم رہا۔ جب میں کانٹے کے بوڑنگ ہوس میں سب پراکٹر اور سکول میں ماسٹر تھا تو سٹر ایک داق ہوا۔ طلبہ کو نجات دہی کے لئے ان کا ساتھ دیا۔ یہ سترہ کا حادثہ تھ۔ میں نے انگریزی اردو اور فارسی میں

اسی کے متعلق پمفلٹ لکھے۔ ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کے پریزیڈنٹ سر علی امام تھے۔ اس میں مجھے طلبہ کیا گیا۔ سر علی امام نے فرمایا کہ میں نے ایسا راستہ نکا اور دلا اور جو اب تک نہیں دیکھا۔ خیر یہ فیصلہ ہوا کہ پروفیسروں میں سے مسٹر براؤن اور طلبہ کی طرف سے مجھے کانچ چھوٹنے پر مجبور کیا جائے۔ میرا یہ خط منشی ایک مستقیم حیثیت رکھتا ہے۔ جسے اسی لحاظ سے مخالفوں نے شاید محو کرنا چاہا ہے۔

سوانح عمری میں میرے بزرگوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مگر حقیقی امور اس بارے میں متروک کئے گئے۔ جالندھر میں افغان لوہیوں کے زمانے سے آباد ہیں۔ باہر کے عہد میں شہر سے مکمل آئندہ میں ایک شخص پیدا ہوا جس کے اقربا کاننگرام میں بھی رہتے تھے جو وزیرستان کا بڑا قبضہ ہے۔ اس کا نام بازیہ مسکین پروردش تھا۔ جس نے اکبر کو غاصب قرار دے کر سرحدات میں افغانی بادشاہی کا اعلان کیا اس کے فرزندوں کے ساتھ بعد میں مغلوں کی لڑائیاں جاری رہیں جن میں زین خاں ٹوڈل اور دیگر بڑے سردار مع ہیں ہزار سپاہ کے کام آئے۔ ہمارے آبا و اجداد اقتدار و خستہ بارشاہشاہی کے سامنے سر خم کرنے کے عادی ہوئے تو بلا مزاحمت تانم ہو جاتے۔

ہمارے ایک بزرگ کو اورنگ زیب نے اپنے دربار میں مدعو کیا۔ انھوں نے یہ جواب دیا کہ میں عبادت خدا میں مشغول ہوں۔ اس کی بارگاہ کو چھوڑ کر بندے کے دربار میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ اورنگ زیب نے اپنے فرمان میں جو ہمارے پاس موجود ہے۔ خوشنودی سے اس حق گوئی کو مرقوم کیا۔ یہ بزرگ میاں شیخ درویش تھے جن کے نام پر ہماری بڑی بستی آباد ہے۔ ہمارے ایک اور بزرگ شاہ قاسم سیلانی محلوں کی قید میں قلعہ چنار گڑھ میں فوت ہوئے مگر اپنے طریقے پر ثابت قدم رہتے ہماری قوم جالندھر میں تجارت پیشہ رہی ہے۔ جس کے قافلے ہندوستان اور وسط ایشیا میں

چکر لگاتے تھے۔ ساتھ ہی ہمیں مذہبی پیشہ بھی تھے اور مغلوں کے دربار میں چند ہزاری من صاب  
 پر بھی مقرر تھے۔ اب ہمارا کام بیشتر زمینداری ہے اور کچھ لوگ سرکاری عہدوں کو بھی اشغال کئے ہوئے  
 ہیں مگر ہم میں ایسی مثال کوئی نہیں جس پر خوشامد کینگی اور دورنگی عائد ہو سکے خصوصاً مجھے تو جو لوگ  
 پہچانتے ہیں اس سے بہت دور جلتے ہیں فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ  
 یہ جبلتِ آباؤ وراثت ہے۔ میرے والد مرحوم حکیم احمد داد خاں سیاحت کر کے ہوئے گوالیار  
 پہنچے۔ ہمارا جس نے ملاقات کے دوران میں ان کی قابلیت سے متاثر ہو کر کہا کہ آپ میری ملازمت  
 کر لیں۔ جواب دیا کہ ہمان کے ساتھ یہ بدسلوکی کا ارادہ مناسب نہیں۔ میں آزاد شخص ہوں اور آپ کا  
 مساوی کیونکہ آپ کے ماتحت نہیں ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ مجھے اپنا ذکر بنا کر اس عزت سے  
 محروم کریں جواب مجھے حاصل ہے۔ جہاندھر کے راجوں کو بھی ان کی ملازمت کی خواہش پہنچی کہا کرتے  
 تھے۔ ایسے باپ کا بیٹا اور ایسے بزرگوں کی اولاد منزل نہیں کر سکتا کہ حق اور آزادی کو ترک کر کے وہ  
 وضع اختیار کرے جو نکتہ گروں نے اسکے ساتھ منسوب کی ہے۔

پھر انھوں نے خود ہی اعتراف کیا ہے کہ میں نے انہیں جاں نثارانِ اسلام کے قیام میں حصہ لیا  
 اور دستور پرستی و جہوریت پسندی کی وجہ سے ان میں گیارہ سال اسارت و حبس کی سختیاں جھیلیں۔  
 اگر میرا اصلی مقصد اقتدار کی پرستش اور مہربانی سلطنت کی عبودیت ہوتا تو امیر حبیب اللہ خاں کو جو جو  
 صفات و حسنات قرار دے کر کیوں رہائی نہ چاہتا بعد ازاں کہ ہمارے بعض اہلجاہ مرتد ہو کر رہا ہو گئے  
 تھے، ہر جہد پر صلاح طلبی اور صبر و ثبات کا بحیثیت راوی کے کوئی منفید اثر نہ پڑا حالانکہ گیارہ سال کی مصائب  
 و مصائب میں عقل مزاجی ایک شخص کو حریت کا تہ نہ دے کر بزمِ روایت میں مقام موقوف پر سر فراز

کر سکتی ہے۔

معترض کہتے ہیں کہ امان اللہ خاں نے زندانِ بلا کے دروازے کھول دیے اور لوگوں کو حکومت سابق کے خلاف سازش کی علت میں مایوس نہ کی تھی ان کے اعمال پر خطِ معفو کھینچ دیا۔ اگر ہمارے اعمال برے تھے تو ہم خود ان سے تائب ہو کر حکومتِ گذشتہ ہی کے ذریعے معفو ہو جاتے مگر ہم جہاں نفاذِ اسلام سے کیونکر توبہ کرتے ایک اسلامی ملک کی اصلاح سے کیسے دست بردار ہوتے۔ امان اللہ خاں نے ہمیں آزاد کر دیا کیونکہ وہ ہماری مجلس کو مصحفیانِ ملت کی جمعیت سمجھتے تھے مگر انھوں نے ہمیں معاف نہیں کیا کیونکہ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا جو معافی کی ضرورت پڑتی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہماری رہائی بھی ان کی مصلحت پر مبنی تھی کیونکہ وہ ملک میں اصلاحِ خواہی کی شہرت چاہتے تھے۔ اگر حقیقت میں وہ ہمارے ہم خیال ہوتے تو جو لوگ ہمارے قتل و قید کا موجب ہوئے تھے ان کو سزا دیتے۔ وہ بھی بیش از پیش عہدوں پر مقرر ہوتے رہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ ان گرفتارِ انہوں میں سے جن لوگوں کو لباسِ ہوش و خرد سے آراستہ پایا نہیں اعلیٰٰ صاحبِ دسمے۔ انھی لوگوں میں محمد حسین خاں بھی تھے جنھیں امان اللہ خاں نے ازراہِ معارف پروری رئیسِ تدریسات کا منصبِ عالی بخشا۔ میں تو بشری کمزوری کے سبب بہت خوش ہوا تھا کہ سرِ لغویوں نے مجھے ہوش و خرد کا جامہ پہنایا اور ریاستِ تدریسات پر میرے تقرر کو امان اللہ خاں کی معارف پروری بتایا مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ آگے چلکر یہ خلعت چھین لینے اور ان القاب سے مجھے خطاب کرینگے جو ہوش و خرد کے سخت منافی ہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ میری بہن کو کشتیہ مانہ کی تیسرے کا عہدہ ملا گویا امان اللہ خاں کی عنایت تھی واقعی

امریکہ تھا کہ کتب مستورات میں معلومات کافی نہیں تھیں۔ بہت کوشش کی گئی مگر ہندوستان سے دستیاب نہ ہوئیں۔ تنخواہ بھی تھوڑی تھی۔ امان اللہ خاں نے۔ نیچے ایک دن طلحہ دیا کہ تم اپنے شہر داروں اور اجاب میں سے کسی کو کیوں طلب نہیں کر لیتے۔ چونکہ خدمت ملت کو میں اپنے خاندان کے لئے مقدم سمجھتا تھا اس لئے نہ صرف ایک بلکہ دو بہنوں کو کابل میں بلا لیا۔ جن میں سے ایک تو نائب مدیرہ تھی دوسری معلمہ۔ مدیرہ امان اللہ خاں کی ساس تھی جو کبھی مکتب میں نہیں پڑھی تھی۔ اس لئے گھر میں رہتی اور کبھی ہینے دو ہینے کے بعد میری بہن کے پاس آ بیٹھتی۔ مفت تنخواہ اپنی ادائیگی سے تنگنی۔ ہم سب خاموشی سے خدمت کرتے اور کبھی لالچ کا اظہار ہم سے نہ ہوا۔ اب بریت کی وجہ سے ناچار یہ باتیں لکھنی پڑیں۔

یہ احسان بھی امان اللہ خاں کی طرف سے میری نگرہن پر بار کرتے ہیں کہ میرے فرزند کو مقبول وظيفہ دے کر تعلیم حاصل کرنے کے لئے جرمنی بھیجا۔ میں اپنی کتاب انقلاب افغانستان میں لکھ چکا ہوں کہ ان لوگوں کا بیٹا میری اور محمد نادر خاں کی رائے کے برخلاف ہوا تھا۔ ان کا بیٹا فرانس میں اور میرا بیٹا جرمنی میں فوت ہو کر امان اللہ خاں کو اپنی عزت بخش گئے۔ میں رعیت افغان تھا اور جیسا کہ درو عاید کے لڑکے یورپ گئے۔ میرا بیٹا بھی خمد بیجا گیا۔ کابل میں اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام ہی نہ ہا کیونکہ جتنے لڑکے دینی جماعتوں میں پڑھتے تھے سب باہر روانہ کر دئے گئے۔ مجھ پر کوئی مخصوص العاف نہیں ہوا تھا۔

میں قصاصتور میں تاریخات نگرہان امانت خاں ہر کام میں مداخلت کرتے اور اہل کار کو کام ہی نہیں کرنے دیتے تھے۔ پچھوٹے لڑکے یورپ بھیج دے تھے حالانکہ ترک کا تجربہ تھا کہ اس عمر میں باہر

جا کر لڑکے دیں و وطنیت کے لوازم سے عاری واپس آتے تھے۔ پھر طرفہ یہ کہ جمال پاشا ہی کسی افغانوں کو خارج میں اعوام کرنا چاہتا تھا۔ یہ سب نے اس پرادر دیگر امور پر احتجاج کیا تو جمال پاشا نے کہا کہ جب تمہارے مفکوروں سے پر عمل نہیں ہوتا تو کیوں استعفا نہیں کر دیتے۔ میں نے جواب دیا چند دفعہ کچکا ہوں مگر علامت حضرت منظور نہیں فرماتے۔ اب تم سفارش کر دو۔ مگر خدا درخشاں غازی نے جب کہ کتاب بنی قائم کیا تو اس کے انتظام کے لئے ایک مجلس منعقد کی وزیر معارف کے ساتھ ایک مسئلے پر میری سخت بحث پیش آئی تو میں نے پھر استعفا کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر حبیب اللہ درخشاں نے تو میرے پاؤں میں لوسہ کی نیزیاں ڈالی تھیں امان اللہ درخشاں نے بھی جھکڑ رکھا ہے ورنہ میں یہاں ایک دقیقہ کیا ایک ثانہ بھی ٹھہرتا تو سخت بے غیرت ہوتا۔

امان اللہ درخشاں نے حریت و آزادی کا اعلان کیا مگر اس کی تعمیل میں کوتاہی کی یا قصد انقلاب برتا محمد نادر درخشاں نے وہی شعار اختیار کیا جو قول اور قہ سے فعل و عمل میں آسکے۔ افغانستان میں ایسے نوجوان بہت کم ہیں جو پختہ مغربی اور تجربہ کاری سے اصلاح ملت کے عظیم انسان کام کو سرانجام دے سکیں۔ سردار خوافیں ملک ارباب میرباغی اور دیگر اعیان ملت جن کو قوم میں رواج اور منزلت حاصل ہے وہ ان خیالات سے بالکل دور پڑے ہیں جن کو نوجوان ملک میں نافذ کرنا چاہئے ہیں۔ صحیح حریت اور مسلم آزادی یہ ہے کہ پہلے معزز اور مقتدر اشخاص کی توجہ انکار کی جائے۔ اگر ان کو مجلس شعوری میں مدعو کر کے بطور مثال یہی مسئلہ پیش کر دیا جائے کہ آیا نئی تعلیم لازم ہے تو زیادہ اکثریت اس کے مخالفت ہوگی۔ لہذا ضروری ہے کہ ایک مدبر اور خیر اندیش بادشاہ ایسے امور میں مستبداد کو ہاتھ سے نہ دے۔



دوسری طرف جوان بلند پرواز بغیر طیارہ رانی کی ہمارے آسمان میں اڑنا چاہتے ہیں تاکہ باہر  
 فنون مل سے بھی اونچے ہو جائیں۔ منہ کے بل گر کر تھوڑا سا لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں  
 حکومت کے خارجی تعلقات پر عجیب گہری کرتے ہیں کہ ملک فروشی ہو رہی ہے ملت غلام بن رہی ہے  
 گویا ان لوگوں کو اپنی شرافت و عزت کا کچھ پاس نہیں بنھوں نے بار بار ایسی کوششیں کرتے کرتے  
 اپنی جانیں خطرات میں ڈالیں، قتل کا بخار بہ کیا ان کی فداکاری اور آزادی خواہی کی قاطع برہان نہیں  
 ہے، اگر سلطنت ڈاکوؤں کے قبضے میں نہتی تو دنیا کی کوئی دولت افغانستان کو منجھد دل تسلیم کر  
 سکتی تھی۔ یہی پرانی اور روایتی دوام پیکار ملک کو ذلیل اور بدنام کر دیتی۔ اس دھبے کو دھونے کے  
 لئے جس خاندان نے قربانیاں کیں اپنی صحت عافیت اور جان کی مطلق پرواز کی آیا اس پر اعتماد نہیں  
 کیا جاسکتا کہ دولت کے وقار و ناموس کی حفاظت میں عقل تدبیر اور جان نثاری سے کام لیں گے۔  
 چونکہ خام خیال لوگ اپنی انگوں کے نشے میں مٹھن اصحاب کی اعتدال پسندی کو گوارا نہیں کرتے اس  
 لئے حکومت کے خلاف زہرا لگنے لگ جاتے ہیں۔

جہاں کی طرف دیکھئے کہ کس طرح اپنے استعمالات کو حکم کئے ہوئے بعض دول کے ساتھ مفید  
 اتحاد رکھتے ہوئے خدمت و محنت میں مرقی کئے جا رہے۔ روس پر نظر ڈالئے کہ اشتراکیت میں کس  
 طرح توانا ہوا ہے یا اصلاحات میں سرگرمی۔ یہ مشغول ہے اور فریق مخالف کے وجود کو راہی نہیں رکھتا  
 اس کے روزناموں "پراودہ" اور "ازدستی" وغیرہ میں صرف حکومت ہی کی مرضی کے مطابق مقالات  
 چھپتے ہیں اور حکومت حریت کے پرے دھبے کی مدعی ہے۔ بیسے اشتراک کی مجبوریاں ہیں حکومتوں  
 پرچی چاندیوں کا زہر ہوتی ہیں۔ انہیں میں ملحق افغان بن جاتی ہیں تاکہ اپنے استقلال و آزادی کو مانوں

رکھ سکیں۔ مگر یہ ان اصحاب پر منحصر ہے جن کے ہاتھ میں زمام سلطنت ہو جیسا کہ انھی میں سے ایک  
مختبر دوزیر یا جرنیل کو ڈکلیئر بنا دیتے ہیں۔

ایک شخص کی گذشتہ سیرت اس کی آئندہ روش کی تضمین ہوتی ہے۔ نادر خانی خاندان کی دو ہمدردی  
میں دیانت و امانت سے بھری خدمات جن کا سوائے مقرر فی افراد کے ملت افغان کا کچھ بچہ معترف  
ہے ان کو محترم و مخدوم بنا دیتی ہیں۔ امان اللہ خاں ان کو بلند مناصب سے محروم کر کے یا بیکاری کی حالت  
میں باہر رکھتے ہیں یا ملک کے اندر بے بس چھوڑ دیتے ہیں۔ خود اپنی معزولی کا فرمان لکھ کر کابل سے  
خفیہ شخص ہوتے ہیں اور دوبارہ غزنی سے مقرر بنتے ہیں۔ نادر خانی خاندان ہینوں مصیبتیں اٹھاتے  
قبائل کو ابھارتے شجاعت شہامت اور جانفشانیوں کے بعد ملک کو رہزنیوں کے پنجے سے چھڑاتے  
ہیں۔ ملت ان کو بادشاہی پر منتخب و مقرر کرتی ہے۔ جو لوگ اب تک یہی اعتراض کئے جاتے  
ہیں کہ تمام ملت کے دلکابج نہیں کئے گئے تھے وہ ملک کے حالات سے نہایت بے خبر ہیں۔  
فی الواقع پھر نادر خاں کے مساوی افغانستان میں مطلق کوئی شخص ہی موجود نہیں تھا بلکہ دعوے سے  
کہا جاسکتا ہے کہ ان کے سوا اگر کوئی اور انتخاب کیا جاتا تو ملت کا دسواں حصہ بھی اسے نہ پہچانتا اور  
نتیجہ ایسی جنگ ہوتی جس میں چھوٹے چھوٹے ملوک الطوائف سر نکالتے۔ رہے امان اللہ خاں سوانھوں  
نے دو دفعہ بھاگ کر ملت کی پہلی بیزاری کو وہ چند بڑھا دیا۔ کیونکہ ملت افغان اس معاملے میں بڑی  
سخت گیر ہے۔ ایک ماں اپنے بیٹے کو جو بیٹھیہ میں زخمی ہو کر گھر لوٹے اندر گھسنے نہیں دیتی ایک عورت  
اپنے خاوند کو یوں خطاب کرتی ہے

پو تو ر تو پک دشتیہ شہے + دیہے ننگی احوال و مرا سہ میسنہ

کیا ہندوؤں سے مارے جاؤ تو بہتر ہے۔ تمہاری بے غیرتی کا حال اے محبوب نہ آئے۔  
یہ تو بڑی عمدہ نادر خاں اور امان اللہ خاں کی مقالیت جس کے رد سے ان کی حیثیت کا اندازہ  
ہو سکتا ہے۔ اب اپنی طرف رجوع کرتا ہوں۔ عمدہ نادر خاں نے جب وہ اہل دزیر تھے تو میری  
راستہ گفتاری اور درشت کلامی پر یہ گلے فرماتے تھے کہ اور لوگوں کو میں نے چند مہینوں کی قید میں  
جھکے دیکھا ہے مگر تم گیارہ برس کے بعد بھی خم نہیں ہوئے بلکہ ویسے ہی سیدھے اور سخت ہو جس کا  
سبب یہ ہے کہ حق ٹیڑھا نہیں ہو سکتا۔ اسی حق گوئی کی وجہ سے شاہ امان اللہ خاں نے مجھے اپنی مجالس  
سے آہستہ آہستہ پرے کر دیا اور آخر دودھ پیستول میری طرف اٹھایا جس سے صحن حق کی حمایت  
نے مجھے بچایا۔ ہر چند میں پھونک پھونک کر پاؤں رکھتا مگر اپنی آزاد طبیعت سے مجبور ہوتا اور کچھ کوئی نہ  
کوئی سچی اور صاف بات مزاج شاہانہ کی برا فرہنگی کا باعث بن جاتی تھی۔ میری مرضی کے موافق تعلیم و تہذیب  
جاری نہیں تھی اس لیے میں مستعفی ہوتا تو قبول نہ فرماتے۔ اگر اپنے کہنے کو لے کر خود سزا چلا جاتا تو پھر  
خود لائق ہوتا۔ بریلین سے باقی سفیر روسی اپنے عائلے کے ساتھ واپس جا رہا تھا غزنی میں مراد یا  
دیگیا اور اس کی عورت فریاد مچاتی رہ گئی۔ جب قاتل مدعی اور حاکم ایک ہی شخص ہو تو خون کا دعوے  
کس پر ہو بلکہ دغ

دیت از مردہ سے خواہند مرد و شہیت قاتلہا  
اگر بیخبریاں ملو ظانہ رکھی جائیں تو اس استثنائے کیا معنی ہو سکتے ہیں اَلَا مَن اُکْرِهَ  
وَقَلْبُهُ طَمَعٌ بِالْاِیْمَانِ۔ آپ سقائے بیشک مجھے اپنے انبیاء حبیب الاسلام کا سر  
و پر مقرر کرد یا نکر میرے لئے یقیناً ہر قسم کی تشویش کا باعث ہو۔ میں نے مقوی و زور ہار جہاں اور وزیر

دربار کو کہا کہ جس طرح بھی ممکن ہو مجھے اس کام سے سبکدوش کریں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے تمھاری خیر خواہی کو مرعی رکھ کر ایک مشغل تمھارے لئے پیدا کیا تھا تاکہ امان اللہ خاں کے طرفدار سمجھے جا کر کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ اور چونکہ مسافر ہو تمھارے خاندان پر کوئی آفت نہ آئے اب اگر نئے امیر کو تمھارا انکار معلوم ہوا تو اغلب ہے کہ وہ تمھیں اپنا مخالف جان کر کوئی سخت حکم صادر کر دیگا۔ اسلئے بہتر ہے کہ قبول کر لو۔ ناپار میں تو مان گیا اور کچھ دن کام کرتا رہا مگر سمجھے جاؤ گا مخلصیت ہوتی تھی کہ ایک ڈاکو کی اطاعت میں مشغول رہوں۔ ایک مضمون میں اس کی تشریح لکھی جو بالکل سچی تھی اور امان اللہ خاں کی مذمت کی جو متحشہ بچہ رستا کی بہادری تہوار اور جان سے بے پروائی کا ذکر اور امان اللہ خاں کے فرار عزل اور غفلت کو بیان کیا مگر محمد نادر خاں کی بابت میں ہرگز کوئی برا لکھ نہیں لکھا۔ اسی سے اندیشہ کر کے کہ اس کی باری بھی آجائے گی میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ توہ کوئی مصیبت ہی نازل ہو اس بلا سے ٹھکانا مناسب ہے۔ میرے اصرار پر دزرائے مذکورہ بالائے سقوطی دربار میں میرے ہندوستان جانے کا ذکر کر کے رخصت چاہتی میں باہر بیٹھا تھا کیونکہ نہ تو میری رسائی تھی اور نہ میں اس منحوس بلا کی مشکل دیکھنا چاہتا تھا جو تخت افات پر چلاؤ افروز تھی۔ وزیر خارجہ مہا ہوا آیا اور کہنے لگا تمھاری قسمت ہی نالی ہے، امیر حبیب اللہ خاں نے تمھیں گیارہ سال قید میں رکھا۔ شاہ امان اللہ خاں نے تم پر پتھول اٹھایا اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ امیر بھی تمھیں کسی عذاب میں ڈال دیگا۔ کیونکہ سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ مجھے امان اللہ خانی آدمیوں اور ہندوستانیوں سے کوئی توقع نہیں اور نہ ہی مجھے ان کی پروا ہے۔ اخبار کسی اور کے سپرد کر دو اور اسے کہو کہ جس راستے سے چاہو ہندوستان چلے جاؤ۔ یوں

اس اخبار اور اس کے صاحب سے چھٹکارا ہوا۔

اگر مجھے طمع کے خیال سے افغانستان میں رہنا مطلوب ہوتا تو جتنی خواہاں اللہ خدا مجھے دیتے تھے وہی بچہ سقا دیتا تھا مگر میں نے اس کا ایک پیسہ نہیں لیا اور باوجود خطرے کے میں نے اس سے دوری اختیار کی۔ پھر راہِ مخدوش تھے جگہ جگہ لڑائیاں برپا تھیں اور ہر منزل پر جان و مال کا خوف تھا۔ میں نے یہ سب کچھ گوارا کیا مگر ڈاکوؤں کی تائید و حمایت سے کنارہ کشی کی۔ میں نے اسی خوف سے و ہشتناک صعوبتیں اٹھانے کا قصد کر لیا۔ جلال آباد کے راستے ان دنوں مستورات کا سفر نہایت خوفناک تھا۔ باوجود اس کے میں مع اپنی ضعیفہ والدہ ہمشیرہ اہلہ اور صغیر فرزند کے پتھروں پر سوار ہو کر دن اور رات سختیاں جھیلنا لگیا دھویں روز سرحد پر پہنچا۔ اب تک اپنے پروردگار کی نعمت کا شکر سے تکرار کرتا ہوں۔

میں افغانستان میں اکیس برس رہ چکا ہوں۔ میرے آباؤ اجداد وہیں مدفون ہیں۔ میں افغانی رعیت بھی تھا۔ میرے اجاباد سلطانہ رشیدہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں وہاں موجود ہیں۔ میں افغانستان کی حقانی خدمات بجالانے کا گھر رہ کر بھی اہل ہوں۔ اتنا واضح کر دیتا ہوں کہ خصوصیتیں اور تمہتیں ہندوستان کے مسلمانوں کے درمیان البتہ فساد اور تفرقہ ڈال سکتی ہیں کہ ایک گردہ شبیہ نادر خان کو برا بھلا کہے مگر افغانستان میں ان کا نیک یا بادرہ بھر بھی نہیں نکل سکتا کیونکہ اول تو وہاں ایسے اخباروں کو پڑھنے ہی نہیں بھرا دو جانے والے ہی کہیں بلکہ جن لوگوں کے ہاتھ میں افغانستان کے تصرف کی کئی چلی آئی ہے وہ خارجی

بھی نہیں جانتے صرف پشتو ہی ان کی زبان ہے۔ یہ لوگ امان اللہ خاں کو بھی جانتے ہیں اور  
 محمد زار خاں کے خاندان کو بھی پہچانتے ہیں۔ انھی کے ڈر سے ایک بھگا اور انھی کی مدد سے  
 دوسرے نے سلطنت حاصل کی۔ ایک آدھ وزیری کا خط اخبار میں شائع کرنے سے اینٹنباٹ  
 نہیں ہو سکتا کہ ساری قوم اس کی تم خیال ہے۔ ہر ریوڑ میں کالی بھڑیں ہو اگتی ہیں۔ یہ تشہیر کرنے  
 سے کہ امان اللہ خاں آ رہے اور ہٹ دوستان ان کا منتظر ہے حکومت حاکم کو نقصان نہیں  
 پہنچ سکتا۔ ایسے بیانات کی اطلاع تک بھی افغانستان میں نہیں ہوتی۔ یہ محض ہندوستان کے  
 ناظرین اخبار کا تفسیر اوقات ہے۔

میں نے اپنی کتاب "انقلاب افغانستان" میں کافی دلائل بیان کر دی ہیں کہ امان اللہ خاں  
 کے متعلق پہلی اور موجودہ تحریریں متناقض کیوں واقع ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کا مقابلہ بہت بڑے  
 اشخاص کے ساتھ کیا اور اب بھی قائل ہوں کہ وہ بہت عظیم شخص تھے جیسے نپولین بونا پارٹ مگر آیا  
 یہ کارسیکانی باشندہ صرف عظمتوں ہی کا مالک تھا جن کے سبب یورپ کا رب النفع بن گیا یا اس  
 میں کوتاہیاں بھی تھیں جن کی وجہ سے شکست کھاکر ذلیل ہوئے سیدنا لینا کا بھادور ہو بٹھا۔  
 ایک وقت اہل فرانس اسے تنگ نظر سمجھتے تھے کیونکہ وہ صرف اپنے جزیرے کا مسیحا ہی کی  
 بہبودی و آزادی کا خواہاں تھا۔ پھر دنیا کے لوگ اسے غاصب و ظالم کہنے لگے جب وہ فرانس  
 سے غریب و شرق میں جانا چاہتا تھا۔ مصر کی راہ میں نیلین کے جہازی بیڑے سے روتا ہوا اور  
 انگریز ادیب رگیس بیانیاں کرتے ہیں کہ اگر منٹ بھڑ بھڑ جاتی تو یورپ ایک شیطان کے دم سے

پاک ہو جاتا اور بقول لارڈ روزبری وہ عصائے یاسو تھا جو لوگوں کو ان کے گناہوں کی سزا دینے پر مقرر تھا۔

اسی لارڈ نیلسن کو جب وہ میز کے نیچے چھپ کر اپنی رفیقہ کے بچے کے ساتھ کھیلنا کودنا اسے بڑا اور چھٹا آدمی بتاتی تھی۔ ڈیوک آف ویلنگٹن نیپولین کو نہایت دیتا ہے، اور مسکنہ کی طرح بیٹو کر جان دیتا ہے۔ شریعت اسلامی نے اس لقمے کو جو اشتہا سے زیادہ متادل کیا جائے حرام قرار دیا ہے۔ جو شخص جہان کو فتح کریں اور نارتھ جہاں کو شکست دیں۔ بیشک بڑے کبیر اشخاص ہیں۔ جب بچوں اور حیوانوں کی طرح طماع و اکال بن کر مریں تو ان کا یہ آخری فعل مذموم ہے۔ اسی لئے کہا گیا

آدمی زادہ طمرہ مجوں مرست

از فرشتہ مرستہ در حیراں

امان اللہ خاں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ ان کے ابتدائی حالات کا آخری زمانے سے موازنہ ہو سکتا کیونکہ برسوں میں ایک شخص کی عادات و نیات میں بہت فرق آ سکتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک آدمی بعض خصائل کو پوشیدہ رکھتا ہے جو سالوں کے بعد ظاہر ہوتی ہیں تو اس عمر میں خواہ مخواہ دیکھنا ٹھیکار کو دھوکا ہوتا ہے۔ ایک کنواری اپنے نعلے اور شہر میں پاکدامنی میں مشہور ہے۔ مساکین کی مدد کرنا اور اپنے گھر میں ہمت و خدمت سے رہ کر نیک نام ہے دفعتاً ایک بچہ بنتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم نو بیسٹ میں اس کی عفت کی تعریف جس نے کی غلط کہا اگرچہ یہ غلطی متہد نہیں تھی۔ مددگار کی توصیف بھی درست تھی۔ اگرچہ بد میں منکشف ہوا ہو کہ اس کے پردے میں زنا کاری ہو رہی ہو وہ مرد و عورتوں کی لڑکھائیاں باپ بہت تھک کر پرہیز گاری مشہور ہو جاتی کہ وہ بچہ باغ ہو کر اس کے ساتھ

شاہت پیدا کر کے گان غالب پھیلادے کہ وہی زانی تھا۔ اس مرد دزن کو جو لوگ پہلے نیک مل و بارسا کہتے تھے اگر بعد میں بکار و بدعمل کہیں تو کاذب و منفری کا لقب نہیں پاسکتے۔

ایک شخص رات کو چوری کرتا ہے جس کی خبر کسی کو نہیں۔ دن کو محتوئے ہاں جا کر انکو روپہ ادتسی دیتا ہے جسکی اطلاع سچی کوہے۔ یہی تحریریں آجاتا ہے۔ جب چور کچلا جاتا ہے تو محرر اس واقعہ کو بھی قلمبند کر دیتا ہے تو کیا یہ دونو تحریروں میں بتائیں و بتا دے ہوا یا ایک نے دوسرے کی اصلاح و تسمیم کر دی؟ اسٹریا کے ایک تیس بلدیہ کے ہاں سے چوری کا مال برآمد ہوا تو اس نے اقرار کیا کہ کئی برسوں سے اس کا یہی مشبانہ پیشہ رہا ہے۔

قندھار میں جب انگریزوں کی حکومت تھی تو چند گورے ایک باغ میں جا گھسے۔ افغانوں نے ان کے ساتھ قبیح سلوک کیا۔ انھوں نے جا کر اپنے کرنیل کے پاس شکایت کی جو بدلہ لینے کے لئے بہت سے سپاہی لے کر آیا۔ افغانوں نے ان کی آہٹ مسکرنماز کی نیت باندھ دی۔ کرنیل نے کہا یہ لوگ تو اچھے معلوم ہوتے ہیں جو خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ کسی نے اسے مطلع کیا کہ یہ کام بھی کرتے ہیں وہ کام بھی کرتے ہیں۔ جب امر باقی یہ برتو میں کیوں معرض اعتراض میں آیا، ایک شخص اچھا بھی ہے برا بھی ہے۔ میں نے ایک کتاب میں اسکی یہ کام اور دوسری میں اسکی وہ کام کھدے۔

میں نے امان اللہ خاں کا حال لکھتے ہوئے اصحاب کرامؑ کے بارے میں ارشاد خداوندی بیان کیا تھا وَاٰخِرُوْنَ اَعْلَمُوْا اِنَّ لَّوْیٰہِیْمَ حٰخَظُوْا عِمَّا لَاصِلًا وَاٰخِرَ مِیْمَتًا۔ دوسرے ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ ان کے اچھے کام اور دوسری برائیاں ملی جلی ہیں۔ میں عاجز بھی مقرر ہوں کہ دوسروں کے الزامات سے بڑھ کر گناہگار ہوں۔ جب



میں نے "افغان بادشاہ" کی کتاب لکھی تو اپنے مقصد نہ اقام کو تسلیم کیا مگر ساتھ ہی عذرت بھی تیار تھی جو "انقلاب افغانستان" میں واضح کر چکا ہوں۔ "افغان بادشاہ" کی تصنیف کے بعد میں ہمیشہ یہ تمنا اور دعا کرتا تھا کہ مجھے وہ موقع بھی ملے جب اس کا دوسرا ایڈیشن بھی دکھا سکوں ورنہ تصویر کا ایک رخ رہ جائیگا۔ میں اسے تصدیق سمجھتا تھا اور نہ جو کچھ "افغان بادشاہ" میں لکھا ہے صحیح ہے اور اس کے بعد جو کچھ انقلاب افغانستان میں لکھا ہے، وہ بھی صحیح ہے۔

اگر کوئی گھر میں بیٹھ کر پستول کا نشانہ بننے کو ایک معمولی سا خطر گمان کرے اور کابل کی قید کا ہندوستان کے جیل سے اندازہ لگانے کو تعجب نہیں۔

تو اسے کوثر یا مہم حرم چہ۔ مے دانہ

طیسیدن دل مرغان رشتہ پر پارا

اگر امان اللہ خاں کی باندہ تھی نجاتی تو میرے ہاں ہونے کے سوا وحشی سپاہی ہمارے گھر میں گھسکر لوٹ مار مچاتے اور مستورات بیکسی کی حالت میں ہندوستان پہنچتیں۔ اگر میں مجبور ہو جاتا تو میرے گھر میں چھ سات سپاہی متعین ہو جاتے۔ کابل میں پولیس کی قیدیوں کی رعایتیں اور اسے بی۔ سی کی تحفیں نہیں ہیں۔ یہ تو خطرات تھیں جن میں مبتلا ہونے کا مجھے اندیشہ تھا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ اگر میں امان اللہ خاں کے عجیب آشکارا کردینا تو علاوہ جان بھونے کے اور گھرانے کو نقصان میں پھنسانے کے کتاب کو ہرگز شائع نہ کر سکتا۔

میں انقلاب افغانستان میں بیان کر چکا ہوں کہ میری صفا گوئی کے سبب مجھے اپنے سے پرے رکھتے تھے۔ مستوفی مرزا بختیار خاں کو اسی لئے فرمان کے رد سے موقوف کیا کیونکہ قیادت انہماکی

موقوفی ممکن نہیں تھی اور اسکا جرم ہی تھا کہ سچی بات منہ پر کہہ دیتا۔ یہ ردش اتنی وسیع ہو گئی کہ سب وزرا حتیٰ کہنے سے دم کرنے لگے۔ وزیر و داخلہ وزیر حربہ بھی تھا کابل کے نواح میں رہتا چروں کے ڈر سے شہر میں گھر تلاش کرتا تھا۔ کسی نے کہا آپ نے گاؤں کے دھانڈیوں کی دست اندازی کا ذکر اعلیٰ حضرت کے پاس کیا ہے تو جواب دیا کہ وہ ان خبروں کو برائے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ اسے خفا کروں۔

بلبل امزده بہار

خبر بہ بلوم شوم گذار

بزرگہر نے نوشیرواں جیسے عادل کے سامنے سچ کہنے سے اجتناب کیا جسے سعدی نے تائید کے ساتھ بیان فرمایا۔

خلاف رائے سلطان رائے جتن

بخون خویش باید دست شستن

میکالے نے فریڈرک کبیر کی بابت لکھا ہے کہ اپنے مصاحبوں کو مخاطبے کا حکم دیتا پھر جب کوئی اس پر اقام کرتا تو اسے گستاخ کہہ کر مورد خطاب بناتا اور جب کوئی خوف کھا کر کلام کی جرات ہی نہ کرتا تو اسے کہتے کی طرح دم دبانے والا ڈرپوک گردانتا۔ وزیر من بادشاہ بہت بڑا آدمی تھا جدیسا امان اللہ خاں اور مجھے مشالوں اور تجربوں سے یقین تھا کہ مجھے کہہ تو دیا کہ ان کی خوبیوں کی طرح ان کی بدیاں بھی خسریم کہوں مگر پھر نہ تو میری خیر تھی نہ کتاب ہی اشاعت پاسکتی۔

”افغان بادشاہ“ کی اشاعت اسلئے لازم تھی کہ دنیا امان اللہ خاں کی ان خوبیوں کو جانے جو ان کی ترقی کا باعث ہوئیں اور انقلاب افغانستان کی اشاعت اس لئے لازم ہوئی کہ دنیا امان اللہ خاں کی ان برائیوں کو جانے جو ان کے تنزل کا باعث ہوئیں۔ مجھے اپنی اٹھارہ کتابوں کے تجربے سے جو امان اللہ خاں کے لئے تالیف کی تھیں۔ یقین تھا کہ ان کی طرح جو فارسی میں تھیں۔ یہ کتاب بطریق اولیٰ ان کے مطالعے میں نہیں آئیگی کیونکہ کتاب ”افغان بادشاہ“ اردو میں تھی جس سے آپ کو کم دفعیت کے علاوہ نفرت بھی تھی۔ اس سے یہ الزام ساقط ہو جاتا ہے کہ میں نے یہ کتاب امان اللہ خاں کو خوش کرنے کے لئے نشر کی تھی۔

بعض نے مجھ پر علحضرت امان اللہ خاں کے احسانات گنوائے ہیں اور یہ بھی جتلیا ہے کہ مجھے معلوم کی حیثیت سے اٹھا کر رئیس تدریسات بنادیا گیا اور ممالک میں لوگ بغیر کٹر مجھے کے لازم ہونے کے شروع ہی میں وزیر تعلیمات مقرر ہو جاتے ہیں۔ افغانستان میں مجھ پر دو شخص مافوق تھے ایک وزیر دوسرا اس کا معین۔ کسی نے کارٹون بنایا تھا کہ گھوڑے کی نگاہی وزیر کے ہاتھ میں ہے اور پچھاڑی معین کے پاس۔ علحضرت اسے چابک مار رہے ہیں۔ لا محالہ اپنی جگہ پر کھڑا کود رہا ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتا۔ یہ وزیر اور معین میرے ہی شاگرد ہوئے اور اگرچہ ان کو برسوں اور تعلیم دے سکتا تھا میرے سب کاموں میں عزائم کر تے اور خود امان اللہ خاں ان سے بڑھ کر ذہل و معقولات دیتے حالانکہ وہ کسی کتاب کے تعلیمات نہ بھی نہیں تھے۔ سینہ بارہا معروض کیا کہ مجھے منصب کی خواہش نہیں ہے مگر اتنا ضرر دیا ہوتا ہوں کہ جو

تعلیم و تنظیم کے مسلم امور ہیں ان میں کوئی خلیل نہ ڈالے مگر یہ التماس کبھی منظور نہ ہوتی اور میری تمام مساعی بے سود جاتی رہیں۔ معترض مجھ پر عنایت سمجھتا ہے کہ میں رئیس تدریسات تھا۔ اور میں اسے شکایت جانتا ہوں کہ میں وزیر نہیں تھا یا مجھ پر عرفانی معاملات میں معقول اختیار حاصل نہیں تھا۔

میں آقائے دلی نعمت کے نمک پرچ کا قائل نہیں ہوں۔ حکومت احرار میں اس کی گنجائش نہیں۔ ایک شخص محنت کرتا ہے اور تنخواہ پاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو جب ایک اعرابی نے کہا کہ اگر سیدھے راستے سے بھٹک گئے تو تلوار سے تمہیں ٹھیک کر دوں گا۔ تو اس نے بڑی بے دلی کی کہ آقائے دلی نعمت کو ڈانٹا اور اس دھیسے کے نمک پرچ کا پاس نہ کیا جو انھوں نے ہر ایک عرب کے لئے متین کر رکھا تھا۔

ہاں بادشاہ یا صدر جمہور یا آمر یا حاکم مطلع ہیں اور ہر مسلمان کو ان کی اطاعت کرنی چاہئے۔ سو میں نے امان اللہ خاں کی اطاعت میں دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا بلکہ ان کی ستائش اور سچی خوبیاں بیان کرنے میں تعاون حاصل کیا تھا۔ جب وہ خود بادشاہی سے دست بردار ہو گئے جب میں نے خود ان کا نسخہ دستخط آپ کی معزولی کے کاغذ پر سبلی حروف میں لکھا چڑھا تو ان کی متابعت ان کے اپنے فرمان کے روئے ختم ہو گئی۔ میں بسکدوش ہو گیا اور سب ملت افغان خاطر مٹی سے دین اور عرف کے اعتبار سے مجاز ہوئی کہ کسی اور کو تبووع بنالیں۔ امان اللہ خاں نے جلد ہی پشیمان ہو کر قہار میں دوبارہ بادشاہی کا اعلان کیا مگر غزنی سے بھاگ کر نہ صرف اپنی ابدی پناہی کا سامان فراہم کیا بلکہ ملت افغان کو بتائید و مکرار اختیار دیا کہ وہ جسے چاہیں اپنا بادشاہ مان لیں۔

اگر امان اللہ خاں ہزارہ جات میں چلے جاتے یا سرحدات میں رہ کر پھر جگہ آور ہو تے تو ممکن تھا ملت ڈاکوؤں کے مقابلے میں آپ کی طرف راز ہو کر از سر نو آپ کی بادشاہی کو مان لیتی مگر اس میں اہان جو کھوں مشقتوں خطرات آفات اور سخت مصیبتوں کا سامنا تھا جسے محمد نادر خاں نے یورپ کی عافیت پر ترجیح دی اور جسے امان اللہ خاں نے اسی یورپ کی عافیت کے مقابلے میں گوارا نہ کیا۔

### بقدر الکد تکسب المعالی

محمد نادر خاں کو بلند رتبہ نصیب ہوا جو ان کے مخالفین کے علی الرغم ان کا حق تھا اور امان اللہ خاں کو ذلت ملی جو بادجو دانکے مویدین کے انکی جائز مزاحمت تھی۔

امان اللہ خاں جب مجھے اور اپنے پیچھے خدام کو بیوقوفائی سے چھوڑ کر سفر دروہ گئے تو ہم مختار تھے کہ ان کی عقیدت سے نکل کر ایسے وفادار دلاور اور صالح مسلمان بادشاہ کی اطاعت کا دامن پکڑ لیں جسکی دفاع شجاعت اور تقویٰ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہو چنانچہ ملت افغان نے سوائے اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں کے اور کسی کو ایسا شخص نہ پایا۔

معاند میرے حق میں امان اللہ خاں کو فیاض کہتا ہے اور محسن بتاتا ہے۔ اور میں معاملہ عکس ثابت کرتا ہوں۔ میں صرف ملت افغان کی خدمت کرتا تھا اِنْ اَجْرِي اِلَّا عَلَى اللّٰهِ پرمیں عمل کرتا تھا۔ میں امان اللہ خاں سے اجز نہیں مانگتا تھا۔ خدا کے لئے کام کرتا تھا۔ اگر مجھے حرص ہوئی یا افغانستان کے سوا اور جگہ خدمت کرنا چاہتا تو اپنے ہم بھائیوں اور رشتہ داروں کی حق نہ سمجھ بھی دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ مل سکتی تھی مگر میں نے کابل کے ہاتھ تین سو روپے

پر قناعت کی جو پندرہ دن میں ختم ہو جاتے تھے اور باقی ہینے کا خرچ ہندوستان سے منگایا خود کوئی ترجمہ تالیف کی مزدوری کرتا۔ قید کی حالت میں میرے بیس ہزار روپے صرف ہوئے اب امان اللہ خاں نے مجھے دس ہزار کی بھی جائداد بخشی تو ان حالات کے اندر آیا میرا فیض افغانستان میں جاری کھایا برعکس ۹۰ وہ تھوڑی تنخواہ جو کٹر بیونت کے بعد مجھے دی جانی کیونکہ کبھی ساری کبھی کچھ مختلف چندوں میں وضع کر دیا جاتا تھا۔ میں محتاج طلبہ کی امداد میں بھی صرف کرتا تھا۔ یتیم لڑکے اکثر ہمارے ہاں رکھ کر تعلیم پاتے تھے۔

دشمنوں نے استہزائے بیان کیا ہے کہ جمال پاشا کے سامنے افغانی اموں میں بھی میری کوئی اہمیت نہیں ہو سکتی حالانکہ افغانستان کے مقامی حالات ایسے پیچیدہ ہیں کہ ان کو مرعی رکھنے کے بغیر ترک کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ جرنیل کاظم پاشا افسر ارکان حرب مع اپنے عملے کے عجالت برتے قندھار کے راستے کابل میں پہنچے تاکہ اسکوڈاکوؤں کے بحار سے نکالیں مگر آتے ہی خود بھی محصور ہو گئے اور بچہ سقا کی اجازت سے اپنا سامان لے کر واپس چلے گئے۔ امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں سپہ سالار محمد نادر خاں نے کاظم بے ترکی سفیر سے فوج کو کوئی قواعد سکھلانی چاہی مگر اس کے ایک دفعہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے ساری سپاہ اسے گالیاں دینے لگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ افغانی وضع متحسن ہے بعض ناچاہے میں ہاتھ ڈال کر کھڑے استیجا کرتے ہیں مگر وہ اپنے رداجوں پر شدت سے قائم ہیں۔ جمال پاشا اور ان کے ہمراہی ترکی افسر نمازنہ پڑھتے اور سپاہیوں کے لئے بھی جب دن بھر یا چند گھنٹے عسکری کام ہوتا تو تما ز کے لئے کوئی اہتمام نہوتا۔ میں نے صرف یہ تجویز پیش کی کہ قرآن مجید

یات کے بموجب احتیاط اور اسلحہ کپڑے ہوئے لڑائی میں بھی نماز لازم ہے اسلئے موجود زمانہ کی مقتضیات کو مد نظر رکھتے ہوئے افغانوں کو ذکر الہی کا طریقہ بتانا ضرور ہے تاکہ وہ عقیدت مند مسلمان ہو کر لڑ سکیں اور اس دینی تعلیم سے ملت افغان مطمئن ہو۔ مجھے جمال پاشا سے کوئی عداوت نہیں تھی مگر جب اس نے نماز کے متعلق یہ جواب دیا کہ تیرہ سو سال پہلے کی باتیں بیسویں صدی میں جاری کرنا چاہتے ہو تو البتہ مجھے مایوسی ہوئی۔

مولوی اللہ نواز خاں کے متعلق یہ الزام دئے جاتے ہیں کہ امان اللہ خاں نے اسے آدمی بنایا اب اسی کی بے ادبی کرتا ہے۔ بجائے انسانیست کے القاب کئے اللہ نواز ابن الوقت کی دشنام دی جاتی ہے۔ حالانکہ اللہ نواز خاں ملتان کا ایک رئیس زادہ ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے سنگت تعلیم پائی۔ یورپ کی بڑی لڑائی میں افغانستان چلا گیا مع اور فوجیوں کے جو اکثر واپس لوٹ آئے مگر وہ ثابت قدمی سے ہجرت پر قائم رہا۔ امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں نظربندی کی تکفیل ٹھہرتی شاہ امان اللہ خاں کی نئی سلطنت میں نہایت مہلک مقامات طے کئے اور بڑی جان نثاری دکھائی اسکی قدر دانی بادشاہ نے نہیں بلکہ وزیر جرہیہ محمد نادر خاں نے کی جنہوں نے اسے جلال آباد میں مدیر مقرر کیا۔ اس نے پچیس نئے مکتب کھولے۔ کابل میں مدیر معارف ہو کر آیا تو والی نے بلا وجہ توفیق کر دیا۔ البتہ بادشاہ کا ایما تھا کیونکہ نادر خانی آدمی اور ہندوستانی نہ تھا بلکہ ایک جرم تھا۔ اب مجبوراً اللہ نواز خاں کو جہیز کمپنی کی ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ یہ آدمیت تھی جو امان اللہ خاں نے اللہ نواز خاں کو سداہائی اور یہ نمک تھا جو انھوں نے جہیزمنوں کے درمیان کھلایا۔ ابن الوقتی یہ کہ بچہ سرتقا کے زمانے میں بھاگ کر اللہ نواز خاں سیدھا اپنے گھر نہیں گیا جہاں سرتقا کی آسائش اس کے لئے مہیا تھی بلکہ اپنے

دیرینہ محسن اور ملی مربی کے پاس جا پہنچا جسے اس تنہائی کے عالم میں سچے دوستوں اور انھیں خدا دارین اسلامی کی سخت ضرورت تھی۔ اللہ نواز خاں نے قبائل میں سرکھٹ بھر کر جمعیت فرام کی اور بڑی خانقاہ قائم کیے بعد کابل پر قحط خانہ چھ لیا۔ وزیر دربار مقرر ہونے پر چین نہیں لیا بلکہ سمت شمالی کی دوسری بقادہ فرو کرنے اور غزنی کی جانب شورش کو مٹانے میں ملین مساعی ابراہم کیس۔ یہ پہلا ہندوستانی ہے جو افغانستان میں وزیر مقرر ہوتا ہے اور اعلیٰ حضرت مجدد نادر خاں پہلے افغان بادشاہ ہیں جو ایک ہندوستانی کو وزیر مقرر کرتے ہیں۔ انکے مقابلے میں امان اللہ خاں کا گیت گائے جانا جو اب ایک عام آدمی ہیں خود بادشاہی کو خیر باد کہہ چکے ہیں اور لاکھوں پاؤں ڈاپنی بے غیرت اسودگی کے لئے بے بھانگے ہیں سنا ہٹ دھرمی اور مفرقاں مقاصد کے اوکس مطلب پر مبنی ہو سکتا ہے ؟

ان کے طرفدار کہتے ہیں کہ اگر لاکھوں پاؤں ڈاپنے کے مالک ہوں تو ان کو ہو مل بنانے کی کوئی ضرورت ہے ؟ یورپ اور امریکہ کے کروڑ پتی بھوکوں تجارت کئے جاتے ہیں۔ امان اللہ تو اپنی بادشاہی کی شان میں عار نہیں سمجھتے تھے۔ بنگال میں ہو مل خراج تیر کر دانی۔ تھمپٹر اور مینیا کی شرکت بنائی جس میں آپ چھیا سٹھ ہزار روپے کے حصے کا وکیل میں تھا۔ مجھے اس رحمت کے لئے کوئی تحزا نہیں ملتی تھی اور امان اللہ خاں کو ہزاروں روپیہ کا نفع ہوتا تھا۔ پھر میں منوں اور امان اللہ خاں بھگن ؟ انصاف، درکار مجھ نادر خاں نے باوجود اپنے عزیزوں کے جو قتلے میں بچے سقہ کے ساتھ تھے گولہ بارسی جارا رکھی کیونکہ افغانستان کی ڈاکوؤں کے پنجے سے نجات اسی پر مشعور تھی۔ انھوں نے اپنی اپنے اقربا قربانی کو ملک کی خلاصی کے لئے اختیار کیا۔ اسی ایک عظیم الشان اور کرامت افغان کب فراموش کر سکتی امان اللہ خاں اپنے عزیزوں کو لے کر بھاگے۔ جانے میں اور منت کو مصیبت میں ڈالکر خود عافیت



جا بستے ہیں۔ محمد نادر خاں اپنے عزیزوں کی ہلاکت کی پردہ نہیں کرتے تاکہ ملت کو آفات نہ لگائیں  
کیسا تین موازنہ ہے جسے افغان فنو انداز نہیں کر سکتے۔

علی حضرت محمد نادر خاں اور ان کے اقربا ہمیشہ ہما جرائی ہند کے ساتھ حسن معاشرت فرماتے رہے  
ہیں۔ مسافرت میں ان کے ساتھ عوامیات و مدارات صرف ان کا اور ان کے خاندان کا شیلوہ تھا۔  
اسی لئے ہندی جوان بچہ سقا کے ددران میں سب غازی محمد نادر خاں کی خدمت میں جا حاضر ہوئے  
اور دیرینہ حقوق کا پاس کیا۔ اس خاص ارتباط کے سبب جو موجودہ شاہی خاندان کو اہل ہند کے  
ساتھ ہے اگر مخالفین اپنی دست درازی کی عنان مقہام میں تو سب کے لئے مفید ہو گا۔ فصل کی  
بجائے وصل کی ضرورت ہے۔

میرا اعتقاد ہے اور یہی میری کتابوں کا مقصد ہے کہ حق ظالم اور غالب ہو کر رہ سکتے ہیں۔  
و یحییٰ اللہ الحق بکلماتہ ولو کسرہ الطحیمون، خدا تعالیٰ حق کو بر کر رکھتا ہے اگرچہ  
مجرم برائے ( + )

# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
۱	دیباچہ باب اول - اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں شاہ غازی دہشید کی پہلی مسافر کے بعد تدریجی فوجی ترقیات -
۲	فصل اول - حقیقی قصے کا لطف -
۷	فصل دوم - اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں کے آباد آباد اور ہندوستان میں ورود
۱۵	فصل سوم - خاندان جلیلہ کی وطن میں مراجعت اور درباری ملازمت
	فصل چہارم - امیر حبیب اللہ خاں کے عہد میں نادر خانی زمینہ قربت کرنیل برگڈٹیر
۱۹	اور جرنیل
۲۴	فصل پنجم - سمت جزئی کی پہلی بغاوت اور جرنیل محمد نادر خاں کی پہلی فتح -
۳۱	فصل ششم - سردار محمد نادر خاں کی فوجی اصلاحات -
۳۶	فصل ہفتم - جنگ یورپ اور اس کے ضمنی استفادہ -
۴۳	فصل ہشتم - مفید اقدامات پرطبعی اور غیبی اسلاو بلا

صفحہ	مضمون
	<b>باب دوم - پھر تنزل کے بعد ترقی کے مدارج -</b>
	<b>جنگ افغان و انگریز اور حصول استقلال</b>
۵۰	فصل اول - امیر سراج الملک والدین کی شہادت اور شاہ امان اللہ خاں کا جلوس
۵۶	فصل دوم - جنگ استقلال کا سفر -
۶۱	فصل سوم - انگریزوں کے ساتھ جنگ -
۶۶	فصل چہارم - انگریزی فوجی بیانات -
۷۱	فصل پنجم - ترکی جنرل سٹاف کا تبصرہ افغانی محاربے پر -
۷۵	فصل ششم - متارکہ پر سردار محمد نادر خاں کے اعتراض کی وجہ -
۸۰	فصل ہفتم - مراسلات میں مصالحت پر محمد نادر خاں کی رائے عالی -
۸۹	فصل ہشتم - سپہ سالار بہادر کی افتخار منہرا جماعت اور قدردانی -
۹۳	فصل نہم - جلال آباد کی مدبرانہ تنظیمات -
۹۹	فصل دہم - انگریزوں کے ساتھ معاہدہ -
۱۰۵	فصل یازدہم - فوجی اور ملکی انتظامات -
	<b>باب سوم - دوبارہ استغنیٰ اور دودھ دفعہ ملک میں ابتری -</b>
۱۱۴	فصل اول - وزیر جریدہ کا حاسد و معاند فریوق -
۱۲۴	فصل دوم - امان اللہ خاں کے ساتھ اختلاف کے وجوہ -

صفحہ	مضمون
۱۳۲	فصل سوم - وزیر حربہ کا استعفیٰ اور سمت جنرل کی بڑی بغاوت
۱۴۱	فصل چہارم - وطن کے اندر اور باہر اعزاز و اکرام -
۱۴۵	فصل پنجم - فرانس میں حزل و مرض کے اسباب -
۱۵۱	فصل ششم - انقلاب کے اسباب اور سخت خطرات -
	باب چہارم - نہایت منزل میں ترقی کی جدوجہد -
	- قبائل کو متحد کر کے بچہ سقا سے مقابلہ -
۱۶۴	فصل اول - فرانس سے سرحد تک اشاعت عزم -
۱۷۱	فصل دوم - قبائل کے اتحاد میں مشکلات اور پیچیدگیاں -
۱۸۰	فصل سوم - لشکر کشی اور آگے بڑھنے میں مزاحمتیں
۱۸۶	فصل چہارم - جوگے کے انعقاد پر صعوبتیں اور امیدیں -
۱۹۳	فصل پنجم - سقادی فوج کے ساتھ جنگ اور شکست
۱۹۹	فصل ششم - بچہ سقا کی طرف سے دود فوجہ اٹھانے کا آنا -
۲۰۸	فصل ہفتم - سارے افغانستان پر چروں کا قبضہ اور اس میں نکتہ -
۲۱۳	فصل ہشتم - فتح و شکست -
۲۱۹	فصل نہم - داخلی اور سرحدی اتحاد میں مزید کوششیں اور لڑائیاں -

صفحہ	مضمون
۲۲۷	فصل دہم - کابل پر غازیوں کا دلیرانہ حملہ -
۲۳۳	فصل یازدہم - کابل کی فتح -
.	باب پنجم - تخت نشینی اور نامہ رار بادشاہی -
۲۴۲	فصل اول - شاہی قبول کرنے سے بنکر رانکار اور ملت کا الحاح و اصرار -
۲۵۱	فصل دوم - بچہ سقا کا خاتمہ اور فتنہ و فساد کا دفعیہ و انسداد -
۲۵۹	فصل سوم - امان اللہ خاں اور چرخی خاندان کی فتنہ پردازیاں -
۲۶۸	فصل چہارم - مجلس شوریٰ اور اسکے افتتاح پر شاہانہ تقریر -
۲۸۱	فصل پنجم - مختلف مواقع پر علیحضرت کی مفید تقریریں -
۲۸۷	فصل ششم - علیحضرت کے اخلاقی فرائض کا نمونہ رحمت -
۲۹۴	فصل ہفتم - علیحضرت کے مزید احسانات اور ان کا اعتراف -
	باب ششم - ظاہر اور معنی کے ساتھ سابق کی مترادف جدید بادشاہی
۳۰۶	فصل اول - ناگہانی شہادتِ کبریٰ -
۳۱۴	فصل دوم - عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے -
۳۲۲	فصل سوم - فوق العادہ و مستحق تعزیت و تہنیت -
۳۳۵	فصل چہارم - مجدد ظاہر خاں کی تربیت و تعلیم اور ماموریت عالی -

صفحہ	مضمون
۳۲۵	فصل پنجم - جمہوری انتخاب، شاہی اور برادران ذیشان -
۳۵۵	فصل ششم - مختلف اقوام کے خدام و حکام -
۳۶۲	فصل ہفتم - سابقہ ابواب و فصول کا اہتمام -
۳۶۷	فصل ہشتم - مزید تعزیت و تہنیت عوزوں -
۳۷۱	نذر -
۳۷۳	تقدیر تقریظ -

## فہرست تصاویر

شمار	عکس	صفحہ
۱	اعلیٰ حضرت غازی محمد نادر شاہ شہید	م شروع
۲	اعلیٰ حضرت محمد نادر خاں اور برادران غازی طویرہ دونوں میں بحالت لغزیت	۱۲
۳	امیر حبیب اللہ خاں اور ان کے اقارب و مقرب - امان اللہ خاں عنایت اللہ خاں اور ان کے بھائی - سردار محمد آصف خاں اور سردار محمد یوسف خاں اور ان کے فرزندان سردار محمد سلیمان خاں اور سردار احمد شاہ خاں اور سردار محمد نادر خاں اور سردار محمد ہاشم خاں اور سردار شاہ دلچیز خاں اور سردار شاہ محمود خاں اور دیگر اراکین دربار -	۱۸
۴	اعلیٰ حضرت شاہ امان اللہ خاں (مخلوع)	۵۳

شمار	عکس	صفحہ
۵	منار یادگار فاتح جنگ استقلال سردار محمد نادر خاں غازی	۹۱
۶	ادپر جلال آباد کاشانی محل قبل از انقلاب - نیچے پل آویزاں (ریگنگ سٹیج)	۱۵۸
۷	سردار احمد شاہ خاں - سردار احمد علی خاں - سردار علی شاہ خاں	۲۰۲
۸	قصر دکنشا اور بیچہ سٹا - اسکے اہل طے میں محمد نادر شاہ غازی شہید ہوئے	۲۰۸
۹	اللہ تبار خاں وزیر رفاہ عام - محمد گل خاں وزیر داخلہ - عبداللہ خاں شاہجی نائب سالار - مرزا نوروز خاں سرمنشی	۲۳۱
۱۰	ادپر ارک کے محلات ہیں اور نیچے قصر ستور (ستارہ)	۲۳۳
۱۱	اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ - سردار محمد ہاشم خاں صدر اعظم - شہزادہ اسد اللہ خاں احمد علی خاں معین حرمیہ -	۲۵۰
۱۲	اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ و اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ -	۳۰۹
۱۳	دارالایام نادری و محمد ابراہیم خاں ناظم -	۳۲۱
۱۴	اعلیٰ حضرت محمد ظاہر شاہ	۳۲۴
۱۵	برادران غازی - سردار محمد ہاشم خاں - سردار شاہ ولیخان - سردار شاہ محمود خان	۳۲۸
۱۶	سردار شیر احمد خاں سفیر ایران - سردار فیض محمد خاں وزیر خارجہ - سردار محمد داؤد خاں قوماندان عسکری - سردار محمد عمر خاں وکیل دالی کابل - علی محمد خاں سفیر لندن - مرزا احمد خاں وزیر تجارت - صلاح الدین خاں و فیصل جنرل ہند - مرزا حبیب خاں مالہ	۳۶۰
۱۷	جنگ جیت انغان کلب سببی شیخ جالندھر و مصنف زادہ	۳۶۵
۱۸	مصنف	آخر
	(عسواللہ الخالق الباری المصور)	



W. H. S.



سلسلہ کاپتہ ۱۸

پیشہ خاں - سنی لوہا لکھ



LYTTON LIBRARY ALP. ARH

110

DATE SLIP

This book may be kept

FOURTEEN DAYS

A fine of one anna will be charged  
each day the book is kept beyond the

---

URDU STACKS

11000 9099

Date	No.	Date	No.
	593		
	673		

No.

Date \_\_\_\_\_

No.

593